TEXT FLY WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226169
UNIVERSAL
LIBRARY

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا

CC-0. Mumukshu Bhawan Varanasi Collection.

از تازہ افادات حقیقت آگاہ معارف دستگاہ عارف

باللہ حضرت مولانا مولوی حافظ محمد انوار اللہ صاحب

Checked 1969

انوار الحق

بہ تصحیح و اہتمام محمد اکرام علی مولوی فاضل عفا اللہ

عن ذنبہ الخفی والجلی

در مطبع اقبال مغلپورہ طبع یافت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ
واصحابہ اجمعین - پیشتر ایک رسالہ مسمی بافادۃ الافہام لکھنے کا اتفاق ہوا
تھا جسمین ازالۃ الاوہام کے اون استدلالون کا جواب دیا گیا جو مرزا صاحب نے آیات
قرآنی سے کیا - اسکے بعد تائید الحق مصنفہ مولوی حسن علی صاحب لکھچراروی نظر آئی
جس مین انہون نے ایک لمبی چوڑی تمہید کرکے مدبرانہ انداز سے مرزا صاحب کی تائید
کی اس تقریر کا یہ اثر دیکھا گیا کہ ہمارے ہم مشرب بعض حضرات بھی اوسکی تحسین کرنے لگے
اور تعجب نہین کہ اوس نے بھتون کو متزلزل کردیا ہو اسمین شک نہین کہ بعض جادو بھری
تقریرین ایسے ہی پر تاثیر ہوا کرتے ہین کہ دلون کو ہلا دیتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین
وارد ہے وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا اگر جب اہل انصاف طالبین حق کے روبرو اصلی
واقعات اور ملمع سازیان مقررون کی بیان کیجاتی ہین تو وہ فوراً اپنے خیال سے رجوع
کرجاتے ہین اور جو لوگ نفسانیت کی راہ سے سخن پروری مین پڑجاتے ہین وہ اسی خیال
پر اڑے رہتے ہین یہی وجہ ہے کہ پر اثر تقریرون کے زور سے مذاہب باطلہ بکثرت

بنتے گئے اور عوام الناس کبھی اونکے دام مین آہی گئے تو علما کے سمجھانے سے پھر راہ راست پر آگئے لیکن چند سخن پرور انہین خیالات پر جمے رہتے تھے جنکے اتباع اون مذاہب کو زندہ رکھنے والے ابتک موجود ہین اور ہر وقت اس کوشش مین لگے ہوے ہین کہ اُن باطل مذاہب کو ترقی دین الحاصل جب کبھی نئے مذہب کی بنیاد پڑی تو علمائے حقانی نے اوسکے قلع و قمع کی فکر کی اور بفضلہ تعالیٰ اوسکا اثر بھی ہوتا گیا کہ عموماً وہ مذاہب باطلہ کے لقب کے ساتھ مشہور رہے اور اہل انصاف و حق پسند اوس سے محترز رہے۔ فی الواقع یہ علما کا فرض منصبی ہے کہ بقدر وسع حق کی تائید مین کمی نکرین ہر چند اس نو ایجاد مذہب قادیانی کے رد کی طرف بعض علما متوجہ ہین مگر بحسب اقتضاے زمانہ جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آخری زمانہ مین باطل کا شیوع ہوگا کچھ تو عموماً طبایع ہی ایسے امور کی طرف مائل اور متوجہ ہین اور کچھ تقاعد علما کے وجہ سے اس مذہب کی روز افزون ترقی مین کمی نہین ہوئی چونکہ ایسی بدعت تازہ کے شیوع کے وقت ہر شخص کو ضرور ہے کہ جہانتک ہوسکے رد کرنے کی فکر کرے اور یہ خیال نکرے کہ آخری زمانہ مین اس قسم کے فتنونکا شیوع لازمی ہے کیونکہ کچھ نہو تو اتنا ضرور ہوگا کہ من کثر سواد قوم فہو منہم کا مصداق بنیگا اسلئے مین نے مناسب سمجھا کہ تائید الحق کا بھی جواب لکھون اور اوسکے ضمن مین ازالۃ الاوہام کے بعض مباحث پر بحسب ضرورت بحث کرون جس سے حقیقت اس نئے مذہب کی کھل جائے اور اہل انصاف و طالبین حق کے بکار آمد ہو۔ واللہ یقول الحق وہو یہدی السبیل وما علینا الا البلاغ۔

مولوی صاحب نے تمہید مین پہلا عنوان یہ قایم کیا کہ سچے خیر خواہون کے ساتھ ہمیشہ کیسا سلوک ہوا اسمین بہت سی نظیرین پیش کین جن سے مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب کی تکفیر و تفسیق جو ہورہی ہے وہ بھی اسی قسم کی ہے اس موقع مین ہم یہ بیان کرنا نہین چاہتے کہ مرزا صاحب کیسے شخص ہین اور ان القاب کے مستحق ہین یا نہین اسوقت ہمارا روے سخن صرف اوس تمہید کیطرف ہے کہ آیا وہ مسکت خصم ہے یا نہین۔ کتب تواریخ سے ظاہر ہے کہ صحابہ کے زمانہ سے ابتک کوئی زمانہ نہین گذرا جسمین مفتری کذاب بے دین

پیدا نہوی اور اُس زمانے کے عمائدین اور علمائے حقانی نے اونکی تکفیر نہ کی ہو جتنے مذاہب باطلہ آج کے زمانہ مین پائے جاتے ہین سب کے موجد زمانہ سابقہ ہی کے لوگ ہین اسکا کوئی انکار نہین کرسکتا کہ ایسے لوگ اُس زمانے مین نہین نکلے یا اونکی تکفیر نہین ہوئی نہ یہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اون کی تفسیق بے موقع تھی کیا وہ اپنے مذاہب کی اشاعت کیلئے اپنی مظلومی بیان کرکے اسی قسم کے استدلال نکرتے ہونگے پھر کیا اس قسم کے نظائر حقانیت پر دلیل ہو سکتے ہین ہرگز نہین بلکہ ایسے لوگون کے ساتھ جو بد سلوکیان کی گئین وہ ایک قسم کا عذاب الہی تھا جسکی طرف اشارہ اس آیت لقمین ہے وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ یعنے چکھائینگے ہم اونکو چھوٹے عذاب سواے بڑے عذابونکے کہ شاید وہ رجوع کرین اور فرماتا ہے وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ - یعنے جنکے دلمین بیماری ہے سو اونکو بڑھائی گندگی پر گندگی اور مرے جبتک وہ کافر رہے یہ نہین دیکھتے کہ وہ آزمانے مین آتے ہین ہر برس ایک بار یا دو بار پھر توبہ نہین کرتے اور نصیحت نہین قبول کرتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ نفاق وغیرہ سے توبہ کرنے کیلئے بھی عذاب کیا جاتا ہے تاکہ وہ خدا کیطرف رجوع کرین۔ الحاصل نظیرین دونون قسم کی موجود ہین بلکہ اس قسم کی نظیرین دس بیس ملین تو اہل باطل کی تکفیر وتفسیق وتعذیب کی نظیرین ہزارہا ملینگی۔ غرض یہ نظایر مولویصاحب کے مفید مدعا نہین ہوسکتین۔

مولویصاحب جو لکھتے ہین کہ یہ جہان دارالامتحان ہے اس عالم مین سب باتین کھولکر دکھائی نہین جاتین۔ فی الحقیقۃ عادت اللہ ایسی ہی جاری ہے کہ حق و باطل اس جہان مین مشتبہ اور ملتبس رہا کئے سحر و استدراج کو ہمیشہ معجزہ اور کرامت کی ہمسری کا دعوی اور کلام الہی پر سحر و بیان کا دھوکا لگا رہا اصل یہ ہے کہ حق تعالے کے صفات کو کبھی تعطل و بیکاری نہین خواہ یہ عالم ہو خواہ دوسرا اسلئے کہ صفات جلال وجمال ہمیشہ اپنے کامونمین

مصروف ومشغول ہین - اگرچہ بظاہر افراد بنی نوع انسان سے ہدایت اور شیاطین سے
ضلالت متعلق ہے مگر جبتک حق تعالی نہ چاہے نہ ہدایت ہوتی ہے اور نہ ضلالت
جسکو خدا یتعالی ہدایت کرنا چاہے اوسے کوئی گمراہ نہین کرسکتا اور جسکو گمراہ کرنا چاہے
اوسے کوئی ہدایت نہین کرسکتا قال تعالی ومن یھد اللہ فلا مضل لہ ومن
یضللہ فلا ھادی لہ انہین صفات کا ظہور ہے کہ ہر زمانہین حق تعالی کسی ایسے شخصکو
پیدا کر دیتا ہی جس سے بہت سے ہدایت پاتے ہین اور بہت گمراہ ہوتے ہین - انبیا کو خاص ہدایت
کیلئے مبعوث تھے مگر اونکے نہ ماننے والے گمراہ ہوئے - اور بہت سے مفتری کذاب
کو گمراہ کرنے کیواسطے پیدا ہوے ہین مگر اونسے بھی صفت جمال اپنا کام لیتی ہے کہ
اونکے نہ ماننے والے ہدایت پر سمجھے جاتے ہین جسکو خدا یتعالی ہدایت کرنا چاہتا ہے
اوسکا سینہ حق بات کے ماننے کیلئے وسیع اور کشادہ ہو جاتا ہے اور جسکی گمراہی منظور
ہوتی ہے اوسکا سینہ تنگ ہوجاتا ہے کما قال تعالی فمن یرد اللہ ان یھدیہ سورۂ انعام
یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا ع ۱۵
حرجا کانما یصعد فی السماء وسعت سینہ کی یہ دلیل ہے کہ ہدایت کی بات
اوسمین سما جائے علی ہذا القیاس تنگی سینہ کی یہ دلیل ہے کہ وہ بات اوسکے سینے مین گنجایش
نکرے اور یہ ظاہر ہے کہ اہل باطل کا سینہ باطل کیلئے کشادہ اور اہل حق کا دل اوس سے
تنگ ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وسعت وتنگی دونون کیلئے ہوا کرتی ہے اسوجہ سے
کوئی شخص حق وباطل مین اپنے دل کے مشورہ سے تمیز نہین کرسکتا بلکہ وہ جس بات کا
قائل ہوتا ہے اوس چیز کو حق سمجھنے لگتا ہے جس سے پوچھئے اوسکا یہی دعوی ہے
کہ مین حق پر ہون اور اوس سے نہایت خوش رہتا ہے کما قال تعالی کل حزب بما
لدیھم فرحون اور صرف سمجھتا ہی نہین بلکہ چاہتا بھی ہے کہ سارا جہان اپنا ہم مشرب
ہوجائے اسکا تصفیہ باہم ممکن نہین کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر کیونکہ جس مسئلہ مین
دو فریق ہوجائین تو ہر ایک اپنے کو حق پر سمجھے گا اور تیسرا حکم بنے تو کسی ایک فریق
مین شریک ہوجائیگا یا وہ بھی ایک فریق نیا بنکر اپنے ہی کو حق پر سمجھنے لگے گا - غرض

اس عالم مین اسکا تصفیہ ممکن نہین کہ شرح صدر کسکا حق پر ہے اور کسکا باطل پر حقتعالی الٰہی قیامت کے روز اسکا فیصلہ فرماویگا۔ کما قال تعالی ان ربك هو يفصل بينهم يوم القيمة فيما كانوا فيه يختلفون ۔ اب مولوی صاحب جو اپنا اطمینان اور شرح صدر مرزا صاحب کی حقانیت پر ظاہر فرماتے ہین وہ کیونکر اس امر کی دلیل ہوسکے کہ مرزا صاحب سچ مچ عیسی موعود ہین ہمین آسمین کلام نہین کہ مرزا صاحب بڑے مرتاض ہونگے مگر مشکل یہ ہے کہ جتنے مفتری دغاباز جعلساز ہوتے ہین جبتک وہ اچھے عادات اچھے حالات اور مستند لوگون کی صورتون مین اپنے کو ظاہر نہین کرلیتے اونکی طرف کوئی توجہ نہین کرتا۔ قرامطہ کا حال آپ نے تواریخ مین دیکھا ہوگا کہ ابتدا کیا تھی اور انتہا کیسی ہوئی تاریخ دول اسلامیہ مین لکھا ہے کہ ایک شخص خوزستان سے سواد کوفہ مین آکر ایک مدت تک اظہار تقدس مین مشغول رہا زہد و تقوی اور کثرت صلوٰۃ کی یہ صورت کہ تمام اقران و معاصرین مین ممتاز اکل حلال کی یہ کیفیت کہ اپنے ہاتھ سے بوریا بن کر اوس سے اوقات بسر کرتا کسی سے کچھ قبول نکرتا جب کوئی اوسکے پاس جاتا تو سوائے وعظ و نصیحت کے کسی بات سے سروکار نہین غرض تقوی طہارت ۔ زہد ۔ ریاضت مین اوسکو وہ شہرت حاصل ہوئی کہ کسی زاہد و عابد کو اوسکے مقابلہ مین فروغ نرہا جب دیکھا کہ لوگون کے دلونمین اپنی بات کا پورا اثر ہونے لگا تو مشہور مشہور مسائل نماز وغیرہ مین تصرف کرکے خلاف اجماع و مذاہب تعلیم شروع کی جب اوسمین بھی کامیابی ہوگئی تو آہستہ آہستہ خیر خواہانہ یہ تمہید کی کہ طالبین حق کو ضرور ہے کہ کسی ایسے امام کے ہاتھ پر بیعت کرین جو اہل بیت نبوی سے ہو غرض پوری طور پر اپنے مقصود کی تمہید ذہن نشین کرکے شام کو چلا گیا وہان بھی یہی طریقہ اختیار کرکے لوگونکو امام برحق کا مشتاق بنادیا چونکہ دعوت اوسکی کسی معین شخص کے طرف نہ تھی اسلئے بعضو نکا خیال تھا کہ محمد بن اسمعیل امام وقت ہونگے اور بعض کسی دوسرے کو خیال کرتے تھے بہرحال سبکو یہی انتظار تھا کہ امام وقت اب ظاہر ہونا چاہتے ہین کہ ایک شخص قرامطہ سے جن مین یہ شخص تھا ظاہر ہوکر مہدویت کا دعوی کیا اس مہدی کا اصلی نام ذکر و یہ یحیی لیتھا مگر اپنا نام محمد بن عبداللہ بن اسمعیل بن جعفر صادق ظاہر کیا حالانکہ اسمعیل

سورۂ سجدہ ع ۱۶

ابن جعفر کا کوئی فرزند عبداللہ نام نہ تھا ضرورت اس حعلسازی کی اسلئے ہوی کہ احادیث مین امام مہدی کا نام محمد بن عبداللہ وارد ہوے جو لوگ صرف امام کے منتظر تھے اونکو امام مہدی موعود کا ملجانا ایک نعمت غیر مترقبہ تھی اوسکے نکلتے ہی کل ہم مشرب اکھٹے ہوگئے اور یہ راے قرار پائی کہ اصلاح قوم کی فکر کیجاے چنانچہ بڑے بڑے گذرگاہون پر فوجین روانہ ہوئین اور حرمین وغیرہ کے راستون مین رہزنی شروع کردیگئی اور تمام ملک حجاز وشام ومصر وغیرہ مین آتش فتنہ وفساد مشتعل ہوی چنانچہ اون مین سے ایک شخص ابوطاہر نام مع فوج کثیر مکہ معظمہ پر مسلط ہوا کسی کو وہان یہ طاقت نہ تھی کہ اس سیلاب بلا کو روک سکے۔ ابوطاہر گھوڑے کو دوڑا کر خاص حرم شریف کے اندر گھس آیا اور خانہ کعبہ کے دروازے پر آکھڑا ہوا اور اس غرض سے سیٹی دی کہ گھوڑا بول دے براز کرے چنانچہ ایسا ہی ہوا پھر اوس نے پکار کر کہا کہ کہان ہین وہ لوگ جو خدا کا کلام پڑھ پڑھکر سنایا کرتے تھے کہ ومن دخلہ کان آمنا یہ کہکر قتل عام کا حکم دیا۔ لکھتے ہین کہ تخمیناً تیس ہزار مسلمان مکہ معظمہ مین شہید کیے گئے جسمین ستر اسو خاص مطاف مین جام شہادت سے سیراب ہوے اور کشتون کے سر کاٹ کر صرف سر ونسے چاہ زمزم بھر دیا گیا اور تمام لاشین بغیر کفن نماز جنازے کے اندرون وبیرون شہر کے کوؤن اور گڑھون مین ڈالدیگئے حجر اسود اکھاڑ دیا گیا جسکی وجہ سے بائیس سال تک کعبہ شریف حجر اسود سے خالی رہا تمام مکانات لوٹ لئے گئے۔ غرض مکہ معظمہ مین اس مہدی کا یہ فتنہ ایسا ہوا کہ اوسکی نظیر کسی تاریخ مین مل نہین سکتی۔

الحاصل بدنام ہونا برے کہلانا سزائین پانا حقانیت پر قرینہ نہین ہوسکتا ورنہ جعلساز دغاباز بدمعاش جن سے جیلخانے ہمیشہ بھرے رہتے ہین سبکو اہل اللہ کہنا پڑیگا اور نہ اظہار تقدس اوسکا قرینہ تھے جیساکہ قرامطہ وغیرہ کے حال سے ظاہر ہے۔

مولوی صاحب نے جہان اسلام کے موجودہ دشمن فرقون کی فہرست لکھکر اونکی روز افزون ترقی اور اوسکی وجہ سے مرزا صاحب کی ضرورت ثابت کی تھے اونمین مولوی اور مشایخونکو بھی شریک کیا اور اونکو یہ خطاب عطا فرمائے۔

شیطان حشرات الارض زرپرست نفس پرست کم بخت موذی نائب شیطان
ناپاک مجموعہ صفات ذمیمہ شریر فتنہ پرداز مسلمانون کے گمراہ کرنیوالے
شیطان کے شاگرد رشید مکار وغیرہ۔ اسبات مین مولویصاحب اپنے پیر کی سنت پر
عمل کر رہے ہین کیونکہ مرزاصاحب بھی علما اور مشائخین کو ایسے خطابون سے ذکر کیا کرتے
ہین چنانچہ اونکی تصانیف مین یہ موجود ہین۔ اے بدذات فرقہ مولویان تمنے جس بے
ایمانی کا پیالہ پیا ہے وہی عوام کو بھی پلایا علماء السوء اندھیر یکے کیڑو کتے گدھے
حمار عقارب عقب الکلب یعنے کتے کے بچے خنزیر سے زیادہ پلید ایمان و
انصاف سے دور بھاگنے والے احمق پلید دجال مفتری اشرار اذل الکافرین
اوباش بے ایمان بے حیا بددیانت فتنہ انگیز تمام دنیا سے بدتر جھوٹ کا گوکھایا جاہل
جعلساز چار ڈومون کیطرح مسخرہ دشمن قرآن روسیاہ سفلے سیاہ دل سفیہ شریر مکار شیخ نجدی عدو العقل
غول الاغوال غدار سرشت فرعن رنگ کینہ ور کینہ مادرزاد اندھی گندی مردار خوار نااہل نمک حرام
ناکار نالایق نااہل ایمان سے دور بھاگنے والے ابولہب فرعون بدذات نہبت زندیق
علیہم یعال العن اللہ الف الف مرۃ وغیرہ وغیرہ جسکو صاحب عصاے موسیٰ نے مرزاصاحب کی کتابونسے نقل کیا ہے
غرض کوئی گالی ان حضرات نے اٹھا نہ رکھی اور عذر یہ کیا کہ کمال جوش اور حرارت اسلامی مین یہ سب گالیان
دی گئین گویا اس جوش نے اونکو مرفوع القلم بنا دیا ان گالیون کے پہلے آپنے
یہ تمہید بھی کر دی ہے کہ مصلحان قوم اپنی قوم کو بعض وقت بہت سخت الفاظ مین مخاطب
کرتے ہین لیکن ان سخت الفاظ کے اندر محبت اور شفقت بھری رہتی ہے۔ اسکا
مطلب یہ ہوا کہ آپ مصلح قوم ہین جسقدر گالیان دین اوسکے مستحق ہین چونکہ اصلاح
قوم اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اور یہ سخت وسست کہنا اوسکا ذریعہ تھے یا مادہ اسوجہ سے
مولویصاحب اور اونکے پیر اوسکو عبادت اور باعث تقرب الٰہی سمجھتے ہونگے اس
موقع مین واقعہ حرۃ اور مسلم بن عقبہ کی کارگذاری یاد آتی ہے تاریخ دانون پر یہ امر پوشیدہ
نہین کہ اہل مدینہ منورہ جب یزید کے مخالف ہوگئے تو اوس نے مسلم بن عقبہ کو اونکی
تادیب وتعذیب کیلئے مامور کیا وہ مقام حرّہ مین جو مدینہ کے پاس ہے بارہ ہزار سپاہیونکے

ساتھ آپہونچا اور بعد سوال و جواب کے قتل عام و غارت کا حکم دیا اور تین روز تک مدینہ منورہ کو لشکریون پر مباح کر دیا تاریخ الخلفا اور جذب القلوب وغیرہ مین لکھا ھے کہ ہزار باکرہ لڑکیون کا بکر حرام سے زائل کیا گیا اور تمام شہر کے گھر لوٹے گئے جہان کوئی ملتا مارا جاتا صرف علما سات سو شہید کئے گئے جنمین تین سو صحابہ تھے مسجد نبوی مین گھوڑے دوڑائے گئے خاص روضہ شریف گھوڑونکی لید اور پیشاب سے متلوث رہا۔ یہ سب مسلم بن عقبہ کے حکم سے ہوا اب اوسکی خوش اعتقادی سنئے جب اوسکی موت کا وقت آپہونچا تو آخری دعا یہ کی اللھم انی لم اعمل قط بعد شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ عملا احب الی من قتلی اھل المدینۃ ولا ارجی عندی فی الاخرۃ ذکرہ ابن اثیر فی تاریخہ الکامل یعنے یا اللہ بعد شہادت کلمہ طیبہ کے جو کچھ اعمال صالحہ مین نے اپنی عمر مین کئے اون سب سے زیادہ مجھے وہ عمل پسند ھے جو مدینہ کے لوگونکو مین نے قتل کیا اور اوسی عمل سے مجھے زیادہ تر توقع ھے کہ آخرت مین کام آئیگا۔

مسلم بن عقبہ کو صرف تادیب اہل مدینہ پر ناز تھا ہمارے مرزا صاحب کو اوس سے زیادہ ناز و فخر ہونا چاھئے کیونکہ وہ تمام اہل اسلام کی تادیب فرما رہے ہین اور وہان صرف جراحات سنان تھین یہان جراحات لسان ہین جو التیام پذیر نہین۔ جراحات السنان لہا التیام ولا یلتام ما جرح اللسان۔

پھر یہ گالیان کن کو دیئے جارہے ہین عوام الناس بازاریونکو نہین جنکی عادت مین گالیان دینا اور سننا داخل ہے بلکہ اون افراد قوم کو جنکو قوم نے اپنا رہبر مربی اور حامی دین بنا رکھا اور ہر ایک اون پر سو جان سے فدا ہے معزز اور شریف لوگ قوم اُس کا اندازہ کر سکتے ہین کہ) یہ گالیان سنکر قوم کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ سب کو جانے دیجئے خود مولوی صاحب اور اونکے پیر ہی غور کرین کہ کوئی ارذل یا اونکا ہمسر اونکے والد بزرگوار یا پیر کی شان مین یہ الفاظ کہے تو اونکا کیا حال ہوگا اگر غیرت دار ہون تو کیا اوس ذلت کے مقابلہ مین مرجانا آسان نہوگا۔ عرف مین ایسا شخص بڑا ہی بے شرم سمجھا جاتا ھے

کہ اوسکے باپ یا استاد یا پیر کو کوئی گالی دے اور وہ چپ رہے - نہایت افسوس اور شرمناک حالت ہے جس کے مرتکب مولویصاحب اور مرزا صاحب ہوے ہین -
حق تعالیٰ فرماتا ہے - وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ - پارہ ۷ ع ۱۸
یعنے بتون کو گالیان مت دو کہ وہ اللہ کو گالیان دینگے - ہادی برحق اور نبی صادق کو حق تعالیٰ تعلیم فرماتا ہے اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ یعنے بلاو اپنے رب کی راہ پر حکمت اور اچھی نصیحت کیساتھ اور الزام دو اونکو جسطرح بہتر ہو - کیا مصلح قوم کی یہی شان ہے کہ اشتعالک طبع پیدا کرنے والے الفاظ سے طبیعتون کو مشتعل کرے اور اس قابل بنائے کہ حق بات سننے کی بھی صلاحیت باقی نرہے - مولویصاحب نے اپنے آپکو جو مصلح قوم قرار دیا ہے وہ خود انہی کی تقریر سے باطل ہوگیا ورنہ شرعاً اس قابل ہے کہ مصلح قوم سمجھے جائین نہ عرفاً یہ جو شکایت ہورہی ہے کہ گویونکی وجہ سے مسلمان ذلیل ہورہے ہین صحیح ہے جس قوم کے مصلح رذالت کا کام لین اوسکو ذلت نہو تو کیا ہو - یہان مجھے ایک واقعہ یاد آیا جو میرے ایک دوست کا دیکھا ہوا ہے کہ تراویح کی جماعت کسی مسجد مین ہورہی تھی جس مین وہ بھی شریک تھے اونکے قریب ایک شخص نے عین نماز مین اپنے باد وولے سے کچھ بات کہی ایک شخص نے نماز ہی کی حالت مین اوس سے کہا کہ نماز مین بات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے - تیسرے نے کہا تمھاری نماز کب باقی رہی چوتھے نے کہا الحمد للہ مین نے تو کوئی بات نکی - ایسا ہی مولویصاحب جو اورون پر الزام لگا رہے ہین اسمین خود بھی مبتلا ہین مگر سمجھتے نہین علمائے ربانی وہ ہین جو اپنے عیوب کی تفتیش کرکے اپنے نفس کی اصلاح کرتے رہتے ہین اور حتی الوسع دوسرے کے عیوب پر نگاہ نہین ڈالتے اور اگر امر بالمعروف کی ضرورت سمجھتے ہین تو ایسے ملایم اور دل نشین طریقے سے کرتے ہین جسکا اثر ظاہر ہو عموماً تعلیم الہی امر بالمعروف کے بارے مین یہی رہی ہے کہ نہایت نرمی اور سہولت سے کام لیا جائے - باوجودیکہ اوہائے خونخوار موسیٰ علیہ السلام کی مدد کیلئے ساتھ دیا گیا تھا مگر ارشاد یہی ہوا کہ فرعون کے ساتھ نہایت نرمی سے گفتگو کیجائے کما قال تعالیٰ

سورہ طٰہٰ ع ۳ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۵۱ یعنے کہو اوس سے بات نرم شاید وہ سوچ کرے یا ڈرے۔ اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ سورہ سجدہ ع ۴ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ترجمہ جواب مین کہیے اوس سے بہتر پھر جو آپ دیکھو تو جبین آپ مین دشمنی تھی وہ ایسا ہو گا جیسے دوست وارنا لتے والا اور یہ بات ملتی ہے اونہین کو جو صبر کرتے ہین اور یہ بات ملتی ہے اوسکو جسکی بڑی قسمت ہوا تھی اسیوجہ سے ہر شخص امر بالمعروف کا اہل نہین سمجھا جاتا کیونکہ امر بالمعروف مین عیوب پر مطلع کرنا ہوتا ہے اور قاعدہ کی بات ہے کہ جبکا عیب ظاہر کرین وہ دشمن ہو جائیگا جس سے مخالفت اور جھگڑا پیدا ہونے کا سخت اندیشہ ہے جو ممنوع ہے کما قال تعالیٰ وَلَا سورہ انفال ع ۶ تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ یعنے آپسمین نہ جھگڑو پھر نامرد ہو جاوگے اور جاتی رہے گی تمھاری ہوا ختصار لے فرماتے ہے یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ سورہ مائدہ ع ۱۰ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ یعنے اے ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنے جانکی تمہارا کچھ نہین بگاڑتا جو کوئی بہکا جب تم راہ پر ہوے۔ باوجودیکہ امر بالمعروف کی ضرورت دوسری آیات سے ثابت ہے مگر اس آیت شریفہ مین جو اوسکی ممانعت ہے اوسکی تطبیق کی صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ عوام الناس اوس سے روکے گئے ہین اور خواص کو اوسکی اجازت ہے جن سے اصلاح کی امید ہے بعضے صحابہ نے اس آیۃ شریفہ کا مضمون حضرت سے دریافت کیا تو فرمایا تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کئے جاؤ اوسوقت تک کہ لوگ دنیا اختیار کرلین اور خودرائی کرنے لگین تو اوسوقت صرف اپنی فکر کرو اور اونکو چھوڑ دو۔

بہرحال مولوی صاحب کا یہ امر بالمعروف کرنا اس زمانہ مین کسیطرح بجا اور برمحل نہین ہوسکتا پھر یہ امر بالمعروف بھی کس مسئلہ مین کہ مرزا صاحب عیسیٰ موعود ہین جسکا ثبوت نہ قرآن سے ہے نہ حدیث سے نہ اور کسی علم سے حالانکہ امر بالمعروف کے لفظ سے ظاہر ہے کہ اسبات کا امر کیا جائے جو دین مین معروف ہو۔

اب غور فرمائیے کہ اگر مولوی صاحب کو مدراس کے علماء نے وعظ سے روک دیا تو کیا برا کیا خود خدا اور رسول اونکو ایسے وعظ سے روک رہے ہین وعظ سے روکنے والونکا استدلال اس حدیث سے ہوگا جو سنن دارمی مین مروی ہے عن اسماء بن عبید قال دخل رجلان علی ابن سیرین فقالا یا ابا بکر نحدثک بحدیث قال لا قالا فنقرأ علیک آیۃ من کتاب اللہ قال لا لتقومان عنی او لاقومن قال فخرجا فقال بعض القوم یا ابا بکر وما کان علیک ان تقرأ علیک آیۃ من کتاب اللہ تعالی قال انی خشیت ان یقرأ علی آیۃ فیحرفانها فیقر ذلک فی قلبی یعنے اسماء بن عبید کہتے ہین کہ دو شخص اصحاب ہوا سے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور کہا اونہون نے کہ ہم آپ سے ایک حدیث کہتے ہین فرمایا مین نہین سنتا اونہون نے کہا کہ ایک آیۃ قرآن کی پڑھتے ہین کہا مین نہین سنتا یا تم یہان سے اوٹھ جاؤ یا مین اوٹھ جاتا ہون کسی نے اون سے پوچھا کہ اگر وہ آیۃ قرآن کی پڑھتے تو آپکا کیا نقصان تھا فرمایا کہ مجھے خوف اس بات کا ہوا کہ وہ آیۃ پڑھین اور کچھ الٹ پلٹ کر دین جو میرے دل مین وہ جم جائے اور دوسری روایت اوسی دارمی مین ہے عن الحسن وابن سیرین انهما قالا لاتجالسوا اصحاب الاهواء ولا تجادلوهم ولا تسمعوا منهم وهكذا قال ابو قلابة رضی اللہ عنہ یعنے حسن بصری اور ابن سیرین رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اصحاب ہوا کے ساتھ نہ بیٹھو نہ اون سے مناظرہ کرو اور نہ اون سے کوئی بات سنو۔ مرزا صاحب نے جو یہ دعوی کیا ہے وہ بالکل نیا ہے تیرہ سو برس کے عرصہ مین نہ کسی نے ایسا دعوی کیا نہ یہ کہا کہ عیسی علیہ السلام مر گئے اور جنکی آنیکی خبر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اونکا قائمقام کوئی دوسرا شخص ہوگا اہل ہوا ایسے ہی لوگون کو کہتے ہین جو نئی نئی باتین اپنی خواہش کے مطابق دین مین تراش لیتے ہین۔ صحیح صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جو نئی بات نکالی جائے وہ مردود ہے اوس سے احتراز اور اجتناب کیا جائے اسیوجہ سے صحابہ ایسے لوگون سے جو نئی بات نکالتے نہایت احتراز کیا کرتے چنانچہ ابن عمر رض کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلان شخص نے آپکو سلام کہا ہے فرمایا

مین نے سنا ہے کہ اس سے کوئی بات نئی نکالی ہے اگر یہ سچہ ہے تو اوسکو سلام کا جواب نہ پہونچانا کما فی الداری عن ابن عمرؓ انہ جاءہ رجلٌ فقال ان فلانا یقرأ علیک السلام قال بلغنی انہ قد احدث فان کان قد احدث فلا تقرأ علیہ السلام عرفجہ رضی اللہ عنہ کہتے ہین مین خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہون کہ فرماتے تھے قریب ہے کہ فتنے اور نئی نئی باتین پیدا ہونگی جو کوئی اس امت کی اجتماعی حالت مین تفرقہ ڈالنا چاہے جو کوئی ہو اوسکو تلوار سے مار ڈالو کما فی مسلم عن عرفجۃؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ستکون ھنات و ھنات فمن اراد ان یفرق امر ھذہ الامۃ وھی جمیع فاضربوہ بالسیف کائنا من کان غرض اس قسم کے اسباب سے نئی نئی باتون کے کہنے سننے سے روکدینا علما کا فرض منصبی ہے اگر انہون نے ایسے وعظ سے روکدیا تو یہ کوئی برہم ہونے کی بات نہین ہے بلکہ اس سے اونکو ممنون ہونا چاہئے ورنہ اگر یہ راستہ بالکلیہ کیلجائے تو اس آخری زمانے مین جو دین پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہین مخالفین دین کو موقع ملجائیگا اور ہر شخص نئی نئی باتین ایجاد کرکے دین مین داخل کردیگا۔ جبتک مرزا صاحب ادیان باطلہ کے رد کے طرف متوجہ تھے سب اونکے مداح تھے بلکہ اونکو مجدد بھی سمجھتے ہون تو تعجب نہین اور اب بھی اس حدتک کوئی برا نہین سمجھتا جسمین تائید دین ہو اگر یہہ چند نئی باتین چھوڑ دین تو ابھی کل اہل حق اونکے رفیق و مددگار ہوجاتے ہین اور یہ ناحق کا جھگڑا جس سے نہ دین کا فائدہ ہے نہ دنیا کا مٹ کر کانہم بنیان مرصوص کا مضمون صادق آجاتا ہے اور یہ کچھہ بڑی بات نہین۔ مرزا صاحب خود ازالۃ الاوہام مین فرماتے ہین ممکن ہے ایسا مسیح بھی آجائے جسپر حدیثون کے بعض ظاہری الفاظ بھی صادق آجائین جب یہ خود تسلیم کرتے ہین تو پھر اس مشکوک دعوی پر اصرار کرکے مسلمانون کے ساتھ دشمنی قائم کرنے سے کیا فائدہ نسأل اللہ التوفیق وہو بالاجابۃ جدیر۔

مولویصاحب اسلام اور مسلمانون پر کمال دلسوزی ظاہر کرکے ایک مرثیہ رونے اور رلانے کیلئے لکھتے ہین جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اس زمانہ مین مسلمانون کا قحط ہوگیا ہے اور

دین اسلام گردش مین اور کفر کا زور و شور ہے اس مرثیہ مین اتنی کسر رہگئی کہ چند بند مرزا صاحب کی عیسویت پر بھی پڑھا دیتے کہ ہائے عیسیٰ ابن مریم بھی اترکے بیس برس ہو گئے مگر بجائے اسکے کہ اون سے دین کی ترقی ہوتی کفر ہی کو ترقی ہو گئی اور ہو رہی ہے اگرچہ مقتضائے حسن ظن یہ ہے کہ یہ اظہار دلسوزی مولویصاحب کی نیک نیتی پر حمل کی جاتی مگر مشکل یہ ہے کہ سرسید صاحب اور اونکے اتباع بھی اس سے زیادہ نوحے اور واویلے لکھتے پڑھتے ہین۔ حالانکہ اونکی نیک نیتی کے قائل مولویصاحب بھی نہین ہین بلکہ اونکو دشمن اسلام قرار دیا ہے۔ اس امر کی تصدیق کیونکر ہو کہ وہ فی الواقع اصلی اسلام کے دوست اور مسلمانون کے خیر خواہ ہین اونکا مقصود تو صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ اگر مسلمان ہین تو چند قادیانی ہین جسکا مطلب یہ ہوا کہ باقی سب بے دین ہین چنانچہ صاف لکھتے ہین کہ مسلمانون کا قحط ہو گیا ہے۔

اس طریقے کی ایجاد ابتداے اسلام ہی مین ہو چکی تھے چند لوگ ایسے پیدا ہو گئے کمال درجہ کا زہد تقوی پرہیزگاری ایمانداری ظاہر کرکے کل صحابہ و تابعین کو بے دین قرار دیا اور ظاہری حالت اونکی دیکھکر بہت سے ظاہر بین اونکے طرف مائل اور اونکے ہم خیال ہوتے گئے یہانتک کہ ایک بڑی جماعت بن گئی جنکے قلع و قمع کی طرف سلطنت کو متوجہ ہونا پڑا اور پھر بھی نہو سکا اون سب کا اعتقاد یہی تھا کہ اگر مسلمان ہین تو ہم ہین باقی سب صحابہ اور تابعین کافر ہین نعوذ باللہ من ذلک۔ ان لوگون کے واقعات و حالات بہت ہین مگر تھوڑا سا حال بقدر ضرورت یہان لکھا جاتا ہے جس سے طرز رفتار معلوم ہو جائے۔ جو واقعات یہان لکھے جاتے ہین فضائل سیدنا علی کرم اللہ وجہہ مولفۂ امام نسائی مستدرک حاکم کنز العمال اور تاریخ کامل وغیرہ معتمد معتبر کتابون سے ماخوذ ہین وہی ہذہ۔

قصہ خوارج

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور معاویہ مین بہت سی لڑائیان ہوئین اور طرفین سے ہزارون اہل اسلام شہید ہوئے تو یہ راے قرار پائی کہ دونون طرف سے دو شخص معتمد علیہ حکم قرار دئے جائین وہ جو کچھ فیصلہ کرین نافذ ہو اور باہمی جھگڑے مٹ جائین چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کے طرف سے ابو موسیٰ اشعریؓ اور معاویہؓ کے جانب سے عمرو بن عاصؓ مقرر ہوئے
اور طرفین سے عہدنامہ لکھا گیا اور اشعث بن قیس اس کام پر مامور ہوے کہ وہ عہدنامہ
ہر قبیلہ مین جاکر سنا دین جب وہ قبیلۂ بنی تمیم مین جاکر عہدنامہ سنائے تو عروہ بن ادبیہ تمیمی
نے کہا کہ عجیب بات ہے یہ لوگ آدمیونکو حکم بناتے ہین حالانکہ اللہ کے سوائے کوئی
حکم نہین کرسکتا حق تعالی فرماتا ہے ان الحکم الا للہ اور یہانتک برہم ہوا کہ تلوار
کھینچکر اشعث پر حملہ کیا تو وہ بچگئے مگر اونکا گھوڑا زخمی ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جب
یہ خبر پہونچی تو فرمایا بات تو سچی ہے مگر مقصود اوس سے باطل ہے پھر فرمایا کہ اگر وہ ہم
سے مقابلہ کرین تو ہم اول اون سے تقریر کرکے قائل کرینگے اور نہ مانین تو قتل کرڈالینگے
زید بن عاصم محاربی جو اوس مجلس مین موجود تھا یہ سنکر اوٹھ کھڑا ہوا اور خطبہ پڑہا کہ یا اللہ ہم
تجھسے پناہ مانگتے ہین اس بات سے کہ اپنے دین مین دناءت اختیار کرین اور کم ہمتی کو
عمل مین لائین۔ اے علی کیا تم ہمکو قتل سے ڈراتے ہو ہوشیار رہو واللہ ہم تمہین قتل کرڈالینگے
اوسوقت تمھین معلوم ہوگا کہ خدا کی راہ پر تم چلتے ہو یا ہم پھر وہ اور اوسکے بھائی نے ایک
جماعت فراہم کی جنمین عبداللہ بن وہب راسبی بھی تھا اوس نے خطبہ پڑہا کہ ہمکو پہاڑون
یا دوسرے شہرونمین جانا ضرور ہے تاکہ گمراہ کرنے والے بدعتون سے ہمارا انکار ثابت
ہوجائے پھر دنیا کی بے ثباتی اور متقیون کے فضائل بیان کرکے سب کو شہر سے کوچ
کرنے پر آمادہ کیا اوسکے بعد یہ مسئلہ پیش ہوا کہ امیر کون قرار دیا جائے بعد اختلاف کے
یہ امر طے ہوا کہ عبداللہ بن وہب ہی اس کام کیلئے منتخب کیا جائے اوس نے اول تو
انکار کیا لیکن بعد رد و قدح کے یہ کہکر قبول کیا کہ مجھے مطلقاً خواہش دنیوی نہین نہ مین امارت
چاہتا ہون نہ مجھے اوس سے کوئی خوف ہے اللہ کے واسطے یہ خدمت قبول کرتا
ہون اگر اسمین مرجاؤن تو کوئی پروا نہین پھر اوس نے کہا کہ اب ایسا شہر تجویز کرنا چاہیے
کہ جسمین ہم سب جمع ہون اور اللہ کا حکم جاری کرین کیونکہ اہل حق اب تمہین لوگ ہو چنانچہ
نہروان تجویز ہوا اور یہ سب خوارج وہان چلے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
اونکے نام خط لکھا کہ اب بھی چلے آؤ انہون نے جواب دیا کہ اگر تم اپنے کفر پر گواہی دیتے ہو

اور نئے سرے سے توبہ کرلیتے ہو تو دیکھا جائیگا اب تو ہمنے تمکو دور کر دیا ہے کیونکہ
اللہ تعالے خیانت کرنیوالونکو دوست نہین رکھتا۔ زیاد بن امیہ نے عروہ بن ادیبہ
خارجی سے پوچھا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کا کیا حال تھا کہا اچھے تھے پھر عثمانؓ کا حال دریافت
کیا کہا ابتدا مین چھ سال تک اونکو مین بہت دوست رکھتا تھا جب اونہون نے
بدعتین شروع کین اون سے علیحدہ ہوگیا اسلیئے کہ وہ آخر عمر مین کافر ہوگئے تھے
پھر علی رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا کہا کہ وہ بھی اوائل مین اچھے تھے آخر مین کافر
ہوگئے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا اونکو سخت گالی دی پھر زیاد ابن امیہ نے
اپنا حال پوچھا کہا تو اوائل مین اچھا تھا اور آخر مین گزندہ ہوگیا اور دونون حالتونکے
بیچمین تو اپنے رب کا نافرمان رہا زیاد نے اوسکی گردن مارنے کا حکم دیا پھر اوسکے
غلام کو بلاکر پوچھا کہ اس شخص کا مختصر حال بیان کر کہا جب مین اسکے پاس کھانا لیجاتا
یا اور کسی کام کیلئے جاتا تو اوسکا بھی اعتقاد اور اجتھاد اور دلسوزی پاتا غرض ضرورت
سے زیادہ دلسوزی بھی علت سے خالی نہین۔ خوارج حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
صرف دو باتون سے بگڑے جنمین ظاہر اکمال دینداری معلوم ہوتی تھے ایک حکم کا
مقرر کرنا جسکو اونہون نے شرک قرار دیا تھا اسوجہ سے کہ حکم خدا تعالی کا خاصہ تھے
دوسرا اوس مین شریک نہین ہوسکتا کما قال تعالی ان الحکم الا للہ دوسرے
یہ کہ مسلمانون سے اونہون نے لڑائی کیون اگر لڑنا ضرور تھا تو اونکا مال غنیمت کیون
نہ بنایا حالانکہ یہ دونون امر قرآن سے ثابت ہین اونکے زھد و تقوی کی یہ حالت تھی
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ جب چھ ہزار خوارج ایک مقام مین جمع
ہوئے تو مین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اجازت لیکر عمدہ لباس پہنکر اونکے پاس گیا
اونہون نے دیکھتے ہی کہا کہ اے ابن عباس یہ لباس کیسا مین نے جواب تو دیدیا
مگر اونکی حالت یہہ دیکھی کہ عبادت اور ریاضت مین کسی قوم کو اونکا نظیر نہین پایا صحابہ کو
نہ تابعین کو اونکے چہرے شب بیداری کی وجہ سے سوکھے سوکھے اور ہاتھ پانون
نہایت دبلے۔ جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جب علی کرم اللہ وجہہ نے خوارج کا

پیچھا کیا ہم اونکے لشکر کے قریب پہونچے اونکی حالت دیکھی کہ ہر طرف سے قرآن پڑھنے کی آواز آرہی ہے سب لوگ تہمد باندھے ہوئے اور ٹوپیاں اوڑھے ہوے یعنے کمال درجے کے زاہد و عابد نظر آئے یہ حالت اونکی دیکھتے ہی میرے دل پر سخت صدمہ ہوا اور مین گھوڑے سے اتر کر جناب باری کیطرف رجوع کیا اور نماز کی حالت مین یہ دعا کرنے لگا کہ الٰہی اگر اس قوم کا قتل کرنا طاعت ہو تو مجھے اجازت دے اور اگر معصیت ہو تو مجھے اوسپر مطلع فرمادے مین اسی حالت مین تھا کہ علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور فرمایا کہ۔ جندب خدا کے غضب سے پناہ مانگو اے جندب یاد رکھو کہ ہم مین سے دس شخص شہید نہ ہونگے اور اونمین سے دس نہ بچینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ طارق بن زیاد کہتے ہین کہ جب وہ لوگ قتل ہو چکے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک قوم ایسی پیدا ہوگی کہ بات سچی کھینگے مگر اونکے حلق کے نیچے نہ اترے گی اور دین سے وہ ایسے نکلے ہوئے ہون گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے اونکی علامت یہہ ہے کہ انمین ایک شخص سیاہ رنگ ہوگا جسکا ایک ہاتھ ناقص ہوگا اور اسپر چند سیاہ بال ہونگے انمین اوسکی تلاش کرو اگر وہ ملگیا تو سمجھو کہ تمنے بدترین خلق کو قتل کیا ورنہ بہترین خلق کو تمنے مارا یہ سنتے ہی صحابہ کو فکر مسعودی اور بے اختیار رونے لگے اور اوسکی تلاش مین سرگرم ہوئے چنانچہ تمام لاشونمین ڈھونڈ ڈھونڈ کر اسکو نکالا اوسکے ملتے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور تمام صحابہ سجدۂ شکر مین گرے۔

خوارج کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ حق تعالیٰ عجم مین ایک نبی پیدا کرے گا اور اسپر ایک کتاب نازل ہوگی جو آسمانون مین لکھی ہوئی ہے غرض جیسے یہ لوگ اپنے چند ہم مشربونکو مسلمان قرار دیکر دوسرونکو گمراہ ٹھیرائے تھے مولوی صاحب بھی وہی کر رہے ہین۔ ان واقعات سے کئی امور مستفاد ہوتے ہین ایک یہ کہ کمال دلسوزی اسلام اور مسلمانون کی حالت پر ظاہر کرنا دینداری اور حقانیت کی دلیل نہین ہوسکتی دوسرا کمال ریاضت و مجاہدہ و ترک دنیا حقانیت کی دلیل نہین ہوسکتی۔ تیسرا مسلمانون کو بے دین اور خود کو دیندار قرار دینا اہل باطل کا شعار ہے۔ چوتھا تمام مسلمانون کے خلاف مین ایک نئی بات ایجاد کرنا اور مسلمانونمین

تفرقہ ڈالنا خدا اور رسول کے پاس مذموم ہے۔

مولویصاحب کو اپنی طبیعت خداداد پر ناز ہے کہ ولی کو پہچان لیتے ہین اسیوجہ سے مرزا صاحب کو پہچان لیا اوسکی تصدیق مین ہمین کلام ہے جب صحابہ کو خوارج کی ولایت اور اونکے بہترین خلق ہونے کا گمان ہوا اور فی الواقع وہ دھوکا ثابت ہوا تو اب اون سے بڑھکر ولی کو کون پہچان سکتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ولی کو حق تعالیٰ پوشیدہ رکھتا ہے اگر مولویصاحب اس لحاظ سے کہ ولی را ولی می شناسد۔ اپنے کو ولی سمجھتے ہین تو یہ دوسری بات ہے صحابہ کی تو یہ حالت تھی کہ بجائے اسکے کہ اپنے کو ولی سمجھین خود اپنے ایمان کو متہم رکھتے تھے چنانچہ صحیح روایتو سے ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منافقون مین تو شریک نہین فرمایا حنظلہ رضی اللہ عنہ ایک وقت اپنی حالت قلبی دیکھکر بے اختیار کہہ اوٹھے کہ نافق حنظلہ یعنی حنظلہ منافق ہوگیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی اسکے ہمزبان ہوگئے یہ روایت صحاح مین موجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی ولایت تو کیا اپنی ولایت بھی ہر شخص کو معلوم ہونا ضرور نہین وجہ اسکی یہ ہے کہ ولایت افعال و اعمال کا نام نہین بلکہ وہ ایک نسبت ہے جو بندہ اور معبود کے بیچ مین ہوتی ہے جسکا ماحصل تقرب الٰہی ہے پھر جسکو تقرب الٰہی ہو تو ضرور نہین کہ دوسرے کا تقرب بھی اوسکو معلوم ہو اور جسکو تقرب ہی نہو تو کسی کا تقرب اوسے کیونکر معلوم ہوسکے۔ رہی یہ بات کہ اعمال صالحہ اور قرائن سے کسیکا تقرب معلوم کرین سو وہ قابل اعتبار نہین ہوسکتا بخاری شریف مین ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرجل لیعمل عمل اھل الجنۃ فیما یبدو للناس وھو من اھل النار وان الرجل لیعمل عمل اھل النار فیما یبدو للناس وھو من اھل الجنۃ۔ یعنے دیکھنے مین بعضون کے عمل جنتیون کے ہوتے ہین اور درحقیقت وہ دوزخی ہوتے ہین اور بعضونکے عمل دیکھنے مین دوزخیون کے ہوتے ہین اور وہ جنتی ہوتے ہین مطلب یہ کہ

ظاہری اعمال سے کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی ابھی قرامطہ اور خوارج کا حال معلوم ہوا بلعم باعور کا قصہ تفاسیر مین مصرح ہے کہ نہایت مقدس مستجاب الدعوات تھا اور بعض روایات سے تو اوسکی نبوت بھی معلوم ہوتی ہے مگر انجام کار بے دین ہوکر مرا جسکی مذمت قرآن شریف مین ہے ان تحمل علیہ یلهث او تترکه یلهث سورۂ اعراف ع ۲۲

شعر زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ رند از رہ نیاز بدار السلام رفت ۔ ہر شخص جس کسی کا مرید ہوتا ہے اوسکو ولی سمجھتا ہے پھر اون مین ایسے بھی لوگ ہوتے ہین کہ پیر و مرید دونون خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق ہین شعر اے بسا ابلیس آدم روے ہست پس بھر دستے نباید داد دست ؛ صحابہ کا زمانہ دوسرے تمام زمانون سے بہتر اور افضل ہونا اور اوسکے بعد ابتری اور خرابی بڑھتی جانا صحیح صحیح حدیثون سے ثابت ہے جب اُس زمانہ کا یہ حال ہو کہ صحابہ جن پر حسن ظن کرین وہ خوارج نکلین تو ہم آخری زمانے کے جن پر حسن ظن کرین خدا ہی جانے اونکی کیا حالت ہوا امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے الجواہر المکللہ فی الاحادیث المسلسلہ مین بسند متصل عروہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اکثر لبید ابن ربیعہ کے یہ اشعار پڑہا کرتی تھین ۔ ذہب الذین یعاش فی اکنافہم + وبقیت فی خلف کجلد الاجرب + یتحدثون مخافۃ وملامۃ + ویعاب قائلہم وان لم یشغب + یعنے جاتے رہے وہ لوگ جنکے پناہ مین زندگی بسر کیجاتی تھی اور رہگئی مین ایسے ناخلف لوگون مین جنکی حالت کھجلی بھرے اونٹ کے چمڑے کی سی ہے باتین کرتے ہین وہ لوگ خوف اور ملامت کی اور انمین کہنے والا اگرچہ کجروی نکرے عیب لگایا جاتا ہے عروہ اس حدیث کی روایت کرنے کے وقت کہا کرتے تھے کہ اگر عائشہ رضی اللہ عنہا ہمارے زمانے مین ہوتین تو معلوم نہین کیا کہتین ہشام جو عروہ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ عروہ اگر ہمارے زمانے مین ہوتے تو معلوم نہین کیا کہتے اسی طرح امام سخاوی رح تک ۔

واصل الروایۃ ہذا ۔ وبالسند المذکور الی ابی بکر بن شاذان حدثنا ابو بکر احمد بن محمد بن اسمعیل المہیتی بکسر الہاء والفوقانیۃ

وبینما المتحانیۃ وھو ثقۃ ثنا یعیش بن الجھم ثنی عن ابی حمزۃ ھو انس بن عیاض عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہا کانت تمثل بابیات لبید بن ربیعۃ۔

ذھب الذین یعاش فی اکنافھم + وبقیت فی خلف کجلد الاجرب + یتحدثون مخافۃ وملامۃ ویحک قاتلھم وان لم یشغب + قال عروۃ رحم اللہ عائشۃ کیف لو ادرکت زماننا ھذا وقال ھشام رحمہ اللہ عروۃ کیف لو ادرک زماننا ھذا وقال ابو حمزۃ رحم اللہ ھشاما کیف لو ادرک زماننا ھذا وقال یعیش رحم اللہ ابا حمزۃ کیف لو ادرک زماننا ھذا وقال الھیثی رحم اللہ یعیش کیف لو ادرک زماننا ھذا وقال ابن شاذان رحم اللہ الھیثی کیف لو ادرک زماننا ھذا وقال ابو الفتح رحم اللہ شاذان کیف لو ادرک زماننا ھذا وقال المبارک رحم اللہ ابا الفتح کیف لو ادرک زماننا ھذا وقال السلفی رحم اللہ المبارک کیف لو ادرک زماننا ھذا وقال ابو الحسن رحم اللہ السلفی کیف لو ادرک زماننا ھذا وقال الطبری رحم اللہ ابا الحسن کیف لو ادرک زماننا ھذا وقال کل من العفیف والقروی رحم اللہ الطبری کیف لو ادرک زماننا ھذا وقال لنا القرشی رحم اللہ القروی کیف لو ادرک زماننا ھذا وکذا قالت لنا مریم رحم اللہ العفیف کیف لو ادرک زماننا ھذا واقول رحم اللہ کلا من سمعنا منہ کیف لو ادرک زماننا ھذا

زبیر بن عدیؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے انس رضی اللہ عنہ کے پاس حجاج بن یوسف کی شکایت کی فرمایا صبر کرو جو زمانہ تم پر آتا ہے اوسکے بعد کا زمانہ اوس سے بدتر ہوگا یہ بات آپنے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے کما فی البخاری عن الزبیر بن عدی قال اتینا انس بن مالک فشکونا الیہ ما نلقی من الحجاج فقال اصبروا فانہ لا یاتی علیکم زمان الا الذی بعدہ شر منہ حتی تلقوا ربکم سمعتہ من نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ

جب حجاج کے زمانہ سے جسکو تخمیناً بارہ سو برس ہوتے ہین بدتری اور خرابی روز افزون ترقی پذیر ہے تو اس زمانہ کے فتنہ انگیز حجاج سے کس درجہ بڑھے ہوئے ہونگے سمجھ سکتے ہین کہ اوسکا فتنہ صرف جسم پر اثر کرتا تھا اور اس زمانہ کے فتنے ایمان پر اثر ڈالتے ہین اوس فتنے کا اثر اسی عالم تک محدود تھا ان فتنونکا اثر عالم اخروی مین ظاہر ہونیوالا ہے اوس فتنے کا اثر چند روز مین فنا ہوگیا ان فتنونکا اثر جسپر ہوا ابدالآباد باقی رہا ؎

ازین افیون کہ ساقی دمی افگند ۔ حریفان را نہ سرماند نہ دستار + حق تعالیٰ ہمکو اور ہمارے احباب اور جمیع اہل اسلام کو توفیق عطا فرمائے کہ اپنے ایمان کی قدر کرین اور ہر کس و ناکس کے فریب مین آکر ایسے گوہر بے بہا کو کھو نہ بیٹھین ۔

مولوی صاحب مرزا صاحب کی تائید اسلام اور تقدس سے متعلق جتنی باتین بیان کرتے ہین انکا انکار کرنے کی ہمین ضرورت نہین مگر یہ حقانیت کا قرینہ قطعیہ نہین ہوسکتا کتب تاریخ سے ظاہر ہے کہ حجاج بن یوسف نے بخارا سے ملتان تک صدہا شہر فتح کرکے سرحد اسلام مین داخل کردیا جنمین کرورہا اہل اسلام پیدا ہوے اور بفضلہ تعالےٰ اسی تائید کا اثر قیامت تک جاری رہیگا ۔ باوجود اسکے دیکھ لیجیے کہ اسلام مین حجاج ظالم کی کیا وقعت ہے ۔ یہ تو ہمارے دین کا خاصہ ہے کہ حق تعالیٰ اوسکی تائید بدکارون سے بھی کرایا کرتا ہے جیسا کہ صراحتاً اس حدیث شریف سے ظاہر ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر رواہ البخاری غرض مرزا صاحب کی تائید اسلام مین ہماری گفتگو نہین کلام ہے تو صرف اسمین ہے کہ مرزا صاحب عیسیٰ موعود بننا چاہتے ہین ۔ اگرچہ اسمین بھی ہمین کلام کرنے کی ضرورت نہین اسلئے کہ اس زمانہ مین نبوت تو کیا اگر کوئی خدائی کا بھی دعوی کرے تو کوئی نہین پوچھتا مگر چونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مین وہ تصرف کررہے ہین اسلئے ہم پر حق ہے کہ جہانتک ہوسکے اونکی حفاظت کرین اور اپنے ہم مشربون کو انکا اصلی مطلب معلوم کرادین اسپر بھی اگر کوئی نہ مانے تو ہمارا کوئی نقصان نہین ہمکو اپنا حق ادا کرنے کی ضرورت ہے وما علینا الا البلاغ ۔

مرزا صاحب لکھتے ہین کہ احادیث سے ثابت ہے کہ آخری زمانے مین مسلمانونکے صفات
اور حالات ایسے ہونگے جیسے مسیح ابن مریم کے مبعوث ہونے کے وقت یہود کی حالت
تھی بلکہ یہ لفظ یعنے (عیسیٰ ابن مریم اس عرض سے اختیار کیا گیا ہے تا ہر ایک کو خیال
آجائے کہ خدا یتعالی نے پہلے اون مسلمانونکو جنمین ابن مریم کے اترنیکا وعدہ دیا تھا یہود
ٹھیرلیا ہے جیسے یہودیونکا نام خدا یتعالی نے بندر اور سور رکھا اور فرمایا وجعل منھم
القردۃ والخنازیر اسی طرح اپنا نام عیسیٰ ابن مریم رکھدیا اور اپنے الہام مین فرمادیا
وجعلناک المسیح ابن مریم الخ پھر دس بیس صفات مذمومہ مثل بغض وحسد اور تفرقہ
وغیرہ جو اس زمانے کے بعض مسلمانون مین دیکھے جاتے ہین وہ اوس زمانہ کے یہود
مین بیان کئے جو عیسیٰ علیہ السلام کے مبعوث ہونے کے وقت تھے مقصود اس سے
یہ کہ اون لوگون مین یہ صفات ہونیکے وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اب
بھی وہی صفات اسوقت کے مسلمانون مین آگئے ہین اسلئے اب وہ یہود ہین اور عیسیٰ کی
اونکے لئے ضرورت ہے جیساکہ کہا جاتا ہے لکل فرعون موسیٰ اس صورت مین وہ عیسیٰ
مراد نہین جو نبی تھے بلکہ انکا مثل اور شبیہ مراد ہے۔ صفات مذمومہ جو دونون فرقون مین
مشترک بتائے گئے ہین اوسکا ثبوت کسی حدیث یا تاریخ کی کتاب سے نہین دیا گیا عیسیٰ
علیہ السلام کے نزول کا جن احادیث مین ذکر ہے اونمین نہ تو یہود کا نام ہے نہ اونکے
اون صفات کا ذکر جو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مین اونمین آگئی تھین۔ یہ مسلم ہے کہ
جبتک کسی قوم مین صفات مذمومہ نہین پائی جاتین اوس قوم مین نبی کے مبعوث ہونیکی
ضرورت نہین جیساکہ آیۃ شریف ان ارید الا الاصلاح سے ظاہر ہے اور وہ
صفات مذمومہ اوسی قسم کے ہوتے ہین جو بیان کی گئی ہین مگر اسمین قوم یہود کی تخصیص سمجھ
مین نہین آتی اگر کوئی خصوصیت تھی تو چاہیئے تھا کہ پہلے وہ خصوصیت قرآن وحدیث
سے بیان کیجاتی اوسوقت لکل یہودی عیسیٰ صحیح ہوتا جیسے لکل فرعون موسیٰ صحیح ہے یہ تو
اسواسطے صحیح ہے کہ فرعون کا سرکش ہونا اور موسیٰ علیہ السلام کا سرکوب ہونا ہر شخص
جانتا ہے اور یہ کوئی نہین جانتا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے یہود مین کونسی صفات

تھین جسکی اصلاح کیلئے عیسٰی علیہ السلام آے تھے اگر بالفرض وہ صفات معلوم بھی ہو لیتے تو دونون طرف علم توصیفی کہے جاتے جیسے لکل فرعون موسٰی مین ہے اگر زید شرارت کرے تو لازم موسٰی کہنا ہرگز محاورہ کے مطابق نہو گا یہی صورت یہان بھی ہو رہی ہے اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسقدر فرمایا کہ تم مین عیسٰی آئینگے یہ کسی حدیث مین نہین کہ تم یہود ہو جاؤگے یا تم مین یہود کے صفات آجائینگے اسلئے تم مین عیسٰی آئیگا البتہ یہہ ثابت تھے کہ آخری زمانیوالے امم سابقہ کی پیروی کرینگے چنانچہ بخاری شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت تا وسوقت تک قایم نہوگی کہ میری امت اگلی امتونکے پورے پورے صفات اختیار نکریگی صحابہ نے عرض کیا وہ لوگ فارس اور روم کے جیسے ہو جائینگے فرمایا اونکے سوا اور کون کنز العمال مین یہ حدیث بخاری سے نقل کیا تھے دیکھئے جلد ہفتم صفحہ ۱۷۳۔

اب اس تصریح کے بعد یہ کہنا کہ یہ امت یہود ہو جائے اسلئے کوئی عیسٰی آئیگا خلاف احادیث ہے۔

کنز العمال مین صدہا حدیثین خروج دجال اور نزول عیسٰیؑ اور تغیر حال امت اور علامات قیامت کے باب مین وارد ہین کوئی حدیث انمین ایسی نہین جس سے یہ معلوم ہو کہ امت مین یہود کے صفات پیدا ہو جائینگے اوسکی وجہ سے عیسٰی پیدا ہونگے پھر جسطرح فساد امت کے باب مین احادیث وارد ہین اوسکی مدح مین بھی آیات واحادیث وارد ہین چنانچہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر یعنے کل امتونسے یہ امت بہتر ہے اور احادیث مین وارد ہے کہ کبھی یہ امت گمراہی پر اتفاق نکریگی۔ اہل باطل اس امت کے اہل حق پر غالب نہونگے۔ بلکہ آخر امت کی بھی خاص خاص فضیلتین وارد ہین ارشاد ہوتا تھے کہ میرے امت کی مثال ایسی تھے جیسے بارش کا پانی نہین معلوم کہ اوسکا اول اچھا ہے یا آخر۔

کنز العمال جلد ۱ حدیث ۲۰۰

اور فرماتے ہین کہ وہ کیونکر ہلاک ہوگی وہ امت جسکے شروع مین مین ہون اور آخر مین عیسٰی ابن مریم اور بیچ مین مہدی جو میرے اہل بیت سے ہونگے۔

کنز العمال جلد ۱ حدیث ۱۹۵۷ و ۱۹۵۸

کنز العمال جلد ۱ حدیث ۱۱۱۸

حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ ایک روز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھا حضرت نے استفسار فرمایا کہ تمام اہل ایمان مین افضل کون لوگ ہین صحابہ نے عرض کیا کہ ملائکہ ہونگے فرمایا کہ اونکے ایمان مین کیا شک اونکا مرتبہ تو ایسا ہی ہے صحابہ نے عرض کیا انبیا ہونگے فرمایا اونکے ایمان مین کیا شک اونکا بھی ایسا ہی مرتبہ ہے عرض کیا شہدا ہونگے جو انبیا کے ساتھ حاضر رہے فرمایا اونکو خدا تعالے نے ایسا ہی مرتبہ دیا ہے کہ انبیا کیساتھ رہین فرمایا اونکے سوا کہو سب نے عرض کیا حضرت ہی فرماوین ارشاد ہوا وہ لوگ ہین جو ابتک موجود نہین ہوئے وہ میرے بعد پیدا ہونگے اور بغیر دیکھے کے مجھپر ایمان لائین گے اور صرف اوراق دیکھکر اوسپر عمل کرینگے ایمان والونمین یہ لوگ افضل ہین - انکے سوا اور کئی حدیثین اس امت مرحومہ کی فضیلت پر دال ہین ان احادیث سے اس امر کی تائید بخوبی ہوسکتی ہے کہ اس امت کی عظمت اور رفعت شان کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام جو نبی اللہ تھے وہی اس امت مین تشریف لائینگے اسلئے کہ دجال کا فتنہ جو اس امت مرحومہ کے اخیر مین ہونیوالا ہے ایک ایسا پر آشوب فتنہ ہے کہ خدا ہی اوس سے پناہ دے تمامی انبیا اپنی اپنی امتونکو اوس سے ڈراتے آئے چنانچہ بخاری شریف مین یہ حدیث مروی ہے ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الناس فاثنی علی اللہ بما ھو اھلہ ثم ذکر الدجال فقال انی لانذرکموہ وما من نبی الا انذر قومہ لقد انذر نوح قومہ ولکنی اقول لکم فیہ قولا لم یقلہ نبی لقومہ تعلمون انہ اعور وان اللہ لیس باعور یعنے ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑہا اور حمد کے بعد دجال کا ذکر کرکے فرمایا کہ مین اوس سے تمکو ڈراتا ہون کوئی نبی ایسا نہین گذرا جو اپنی قوم کو اوس سے نہ ڈرایا نہین یہانتک کہ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اوس سے ڈرایا لیکن مین ایک ایسی بات تمہین کہتا ہون کہ کسی نبی نے نہین کہی یاد رکھو کہ وہ کانا ہے - اور اللہ کانا نہین -

غور کرنے کی بات ہے کہ باوجودیکہ اس فتنہ کا وقت علم الہی مین معین تھا کہ قریب قیامت

حضرت کی آخر امت مین ہوگا مگر شہرت اوسکی نوح علیہ السلام ہی کے وقت سے ہے
دیکھی جس سے ہر فرد بشر پناہ مانگتا تھا اور انبیا ڈراتے رہے ۔ وہ فتنہ کس بلا کا ہوگا ۔
جسکی دھوم عالم مین قبل از وقوع واقعہ اسقدر مچی ہوی تھی حالانکہ دنیا مین صدہا بلکہ ہزارہا
از وقائع اور فتنے ہوے مگر کسی زمانے مین اونسے پناہ مانگی نہ گئی یہ فتنہ معمولی نہین
بلکہ قیامت کا نمونہ ہوگا کہ نقشہ قیامت کا پیش نظر کردیگا ۔ جو فتنہ غیر معمولی اور فوق طاقت
بشری ہو اوسکے دفع کرنیکا اہتمام بھی غیر معمولی طور پر ہونا مقتضاے حکمت ہے
جس سے اوس فتنے کی وقعت اور بھی زیادہ ہو جائے یعنے اس اہتمام سے یہ خیال
ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جسکے دفع کرنے کے لئے انبیاے اولوالعزم سے خاص ایک
نبی جلیل القدر مقرر ہو وہ کیسا فتنہ ہوگا ۔ غرض جسطرح تمام انبیا کا ڈرانا اہل ایمان کے
دلونکو متزلزل اور اللہ تعالے کے طرف پناہ لینے پر مضطر کرتا ہے عیسی علیہ السلام کو
خاص اوسکے دفع کرنے کیلئے متعین کرنا اوس اثر قلبی کو دوبالا کرتا ہے ۔ اور اسمین
بڑی مصلحت یہ ہے کہ کمال درجہ کی خصوصیت اس امت مرحومہ کی اور کمال درجہ کا
فضل و احسان اوسپر مبذول ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہرچند وہ فتنہ کتنا ہی
عظیم الشان ہو مگر اوس کے دفعیہ کی تدبیر بھی خاص طور پر پہلے ہی سے کردی گئی تاکہ
ہر مسلمان بصدق دل حق تعالی کا شکر گذار اور اپنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سو جان سے
نثار رہے کہ اونکی وجاہت اور درواری کے طفیل سے کیسی کیسی بلائین ہمارے سر سے
حق تعالی ٹال دیتا ہے اگر ایسی نعمت عظمی کی قدر ہم نکرین تو بڑی کفران نعمت ہے
حاصل یہ کہ اس امت کی خرابیان اس امر پر قرینہ نہین کہ عیسی فرضی ان خرابیونکو دفع
کرنے کے لئے آئیگا بلکہ اس امت کی جلالت شان اس امر پر قرینہ ہے کہ حق تعالے
اپنے فضل و کرم سے عیسی علیہ السلام کو مامور فرمایا کہ اشد ضرورت کے وقت تشریف
لاکر دشمن قوی کے ہاتھ سے اوسکو بچاوین اور اوسکے دشمن کو مقہور کرکے نئے سرے
سے اس امت کا سکہ تمام عالم مین جماوین اور خود بھی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے
امتی ہونے کا فخر جسکی ایک زمانہ دراز سے آرزو تھی حاصل کرین ذلک فضل اللہ

فی نزول عیسی علیہ السلام بوجہ خصوصیت و احترام امت امت نبوی ف دان

یؤتیہ من یشاء۔ یفعل اللہ ما یشاء ویحکم ما یرید حدیث مذکورۂ بالا مین آپ نے دیکھ لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین دجال کی وہ علامت تم سے کہتا ہون جو کسی نبی نے نہین کہی وہ یہ ہے کہ دجال اعور ہے اور اللہ اعور نہین اسکا مطلب آپ سمجھ گئے ہونگے کہ دجال الوہیت کا دعوی کریگا کیونکہ اسکے ذکر کے ساتھ اللہ تعالی کا ذکر کرنا اور اوسکو ایک صفت مخصصہ سے ممتاز کر دینا اس بات پر دلیل بین ہے کہ لوگونکو اوسکی شوکت اوسکی قدرت ظاہری سے اوسکی الوہیت کا گمان ہوگا۔ اور کیون نہو جسکو حقتعالی کے طرف سے اتنی قدرت حاصل ہو جائے کہ مردون کو زندہ کرنے لگے تو ضعیف الایمان لوگونکو اوسکی الوہیت کا شبہ ضروری ہوگا۔

اوسکا مردونکو زندہ کرنا اس حدیث شریف سے ثابت ہے جو بخاری شریف ص ۱۰۵۶ ہے ان ابا سعید الخدری قال حدثنا النبی صلے اللہ علیہ وسلم یوما حدیثا طویلا عن الدجال فکان فیما حدثنا بہ انہ قال یأتی الدجال وھو محرم علیہ ان یدخل نقاب المدینۃ فینزل بعض السباخ التی تلی المدینۃ فیخرج الیہ یومئذ رجل وھو خیر الناس او من خیار الناس فیقول اشھد انک الدجال الذی حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثہ فیقول الدجال ارأیتم ان قتلت ھذا ثم احییتہ ھل تشکون فی الامر فیقولون لا فیقتلہ ثم یحییہ فیقول واللہ ما کنت فیک اشد بصیرۃ منی الیوم فیرید الدجال ان یقتلہ فلا یسلط علیہ (۱) یعنے ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے بہت سے احوال بیان فرمائے منجملہ اونکے یہ ہے کہ وہ مدینہ مین داخل نہو سکیگا مگر کسی زمین شور مین اوسکے مقام کریگا اوسوقت ایک بزرگ اوسکے پاس جاکر کہین گے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تو ہی دجال ہے وہ اپنے ساتھیون سے کہیگا کہ اگر مین اس شخص کو قتل کر کے زندہ کرون تو کیا جب بھی میرے کام مین یعنے خدائی مین تمہین شک رہیگا لوگ کہین گے نہین تب وہ انکو قتل کر ڈالیگا پھر زندہ کرے گا وہ بزرگ زندہ ہوتے ہی کہین گے کہ ابتو تیرے دجال ہونے کا مجھکو اور بھی یقین ہو گیا۔ غرض اس قسم کی قدرتین اسکو حاصل ہونے کی وجہ سے

(۱) کذا رواہ الحاکم فی المستدرک والبیہقی ۱۲

لیکن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو خبردار فرمادیا کہ کتنی ہی قدرت اوسکو حاصل ہو مگر سمجھہ رکھو کہ وہ خدا نہین ہوسکتا کیونکہ وہ کانا ہے اور خدا کانا نہین ہے۔

ف دجال یا دریا نند

مرزا صاحب کہتے ہین کہ دجال کسی ایک آدمی کا نام نہین ہے بلکہ اوس سے گروہ پادریان مراد ہے انہون نے اونکو اسلئے اختیار کیا کہ اگر شخص معین مراد ہو تو اونکا دعوی عیسویت صحیح نہین ہوسکتا کسی شخص کو دجال معین کرکے بتلانا پڑتا اگرچہ ممکن تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بتادیتے اسلئے کہ وہ انکے سخت مخالف ہین مگر ان سب صفات کی تطبیق مشکل تھی غرض بمجبوری ایک گروہ کو دجال قرار دینے کی انہین ضرورت ہوئی۔

یون تو دجال کے باب مین بہت سی حدیثین وارد ہین مگر چونکہ مرزا صاحب بھی بخاری شریف کو بہت مانتے ہین جیسا کہ ازالۃ الاوہام وغیرہ سے ظاہر ہوئے اسلئے بالفعل ہم انہین دو حدیثون کو پیش کرتے ہین جو ابھی لکھی گئین انھین مین غور کیا جائے کہ آیا دجال ایک شخص معلوم ہوتا ہے یا ایک قوم ہے۔

ان حدیثون مین لفظ دجال مفرد ہے اگر جماعت مقصود ہوتی تو لفظ دجالون آتا جیسا کہ دوسرے احادیث مین وارد ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی امتی کذابون و دجالون یہ دجال لوگ دجال موعود نہین جسکے لئے عیسی علیہ السلام آئین گے صرف مشابہت کی وجہ سے وہ دجال ٹھہرائے گئے ہین کیونکہ دجال موعود کی خصوصیات اونمین پائی نہین جاتین پھر یہ دجال جنکی کثرت اس حدیث شریف سے معلوم ہوئی ہے مثل پادریون کے غیر محدود نہین بلکہ اونکی تعداد بعض روایات مین ستائیس اور بعض مین تیس تک وارد ہے۔ اور اون دجالون کی شناخت بھی حضرت نے فرمادی ہے کہ وہ سب یہ دعوی کرینگے کہ ہم اللہ کے رسول ہین اور چونکہ ابتک سنا نہین گیا کہ کسی پادری نے رسالت کا دعوی کیا ہو اسلئے کسی پادری پر لفظ دجال صادق نہین آسکتا اور اگر دجال سے پوری قوم پادریان مراد ہے جیسے مرزا صاحب ازالۃ الاوہام مین لکھتے ہین کہ لغت مین دجال جھوٹے گروہ کو کہتے ہین تو پہلے تو وہ قابل تسلیم نہین

ف کنز العمال ج ۷، حدیث ۱۸۹۸

ف کنز العمال جلد ۷، حدیث ۱۶۱۲

ف کنز العمال جلد ۷، حدیث ۱۶۱۲

اسلئے کہ یہ معنی لغوی بیان کئے گئے ہین جبتک کسی کتاب لغت سے نہ بتائے جائین قابل تسلیم نہین اور اگر بفرض محال تسلیم بھی کر لئے جائین تو ہمین یہان لغوی معنے سے بحث نہین ہمارا کلام اوسمین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کو جو استعمال فرمایا اوسکے معنی یہان کل قوم پادری ہو سکتے ہین یا نہین۔

حدیث مذکورۂ بالا مین مصرح ہے کہ دجال مدینہ شریف کی کسی زمین شور مین اتریگا اور یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ وہان اوسکا جانا قبل نزول عیسیٰ علیہ السلام ہوگا حالانکہ ہمین یقیناً معلوم ہے کہ کل گروہ پادریان نہ ابتک وہان پہونچا نہ آئندہ کے لئے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ سب کے سب جمع ہوکر تمام ایشیا اور یورپ کو خالی کرکے اوس زمین پاک مین جائینگے پھر مجموع گروہ پادریان لفظ دجال سے کیونکر مراد ہو سکتی ہے۔

پھر اون بزرگوار کا جنکا ذکر حدیث موصوف مین ہے لاکھون آدمیون کے مقابلہ مین جاکر یہ کہنا کہ اشہدانکم الدجال کیونکر صحیح ہوگا اوسوقت یون کہنا چاہیئے اشہد انکم الدجال یا انکم الدجال۔ اسیطرح اوسکا ساتھیون سے پوچھنا کہ اگر مین اوسکو مار کر زندہ کرون تو جب بھی تمہین شک باقی رہیگا کیونکر صحیح ہوگا۔ کیا اس جملے کو لاکھون پادری ہم زبان ہوکر ادا کرینگے اور سب ملکر یا تمہون ہاتھ اونکو مار ڈالین گے پھر سب ملکر زندہ کرینگے اسیطرح اوس بزرگ کا مخاطبہ (ما کنت اشد بصیرۃ فیک) صیغۂ واحد کے ساتھ وغیرہ ان قراین سے ہر شخص کا وجدان گواہی دیتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر اس ارشاد کے وقت ایک ہی شخص تھا یہ بات دوسری ہے کہ قرائن خارجیہ کے لحاظ سے کسی ضعیف الایمان کی عقل اوسکو تمیز نہین کرتی ہو جسکی پابندی مرزا صاحب کر رہے ہین ہمارا کلام صرف اوسی نقلی امر مین ہے جو حدیث شریف سے سمجھا جاتا ہے جسپر ایمان لانا ہر ایمان دار کو ضرور ہے۔

الحاصل ان حدیثون پر غور کرنیکے بعد کوئی یہ نہین کہہ سکتا کہ گروہ پادریون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال قرار دیا۔ انکے سوا کئی حدیثین ہین جن سے صاف ظاہر ہے کہ دجال پادریون کا نام نہین۔ چنانچہ منجملہ اونکے چند حدیثون کا مضمون

یہان لکہا جاتا ہے۔

۲۰۵۹ (۱) دجال[عہ] کی ماں باپ کو تیس سال تک اولاد نہوگی۔

(۲) دجال کا باواپنے قدکم گوشت ہوگا اور اوسکی ناک چونچ کے جیسی ہوگی اور اوسکی ماں کے پستان در از ہونگی۔

۲۰۷۵ (۳) دجال یہودی ہوگا۔ مرزا صاحب نصاری کے پادریونکو دجال کہتے ہین۔

۲۰۲۵ (۴) دجال کا حلیہ یہ ہے کہ وہ جوان ہوگا اور اوسکی تشبیہ ایک شخص کے ساتھ دی گئی جو حضرت کے زمانے مین موجود تھا اور صحابہ اوسکو پہچانتے تھے۔

۲۰۲۸ (۵) اوسکے دونون آنکھون کے درمیان کافر لکھا ہوگا۔

۲۰۳۵ (۶) اوسکو اولاد نہوگی۔

۲۰۵۹ (۷) جب وہ سوئیگا تو اوسکی آنکہین بند رہینگی اور دل بیدار۔

۲۰۲۷ (۸) وہ اصفہان کے بعض دیہات سے نکلیگا۔

۲۱۰۳ (۹) وہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ سیاحت کریگا۔

۲۰۹۹ (۱۰) نہرارون پر دجال کا مسلمانون کے ساتھ مقابلہ ہوگا مسلمان غربی جانب مین ہونگے اور وہ شرقی جانب مین۔

۲۱۰۳ (۱۱) عیسیٰ علیہ السلام اترتے ہی اوسکو اور اوسکے لشکر کو ہزیمت دینگے اور اوسکو قتل کرینگے اوسوقت ہر چیز یہانتک کہ دیوارین اور جھاڑونکی تہنیان مسلمانون کو پکار کر کہین گے کہ کافر یہان چھپا ہوا ہے اوسکو مارلو۔

۲۰۴۱ (۱۲) دجال کے زمانہ مین مسلمانون کی غذا تسبیح و تقدیس ہوگی جس سے اونکی بھوک جاتی رہیگی۔

۲۱۱۸ (۱۳) دجال جبل احد پر چڑھکر مدینہ شریف کو دیکھے گا اور اپنے ساتھیون سے کہیگا کہ سفید محل احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مسجد ہے۔ پھر مدینہ مین جانا چاہیگا مگر جانہ سکیگا اوسوقت مدینہ کو تین زلزلے ہونگے جن سے منافق اور فاسق نکل پڑینگے۔

انکے سوا اور بہت سے حالات اور خصوصیات دجال کے احادیث مین مذکور ہین جنمین سے چند علامات کو مرزا صاحب نے ازالۃ الاوہام مین ذکر کرکے بعض کو

عہ یہ کل حدیثین کنز العمال کے جلد ہفتم مین ہین سہولت کیلئے حدیث کے ہندسے لکھدئے ہین ۱۲

تو رد ہی کر دیا اور بعضون مین تاویلین کین۔

ف موضوعیت احادیث

اگرچہ محدثین بھی بعض احادیث کو موضوع اور بعض کو ضعیف ٹہرایا کرتے ہین لیکن اونکے پاس یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب تک کسی حدیث کے راویون مین کوئی جہوٹا حدیثین دل سے تراشنے والا ثابت نہو جائے اوسکی روایت کو ساقط الاعتبار نہین کر سکتے پھر اگر ایسا شخص کسی حدیث کے راویون مین پایا جانے کی وجہہ سے حدیث کو موضوع یا ضعیف ٹہیرا لیتے ہین تو جب بھی یہ کھٹکا اونکو لگا رہتا ہے کہ شاید وہ حدیث موضوع نہو اسلئے کہ آخر جہوٹا کبھی سچ بھی کہتا ہے اس وجہہ سے وہ تلاش کرتے ہین کہ وہ روایت کسی اور طریقہ سے آئی ہے یا نہین۔

غرض وہ کمال احتیاط سے کام لیتے ہین کیونکہ جو بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقع مین فرمائی ہو اوسکو لغو کر دینا یا نہ ماننا کمال درجہ کی بے ایمانی ہے حقتعالی فرماتا ہے

سورۂ حشر ع ۱ وما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا ترجمہ جو کچھہ تمہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین اوسکو لو اور جس سے منع کرین اوس سے باز رہو اس تحقیق و تنقیح سے مقصود یہ کہ واقعی طور پر حضرت کا فرمانا ثابت ہو جائے اس کام کیلئے انہون نے خاص ایک علم اصول حدیث مدون کیا ہے جسمین تحقیق و تنقیح کے قواعد مقرر ہین۔ اور ایک فن خاص راویان حدیث کی تحقیق کیلئے مدون کیا ہے جسکو فن رجال کہتے ہین اوس مین راویان حدیث کی سوانح میزان لکھے جاتے ہین۔ ہر محدث کا فرض ٹہیرایا گیا ہے کہ جس محدث سے ملاقات ہو خواہ وہ استاد ہو یا ہم عصر اوسکے حالات کی پوری پوری تحقیق کر کے اپنے شاگردون اور ملاقاتیون کو اوسپر مطلع کر دین تاکہ آئندہ آنیوالون کو اوسکے پورے احوال معلوم رہین جس سے اوسکی روایتون کے ضعف و قوت کا اندازہ کر سکین۔ کسی حدیث کے خلاف عقل یا نقل ہونے سے اوس حدیث کو وہ رد نہین کر سکتے جبتک اوسکا راوی مخذوش و مجروح ثابت نہو کیونکہ جب نبی کا ارشاد سچے لوگونکی روایت سے ثابت ہو جائے تو مومن کو اوسکا ماننا ضرور ہے اسمین عقل کو دخل ہی کیا جسنے لوگ کافر ہو گئے اکثر بلکہ کل کو عقل ہی نے تباہ کیا۔

مگر مرزا صاحب نے یہ نیا طریقہ ایجاد کیا ہے کہ جو حدیث اونکے مقصود کے مضر یا مخالف ہو
اوسکو صاف باطل کھدیتے ہین پھر اسپر بھی اکتفا نہین اوسکے ماننے والون کو مشرک
اور بے دین بھی ٹھیرا لیتے ہین دیکھ لیجئے جن احادیث مین دجال کے استدراج مثلاً زندہ
کرنا پانی برسانا وغیرہ امور مذکور ہین ذکر کرکے صاف لکھرہے ہین کہ یہ مسئلہ کونکر اعتقاد ہین
اب غور کیجئے یہ سب احادیث حدیثون کی کتابون مین موجود ہین اور ان کتابون پر کسکو اعتقاد
نہین تمام فقہا انہین کتابون سے استدلال کرتے ہین تمام اولیاء اللہ انہین سے استفادہ
کرتے ہین تمام اہل اسلام انہین کتابون کو اپنے دین کی کتابین سمجھتے ہین اگر بقول مرزا صاحب
یہ اعتقادات شرک ہین تو ان کتابون کو شرک سے بھری ہوی کہنا پڑیگا اور انکے جمع کرنیوالے
مشرک معاذ اللہ۔

العمال

ابھی معلوم ہوا کہ دجال کے زندہ کرنے کی حدیث بخاری شریف مین موجود ہے اور کنز
سے ظاہر ہے کہ تقریباً کل محدثین نے دجال کے اس قسم کے استدراج کی حدیثین بکثرت
روایت کی ہین اول درجہ مین ان حضرات پر الزام شرک کا عاید ہوتا ہے پھر اون کتابونکے
معتقدون پر جنمین جمیع اہل سنت وجماعت شریک ہین پھر یہ سلسلہ صرف محدثین
ہی پر ختم نہین ہوسکتا ان حدیثون کے کل رواۃ صحابہ تک اس الزام سے بچ نہین سکتے
اور بڑے غضب کی یہ بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمانا وہ بھی عین خطبہ مین
جو خاص احکام الٰہی پہنچانے کے لئے موضوع ہے کسقدر وحشت انگیز ہوگا۔

اس سے بڑھکر سنئے ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۲۲ مین لکھتے ہین کہ یہ اعتقاد بالکل فاسد اور غلط
اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بناکر اونمین پھونک مارکر انہین سچ مچ
کے جانور بنا دیتا تھا۔ یہ مشرکانہ خیال کس اعتقاد کے نسبت جو قرآن شریف سے ثابت ہے

سورۂ مائدہ ع ۱۵ قال اللہ تعالیٰ واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی

یعنے عیسیٰ علیہ السلام مٹی سے پرندے بناکر انمین پھونکتے تو حق تعالےٰ کے اذن سے
وہ پرندے ہوجاتے تھے اسکے بعد ہمین تقریر کرنے کی کوئی ضرورت نہین اہل ایمان
خود سمجھ سکتے ہین کہ اس سے بڑھکر اور کیا بے باکی ہوگی **للشعر**۔

آن کس کہ زقرآن وخبر زو زدھی ؛ آنست جوابش کہ جوابش ندھی + ہمنے مانا کہ مرزا صاحب ان احادیث مین تاول کرکے اپنے مرضی کے موافق بنا لیتے ہین مگر اسکا کیا جواب ہوگا کہ خود ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۰۴ مین تحریر فرماتے ہین کہ النصوص تحمل علی الظواہر مسلم ہے یعنے یہ بات مسلم ہے کہ نصوص کے ظاہری معنے لئے جاتے ہین اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ وغیرہم نے ان احادیث کے معنی وہی سمجھتے جو شل روز روشن ظاہر و باہر ہین اور اوسپر قرینہ قطعیہ یہ ہے کہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی تاویل کی طرف کبھی اشارہ فرمایا نہ صحابہ سے کوئی تاویل مروی ہے نہ کسی محدث و فقیہ نے تاویل کی بلکہ جہان اونکا مضمون بیان کیا وہی بیان کیا جو ہر شخص سمجھتا ہے بہرحال تاویل نکرنے والے شروع سے آخر تک بقول مرزا صاحب مشرک ٹھیر رہے ہین جنکی کوئی دوسری بات بھی قابل اعتبار نہین رہسکتی اسلیے کہ مستند اور معتبر تو وہ شخص ہوسکتا ہے جو متدین ہو اور آدمی کو غیر متدین بنانے والی شرک سے بڑھکر کوئی چیز نہین ہوسکتی۔

مرزا صاحب نے اس مسئلہ مین اپنی تمام جودت طبع صرف کرکے ایسے ایسے مضامین تحریر فرمائے ہین کہ کسیکو ابتک نہ سوجھے۔ شرک کی وہ ڈاٹ بتائی کہ بھولے بھولے خوش اعتقاد لوگ گھبراکر مرزا صاحب کا کلمہ پڑھنے لگے اور شدہ شدہ ایک گروہ بن گیا۔

ابھی آپکو معلوم ہوچکا کہ یہ کوئی نئی بات نہین اسی قسم کا شرک آیۂ شریفہ ان الحکم الا للہ سے ثابت کرکے حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذمے لگایا گیا تھا۔ جس نے بہتون کو راہ استقامت سے ہٹاکر زمرہ خوارج واہل ہوا مین شریک کردیا۔ جنکا سلسلہ آجتک ختم نہین ہوا مگر اہل حق اس شرک مصنوعی کو عین ایمان سمجھکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اتباع سے ایک قدم نہ ہٹے اب بھی اہل ایمان کو چاہیئے کہ کمال استقلال سے اپنے قدیم عقیدہ پر ثابت قدم رہین ورنہ وہی خوارج کا حال ہوگا۔

اس موقع مین بھی جب ہم سلف صالح پر نظر ڈالتے ہین تو کل اہل سنت وجماعت بلکہ کل امۃ مرحومہ کا اتفاق اور صحابہ کا اجماع اس شرک مصنوعی پر مرزا صاحب کی مخالفانہ توحید کو محل خطر مین ڈال رہا ہے ؎ ترسم کہ صرفہ نبرد روز بازخواست ؛ نان حلال شیخ زآب حرام ما

سورہ نسا ع ۱۷

اور یہ آیۂ شریفہ وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا اس نئے ایمان کیطرف ایک قدم بڑھنے نہین دیتی اور بے اختیار یہ شعر زبان پہ جاری ہوجاتا ہے ؎ ہرچہ گیرد علتے علت شود ۔ کفر گیرد کاملے ملت شود۔

ابھی آپ سن چکے ہین کہ جو لوگ اہل حق کے مخالف ہین اگر وہ قرآن بھی پڑھکر سناتا چاہین تو نہ سننا چاہیئے اگر اتباع حق منظور ہو تو احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ اور سلف صالح کو اپنا مقتدا بنائے اور سیدھے اونکے پیچھے پیچھے ہی چلئے جب تو امید قوی ہے کہ وہین پہونچوگے جہان وہ حضرات پہونچگئے ہین اور اگر آپ نے انکی راہ چھوڑ دی تو یاد رکھیئے کہ اونسے تو آپ نہین مل سکتے اور سوائے پریشانی کے کوئی فائدہ نہوگا اُن حضرات کا طریقہ چھوڑتے ہی پہلے پہل بہتّر راہین آپکے پیش نظر ہوجائینگی جن پر ایک ایک گروہ قرآن وحدیث لئے ہوئے آپکو اپنی طرف کھینچتا ہوگا پھر مختلف دین وآئین والے دلائل عقلیہ کی تلوارین کھینچکر آپ پر ہجوم کرین گے جن سے دین وایمان کا بچانا مشکل ہوگا اگر آپ اپنے ایمان کی سلامتی چاہتے ہو تو اس فقرہ پر عمل کیجئے جو کسی بڑے تجربہ کار کا قول ہے ۔ یک در گیر محکم گیر۔

کلام اوس حدیث شریف مین تھا جو بخاری مین ہے تعلمون انه اعور وان الله لیس باعور سمجھہ رکھو کہ دجال اعور ہے اور اللہ اعور نہین ۔ مرزا صاحب اسکے یہ معنی بتاتے ہین کہ دجال سے مراد فرقہ پادریان ہے اور انکا اعور ہونا یہ تھے کہ اونکو دین کی عقل نہین صرف ایک آنکھ ہے یعنے عقل معاش ہے اگر اسکے یہی معنی قرار دئے جائین تو اسکا حاصل مطلب یہ ہوگا (یاد رکھو کہ پادریون کو دین کی عقل نہوگی اور اللہ تعالے کو دین کی عقل ہوگی) اسکا مطلب ہماری سمجھہ مین نہین آتا ۔ خدا یتعالی تو خالق عقل ہے مسلمان تو کیا کافر بھی یہ خیال نہین کرسکتا کہ کسی زمانہ مین خدائے تعالی کو دین کی عقل ہوگی یا نہوگی پھر اس اہتمام اور تاکید سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ان اللہ لیس باعور کیونکر صحیح ہوگا کیا صحابہ سے کسی نے یہ خیال کیا ہوگا کہ دجال یعنے پادریون کو تو دین کی عقل نہوگی مگر خدا یتعالی کو بھی ہوگی یا نہوگی جسکے جواب مین

حضرت یہ فرماوے ہین کہ ضرور ہوگی معاذ اللہ صحابہ کی یہ شان نہین کہ ایسا رکیک خیال کرین پھر اگر دجال سے مراد گروہ پادریان ہو تو وہ گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین بھی موجود تھا چنانچہ خود قرآن شریف مین انکا ذکر ہے اور انکو دین کی عقل نہونا بھی ثابت ہی کہ باوجودیکہ معجزات اور آیات بینات بچشم خود دیکھتے مگر ایمان نہین لاتے تھے۔

اس زمانے کے بیچارے پادریون نے تو ایک بھی معجزہ نہین دیکھا در اصل اگر اعور کے یہی معنی ہین تو یہ لفظ انہی کیواسطے زیبا ہے اونکے مقابلہ مین انکو اعور کہنا چاہیئے۔ اور اوس دجال اعور کے قتل کے واسطے نہ عیسیٰ کی ضرورت تھی نہ مثیل عیسیٰ کی کیونکہ اوس دجال کے وقت مین خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس موجود تھے چنانچہ ارشاد فرماتے ہین کہ اگر دجال میرے وقت مین نکلے تو مین خود اوسکا مقابلہ کرونگا تمھاری ضرورت نہین کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم رواہ احمد ومسلم وابو داؤد والترمذی وابن ماجۃ ہان دجال ارمد کیلئے اگر مثیل عیسیٰ کی ضرورت ہو تو وہ دوسری بات ہے مگر ہم نہ اس دجال ارمد کو دجال موعود کہہ سکتے ہین نہ اوس کے قاتل کو عیسیٰ موعود یہ دجال و عیسیٰ دونون مانحن فیہ سے خارج ہین ہمارا کلام اوس دجال مین ہے جس سے نوح علیہ السلام سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیا نے اپنی اپنی امتون کو ڈرایا اور حضرت نے اپنی امت کو اوس سے ڈرا کر اوسکی علامتین بتلادین وہ دجال مرزا صاحب والا دجال ہرگز نہین ہو سکتا ورنہ ان اللہ لیس باعور فرمانا کسی طرح صادق نہین آسکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی علامتین جو بکثرت بیان فرمائین جنمین سے چند اوپر مذکور ہوئین اوس سے مقصود حضرت کا صاف ظاہر ہے کہ صرف خیر خواہی امت تھے تاکہ علامتین اپنے دشمن کی معلوم کر رکھین اور موقع پر اوسکو پہچان کر اوسکے شر سے بچین مگر مرزا صاحب کو یہ خیر خواہی منظور نہوی۔ بالفرض اگر مرزا صاحب کی چل جاے اور پادریون ہی کو دجال سمجھ بیٹھین اور دجال اعور وقت مقررہ پر نکل آئے اور ضرور نکلیگا تو اوسوقت یہ اوس سے خالی الذہن رہین گے اور جو مقصود آنحضرت

ارمد ہے اوس شخص کو کہتے ہین جسکی آنکھ مین رمد ہے آشوب ہو

کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۱ شمارہ (۲۵ ۲) و صفحہ ۱۹۷ شمارہ (۲۰۰۵۵)

صلی اللہ علیہ وسلم کا اوسکی علامات بیان فرمانے سے سمجھا وہ تو خدانخواستہ فوت ہوجائیگا معلوم نہین اس سے مرزا صاحب کا کیا فائدہ ہوگا اور حضرت کو کیا جواب دینگے ازالۃ الاوہام اور مناظرہ مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب بھی بخاری شریف کو اصح الکتب سمجھتے ہین۔ پھر اوسکی روایات مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے کہ دجال الوہیت کا دعوی کریگا اور مردہ کو زندہ کریگے اوسکی تصدیق بھی کر دکھائیگا تو اب مرزا صاحب کا پادریون کو دجال قرار دینا بیموقع ہے اسلئے کہ بیچارے پادریون مین تو سوائے معمولی باتون کے ایک بھی بات ایسی پائی نہین جاتی جس سے کوئی جاہل سے جاہل بھی اونکی خدائی کا خیال کرے ان سے بچانے کیلئے تو ایک ہی عام حکم کافی ہے قولہ تعالے یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاری اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم سورۂ مائدہ ۸ یعنے جو کسی یہودی یا نصرانی کو دوست رکھیگا وہ بھی انہین مین ہے اسیوجہ سے پادریونکو کوئی جاہل مسلمان بھی دوست نہین رکھتا اور جو دل سے دوستی رکھتا ہے وہ کرستان ہوہی جاتا ہے اسمین پادریونکا کیا قصور جن پر طمع دنیوی غالب ہوتی ہے ہمیشہ اونکے دین وایمان کی یہی کیفیت رہی ہے دجال اعور اصطلاحی مرزا صاحب خود طمع دنیوی اور پیٹ کے دھندے مین گرفتار تھا چنانچہ اوسکا انجیل مین تحریف کرنا اسی غرض سے تھا کہ کچھ پیسے ملجائین قال اللہ تعالی فویل للذین یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا اور دجال ارمد بھی اسی آفت مین پھنسا ہوا ہے اوسکو دعوی الوہیت سے کیا سروکار وہ بیچارا تو سرراہ پٹا کرتا ہے سورۂ بقرہ ۸ اور اپنی مظلومی کو باعث فخر سمجھتا ہے قتل کرکے زندہ کرنا تو درکنار گورنمنٹ کے خوف سے کسی کو قتل کی تھدید بھی نہین کرسکتا۔

مرزا صاحب ہندوستان کے پادریون کے فتنے جس قدر بیان کرتے ہین سب واقعی ہین مگر ایسے فتنے تو ہمیشہ اس امت مین ہوتے ہی رہے ہین شروع سے دیکھئے کیا یزید کا فتنہ کم تھا اوس کے بعد حجاج کا فتنہ جس سے صحابہ اور تابعین الحذر کرتے تھے علی الاتفاق

قرامطہ اور چنگیز خان و ہلاکو وغیرہ کے فتنے عرب عجم افریقہ وغیرہ بلاد اسلام مین ہوتے ہی رہے ہین پادریون کا فتنہ ہندوستان مین ان فتنون کے پاسنگ مین نہین انکا اثر تو انہین لوگون پر ہوتا ہے جو ضعیف الایمان اور طمع دنیوی مین گرفتار ہین ۔

پھر مرزا صاحب جو ہندوستان کے پادریون کو دجال قرار دیتے ہین اونکو پہلے یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ دجال کا فتنہ ہندوستان کے ساتھ خاص ہے اور ممکن نہین کہ کسی حدیث سے یہ ثابت ہو سکے کہ دجال ہندوستان مین نکلیگا برخلاف اسکے احادیث مذکورۂ بالا سے ثابت تھے کہ وہ اصفہان کے دیہات سے نکلیگا اور حرمین شریفین وشام مین پہونچیگا حالانکہ پادریون کا ان دونون جگھہ گذر ہی نہین ان تصریحات کے بعد ہندوستان والے پادریون کو دجال سمجھنا ہرگز صحیح نہین ہو سکتا ۔

مرزا صاحب کو دجال کی تلاش کرنے کی ضرورت اسوجہہ سے ہوی کہ عیسویت اور مہدویت کا دعوی بغیر اوسکے صحیح نہین ہو سکتا کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ ان تینون کے ظہور کا زمانہ بہت ہی قریب قریب ہے ۔ مرزا صاحب نے اس موقع مین کمال ذہانت سے کام لیکر ان تینون کا اتفاق پبلک کے سامنے پیش کر دیا کہ خود تو مہدی اور عیسی ہین اور پادری دجال ۔ انکے پہلے جن لوگون نے مہدویت کا دعوی کیا تھا اونمین کسی کو یہ نہ سوجھی اُنہون نے صرف یہ خیال کر لیا تھا کہ دعوی مہدویت کے زمانہ مین عیسی علیہ السلام کی ضرورت ہے نہ دجال کی کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ امام مہدی علیہ السلام نصاری کے ساتھ پہلے جنگ کرینگے اوس کے بعد دجال نکلیگا اوسوقت عیسی علیہ السلام آسمان سے اترینگے انہون نے سونچ رکھا تھا کہ دجال اور عیسی کی خبر اگر پوچھی جائیگی تو کہدیا جائیگا کہ وہ بھی ابھی آتے ہین مرزا صاحب نے اس سوال و جواب کی بھی ضرورت باقی نہ رکھی کیونکہ جب دجال مہدی عیسی اکھٹے ہو گئے تو اب کونسی حالت منتظرہ ہے جسکے پوچھنے کی ضرورت ہو ۔ غرض بید ھے سادھے مسلمان اون لوگون کے دعوؤن کو بھی قبول کرتے رہے اور لاکھون کا مجمع اون کے ساتھ ہو گیا اب بھی وہی کیفیت ہے ۔

اصل وجہ اسکی یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی بہت سی علامتین ذکر فرماکر آخری علامتون مین یہ فرمادیا تھا کہ مہدی نکلینگے اور اسلام کی تائید مین نصاری سے سخت جنگ کرکے فتح پائینگے اور پھر دجال نکلیگا اور اوسکو عیسیٰ علیہ السلام قتل کرینگے چونکہ ہر مسلمان کا کامل اعتقاد ہے کہ حضرت کی جملہ پیشین گوئیان باطلاع وحی الٰہی تھین جیساکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى اسلئے جب وہ کوئی تغیر اور نئی بات دیکھتے فوراً قیامت اونکی پیش نظر ہوجاتی اسکا انتظار صحابہ ہی کے زمانہ سے شروع ہوگیا تھا چنانچہ ابن صیاد یہودی سے جب بعض خوارق عادات صادر ہونے لگے تو بعض صحابہ کو گمان ہوگیا تھا کہ کہین یہی دجال نہو چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اوسکے قتل کا ارادہ مصمم کرلیا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو روک دیا کہ اگر یہی دجال موعود ہے تو اوسکو تم قتل نہین کرسکتے اوسکا قتل عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مقدر ہے اور اگر وہ نہین ہے تو اسکا قتل بیجا ہے۔ سورۃ النجم ع ۱

یہان یہ خلجان ہوتا ہے کہ دجال کا واقعہ تو قیامت کے قریب ہونیوالا ہے جیسا کہ صحیح صحیح احادیث سے ثابت ہے تو عمر رضی اللہ عنہ نے اوسی زمانہ مین اوسکو دجال کیون سمجھا اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج مین نہایت حزم و احتیاط تھی جسکا حال اونکی سوانح عمری سے ظاہر ہے چنانچہ مشہور ہے کہ شجرہ بیعت رضوان باوجودیکہ متبرک مانا جاتا تھا اور لوگ دور دور سے اوسکی زیارت کو جاتے تھے مگر انہون نے اس احتیاط کے لحاظ سے کہ کہین پرستش شروع نہوجائے اوسکو کٹوا ڈالا۔ غرض جب آپ نے دیکھا کہ ابن صیاد یہودی بھی ہے اور خوارق عادات بھی کچھ کچھ اوس سے صادر ہورہے ہین اور دجال مین بھی یہی باتین ہونگی اپنے اقتضائے طبع کے مطابق حفظ ماتقدم اور حزم کے لحاظ سے چاہا کہ ابتداہی مین اس شجرہ خبیثہ کی بیخ کنی کردیجائے یہان ایک اور شبہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یقینی طور پر کیون نہین فرمادیا کہ وہ دجال ہے یا نہین۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو منظور ہے کہ قیامت کا وقت مبہم رہے اور یہ بھی معلوم نہو کہ وہ بہت دور ہے تاکہ مسلمان

کا ہر وقت خیال لگا رہے کہ شاید وہ ابھی قایم ہوجاے جسکی وجہ سے عمل خیر مین سباعی
رہین ارشاد ہوتا ہے ویسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا قل انما علمھا سورۂ اعراف
عند ربی لا یجلیھا لوقتھا الا ھو ثقلت فی السموات والارض لا تاتیکم ع ۱۲
الا بغتۃ یسئلونک کانک حفی عنھا قل انما علمھا عند اللہ - ترجمہ
آپ سے پوچھتے ہین کہ قیامت کا کب ٹھیراؤ ہے کہیئے اوسکی خبر تو میرے رب ہی
کے پاس ہے وہی کھول دیگا اوسکو اپنے وقت بہاری ہے وہ آسمان اور زمین مین
وہ تم پر آویگی تو یکایک آوے گی۔ ایسے پوچھنے لگتے ہین گویا آپ اوس کے تلاش
ہو تو آپ کہیئے کہ اوسکا علم خاص اللہ کے پاس ہے -
اور یہ بھی ارشاد ہے ویقولون متی ھو قل عسٰی ان یکون قریباً - یعنے لوگ سورۂ بنی اسرائیل
پوچھتے ہین کہ قیامت کب ہے آپ کہیئے کہ شاید وہ قریب ہی ہو اور آنحضرت ع ۵
صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر فرمایا کرتے کہ مین قیامت کے قریب مبعوث ہوا ہون -
غرض ان آیات واحادیث سے قیامت ہر وقت صحابہ کے پیش نظر رہتی تھی اور
اپنی عادت کے مطابق قریب کے معنے سمجھتے تھے یہ کیا معلوم کہ اللہ تعالے کی
پاس قریب کس مقدار کے زمانہ کا نام ہے وہان تو ایک دن ہزار برس کا ہے کما
قال تعالٰی وان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون یعنے ایک دن سورۂ حج ع ۵
تمہارے رب کے پاس اون ہزار سال کے برابر ہے جو تم شمار کرتے ہو - اس حساب
سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آجتک ڈیڑھ دن بھی نہین گذرا اگر اوس
زمانہ مین کہا جاتا کہ قیامت کل ہے تو بھی دو ہزار سال تک کسی کو پوچھنے کا حق نہ تھا
اور فردائے قیامت اوسپر برابر صادق آسکتا -
غرض مصلحت الہی اسکو مقتضی ہے کہ قیامت کا حال پوشیدہ رہے اور لوگ اوسکو قریب
سمجھتے رہین چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعلی درجہ کے مرضی شناس حق تعالی کے تھے
اسوجہ سے ابن صیاد کے دجال موعود ہونے کی نہ آپ نے تصدیق کی نہ انکار فرمایا
بلکہ ایک ایسا مجمل کلام فرمادیا کہ مقصود فوت نہو یعنے ارشاد ہوا کہ اگر یہ وہی دجال ہے تو تم

اوسکو مار نہ سکو گے اور اگر نہین ہے تو اسکا قتل بیجا ہے۔

ذکر ابن صیاد

اب ابن صیاد کا بھی تھوڑا حال سنئے کہ کیسا پہلو دار ہے جامع ترمذی مین ابو بکرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دجال کی ماں باپ کو تیس برس تک بچہ نہوگا اور اوس کے بعد ایک لڑکا ہوگا ایک چشمی جسکا ضرر زیادہ ہوگا اور نفع کم اوس کے سونے کی کیفیت ہوگی کہ آنکھون مین تو نیند رہے گی اور دل ہوشیار اور باپ اوسکا بہت بلند قد کم گوشت اوسکی ناک چونچ کے جیسی ہوگی اور اوسکی ماں موٹی دراز پستان ہوگی ابو بکرہؓ کہتے ہین کہ اوس کے بعد ایک لڑکے کی شہرت ہوئی کہ عجائب روزگار سے ہے مین اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اوسکے گھر گئے دیکھا کہ ایک مرد اور اوسکی عورت کا وہی حلیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا ہمنے اوسسے پوچھا کہ تمھین کوئی لڑکا بھی ہے اونہون نے کہا کہ تیس برس کے بعد ہمین ایک لڑکا پیدا ہوا جو ایک چشمی ہے اوس سے نقصان بہت ہے اور نفع کم۔ سوتا ہے تو آنکھین بند رہتی ہین اور دل ہوشیار۔ ہم اونکے پاس سے جب نکلے تو وہ دھوپ مین کچھ اوڑا ہوا پڑا اگنگنا رہا ہے ہماری آہٹ سنکر پوچھا کہ تم کیا کہہ رہے تھے ہمنے کہا کہ کیا تو نے سنا کہا ہان میری آنکھین سوتی ہین اور دل جاگتا ہے۔ مسلم شریف مین ہے کہ ابو سعید خدریؓ کہتے ہین کہ ایکبار سفر حج مین میرا اور اوسکا ساتھ ہوا اوس نے بہت سی باتین کہین کہ صحابہ مجھے دجال سمجھتے ہین حالانکہ دجال چنین وچنان ہے اور وہ باتین مجھ مین نہین ہین اسکی باتین میرے دل مین اثر کر رہی تھین کہ کیسنے پوچھا کہ اگر تو ہی دجال ہو تو مجھے اچھا معلوم ہوگا یا نہین کہا اگر وہ خدمت پیش کیجاے تو مین اوسکو مکروہ نہ سمجھونگا اور پھر اوس نے کہا کہ خدا کی قسم دجال کی پیدایش کی جگہ اور اوس کا مقام مین جانتا ہون اور یہ بھی جانتا ہون کہ اب وہ کہان ہے ابو سعید خدریؓ کہتے ہین کہ یہ باتین سنکر مجھے پھر اشتباہ ہو گیا انتھی ملخصاً۔

ص ۳۰۵ کنز العمال ج ۷

ابن عمرؓ کہتے ہین کہ ابن صیاد مدینہ شریف کے کسی راستہ مین مجھسے ملا اتنا بھولا کہ

راستہ بھر گیا مین نے اوسکو دُتکار کر کہا کہ تیری کچھہ قدر نہین یہ کہتے ہی وہ سمٹ گیا اور مین راستہ پاکر چلا گیا انتہی ملخصاً۔

اسکے سوا اوس کے اور بہت سے واقعات ہین جن سے صحابہ کو اوسکے دجال ہونے کا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ ابن صیاد کے دجال ہونے پر دس قسمین کہانا بہتر سمجھتا ہون اس سے کہ اوس کے دجال نہونے پر ایک قسم کھالون یعنے دس حصہ گمان ہے کہ وہی دجال ہوگا۔ صد ۳۰۰۳ کنز العمال ۷۶

پھر موت مین بھی اوسکے اختلاف ہے بعض روایات سے اوسکا مرنا معلوم ہوتا ہے مگر سنن ابی داؤد مین یہ روایت ہے کہ جابرؓ کہتے ہین کہ جس زمانہ مین یزید کا لشکر مدینہ طیبہ پر آیا تھا ابن صیاد گم ہو گیا۔ الحاصل جب منظور الٰہی تھا کہ علی التعین قیام قیامت کا زمانہ کسی کو معلوم نہو اور اوسکو دور بھی نہ سمجھین جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے تو حکمت بالغہ مقتضی ہوی کہ حضرت ہی کے زمانہ مین ایک ایسا شخص پیدا ہو کہ اوسکے دجال ہونے کا گمان تمام مسلمانون کو ہو جائے اور اوسکے ظہور سے خائف و ترسان رہکر اپنے ایمان کے استحکام کی فکر مین لگے رہین اور خدائے تعالےٰ سے پناہ مانگا کرین کہ الٰہی اوس کے فتنے سے ہمین بچائیو اسی وجہہ سے ہمارے خیر خواہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمین تعلیم فرمادی کہ ہر نماز کے آخر مین یہ دعا کیا کرین۔ واعوذبک من شر فتنۃ المسیح الدجال۔

آپ حضرات اس تقریر سے سمجھ گئے ہونگے کہ اوس زمانہ مین نہ ابن صیاد کوئی ایسا شخص تھا کہ اوسکی ذات سے کچھہ خوف ہو نہ اوسکے دجال سمجھنے سے یہ خیال کیا گیا کہ اوس حالت موجودہ کے لحاظ سے وہ قابل خوف تھا۔ چنانچہ مسلم شریف مین یہ روایت موجود ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اوسکو ایک لکڑی ایسی ماری کہ اوسکے جسم پر ٹوٹ گئی حالانکہ وہ بھی قسم کھا کر کہتے تھے کہ مسیح الدجال یہی ابن صیاد ہے جیسا کہ ازالۃ الاوہام مین لکھا ہے البتہ خوف اوسکے اوس فتنے کا تھا جو قیامت کے قریب ہونیوالا ہے جسکے انسداد کی غرض سے عمر رضی اللہ عنہ نے اوسکو قتل کرنا چاہا اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فان یکن الذی تخاف لن تستطیع قتلہ رواہ مسلم (۱) یعنے اگر یہ وہی دجال ہے جس سے تمھین خوف ہے تو تم اوسکو قتل نہین کر سکتے بلکہ عیسیٰ ابن مریم اوسکو قتل کرین گے رواہ احمد بن حنبلؒ۔

اصل واقعات ابن صیاد کے یہ تھے جو مذکور ہوے مرزا صاحب کو چونکہ عیسویت جمانے کی غرض سے دجال کی بہت تلاش تھی کمال پریشانی مین لفظ دجال ابن صیاد کے نسبت جو مل گیا بیخود ہو گئے کہ اب کیا ہے دجال کو مار لیا چنانچہ فرماتے ہین کہ دجال معہود حضرت ہی کے زمانہ مین مر گیا اب اوخود رفتہ ہین کبھی تو تمام اہل سنت وجماعت پر بلکہ تمام اہل اسلام پر حملہ کر رہے ہین کہ یہ سب مشرک ہین کہ دجال موعود کو خدا کا شریک بنا رہے ہین کبھی اکابر علماے امت پر وار ہے کہ ان ملاؤن نے دجال کو ہوا بنا رکھا ہے کبھی اکابر محدثین پر طعن ہے کہ اونکی ایک کتاب بھی خواہ بخاری ہو یا مسلم قابل اعتبار نہین چنانچہ لکھتے ہین کہ دجال کے آخر زمانی مین نکلنے کی حدیثین بخاری ومسلم وغیرہ مین ہین اور ابن صیاد کے دجال ہونے کی روایتین بھی انہین مین ہین اسلئے اذا تعارضا تساقطا پر عمل کر کے دونون قسم کی حدیثون کو ساقط الاعتبار کرنا چاہئے اور دجال کے استدراج مین جو احادیث صحاح مین وارد ہین نقل کر کے لکھتے ہین (سوچنا چاہئے کتنا بڑا شرک ہے کچھ انتہا بھی ہے) جملہ اہل سنت وجماعت کا اتفاق اور اجماع ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری ہے اور خود مرزا صاحب بھی اپنے استدلال کے موقع مین یہ فقرہ پیش کیا کرتے ہین اور بقیہ کتب صحاح کے نسبت اجماع ہے کہ انہین کوئی حدیث موضوع نہین مگر مرزا صاحب فرماتے ہین کہ وہ حدیثین ساقط الاعتبار ہین سخت حیرت کا مقام ہے۔

ابن صیاد کو دجال سمجھنے اور قیامت کے قریب خروج دجال مین مرزا صاحب تعارض قرار دیکر کل حدیث کی کتابون کو جو بے اعتبار بنا رہے ہین معلوم نہین یہ کس بنا پر ہے تعارض تو جب ہوتا کہ صحابہ اوس کی تصریح بھی کر دیتے کہ دجال نکل چکا اور اب وہ قیامت تک نہ نکلیگا حالانکہ یہ تصریح کسی کتاب مین نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا

(۱) کنز العمال کے جلد ہفتم صفحہ ۲۰۰ شمارہ ۱۸۴۲ مین یہ اور کبھی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان عمر رضی اللہ عنہ استاذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قتل ابن صیاد قال فذکرہ ۱۲ محمد شریف الدین عفی اللہ عنہ

فان یکن الذی تخاف لن تستطیع قتله انما صاحبه عیسٰے ابن مریم اس سے
ظاہر ہے کہ اوسکا خوف عمرؓ کو اوسکی حالت موجودہ کے لحاظ سے نہ تھا بلکہ اوس کے
اوس فتنہ کے لحاظ سے تھا جسکو بارہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن چکے تھے ورنہ
اسکو خبر تھی کہ دجال کس بلا کا نام ہے اوسکا نام تو ابن صیاد مشہور تھا پھر اوس سے
کوئی فتنہ بھی ایسا ظہور مین نہین آیا جو دجال کے ساتھ خاص ہے - چنانچہ خود مرزا صاحب
ازالۃ الاوہام مین لکھتے ہین (ابن صیاد کوئی کام بھی ایسا نہین دکھایا جو دجال معہود کے
نشانیون مین سے سمجھا جائے) اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اوسکو دجال معہود سمجھتے تو
صحابہ ضرور تحفظیہ کرتے کہ اوسکا خروج تو قیامت کے قریب ہوگا پہلے بیت المقدس
فتح ہوگا اوس کے ساتھ مدینہ منورہ کی ویرانی اوسکے بعد جنگ عظیم ہوگا اور امام مہدی
نکلین گے اور وہ شہر فتح ہوگا جسکا ایک جانب سمندر مین ہے اور ایک جانب
خشکی مین اور سب غنیمت کی تقسیم مین مصروف ہونگے کہ ایکبارگی ایک شخص دوڑتا ہوا
آکر پکار دیگا کہ دجال نکلا اور ان سب علامتون کے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے دوسری علامتین بکثرت بیان فرمائی ہین جنمین چند یہ ہین کہ لوگ اونچے اونچے
مکان بنائین گے اور علم بالکل مفقود ہوجائیگا زنا اور لواطت اور شراب خواری علانیہ
اور کثرت سے ہوگی زلزلے بہت ہون گے ترک و کرمان و عجم کے ساتھ جنگ ہوگا
تقریباً تیس جھوٹے پیدا ہون گے جو رسالت کا دعوی کرین گے انکے سوا اور
بہت سی علامتین ہین جو خروج دجال سے پہلے ظہور مین آئینگے - الغرض اوسکو دجال
کہنے سے مراد عمرؓ کی اگر یہ ہوتی کہ ظہور ابن صیاد کا خروج دجال موعود ہے تو دوسرے
صحابہ صاف کہدیتے حضرت ہی کی زبان مبارک سے ہمنے دجال کا نام سنا ہے
اور اوس کے خروج کا وقت حضرت ہی نے بیان فرمادیا ہے کہ ان تمام امور کے ظہور
کے بعد ہوگا پھر سب سے پہلے وہ کیونکر نکل آیا - بلکہ حضرت خود فرمادیتے کہ مین اوسکا
وقت خروج ان علامات کے بعد بتلا رہا ہون اور تم اوسکو ابھی سے نکال رہے ہو
غرض اس سے ظاہر ہے کہ اوسکو دجال کہنا مجازاً تھا حقیقۃ نہ تھا جابر رضی اللہ عنہ جو قسم کھا کر کہتے ہین

۲۰۴۲ کنز العمال جلد ۷

حدیث کنز العمال جلد ۷

۲۱۱۴ کنز العمال جلد ۷

کہ ابن صیاد ہی دجال ہے یہ بھی روایت کر رہے ہین کہ دجال نکلنے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام اترین گے لوگ انسے کہینگے کہ اے روح اللہ امامت کیجئے وہ کہینگے کہ تمھارا ہی امام نماز پڑہاوے چنانچہ نماز کے بعد آگے بڑھکر دجال کو قتل کرینگے اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابن صیاد کو آئندہ کے لحاظ سے دجال کہا گیا جسکے نکلنے کا وقت قریب قیامت ہے

جابر رض سے یہ بھی روایت ہے کہ دجال کے پہلے تیس جھوٹے نکلینگے سب کے آخر مین دجال نکلیگا اور اوسکا فتنہ سب سے بڑا ہوگا اگر وہ ابن صیاد کو دجال موعود سمجھتے تو ان حدیثون کو روایت نہ کرتے ورنہ محل اعتراض تھا کہ اجتماع ضدین کیسا اس سے معلوم ہوا کہ اونکو ظن غالب تھا کہ یہی ابن صیاد خروج کریگا جسکو عیسیٰ علیہ السلام قتل کرینگے۔

۱۶۱۰ تا ۱۶۱۶ کنز العمال جلد ۷

اور نیز عبداللہ بن عمر جو قسم کھاکر کہتے ہین کہ مجھے ابن صیاد کے دجال ہونے مین شک نہین اس حدیث کو روایت کرتے ہین کہ دجال مدینہ منورہ کی زمین شور مین آئیگا اور آخر مین ملا جائیگا اس سے ظاہر ہے کہ اوسکو اس حالت مین یہ نہین سمجھتے تھے کہ وہ موعود ہی ہے اور فتنہ اوسکا وقوع مین آچکا۔

۲۱۱۶ کنز العمال ج ۷

اور نیز جابر رض باوجود یکہ ابن صیاد کے دجال ہونے پر قسم کھاتے ہین یہ روایت کرتے ہین کہ دجال کی پیشانی پر ک ف ر لکھا ہوگا حالانکہ خود انہون نے دیکھا تھا کہ ابن صیاد کی پیشانی پر کچھ بھی نہ تھا جیسا کہ ازالۃ الاوہام مین ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ اسمین ان علامات کے ظہور کا وقت دوسرا ہی ورنہ بجاے اسکے کہ اوسکے دجال ہونے پر وہ قسمین کھائین دجال نہونے پر قسمین کھاتے۔

۲۱۰۴ کنز العمال ج ۷

ان روایات سے ظاہر ہے کہ صحابہ کے پاس ابن صیاد کے دجال ہونے کا یہ مطلب نہ تھا کہ اوسکا خروج موعود ہوچکا بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ اوسکا فتنہ اور سب علامات اسیوقت ظہور مین آئینگے جب دوبارہ وقتِ معین پر نکلیگا الغرض حضرت عمر رض کا ابن صیاد کے دجال ہونے پر قسم کھانا اس بات پر دلیل نہین کہ دجال مرگیا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت اس امر پر دلیل ہوسکتا ہے کہ دجال کے فتنہ موعودہ مین شک تھا۔ بلکہ اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ جس دجال کو عیسیٰ علیہ السلام قتل کرینگے وہ یہی شخص ہے

یا اور کوئی۔

مرزا صاحب جو تمام صحاح کو ساقط الاعتبار بنا رہے ہین اوسکا منشا صرف یہی ہے کہ دو چار صحابیون نے جو کہا تھا کہ ابن صیاد دجال ہے اوسکو حقیقت پر محمول کر رہے ہین اگر اوسکو مجاز پر محمول کرتے تو کوئی اشکال پیدا نہ ہوتا آخر عیسٰی اور دجال کے معنی بھی تو وہ مجازی ہے لے رہے ہین کہ عیسے ابن مریم خود ہین اور شخص دجال گروہ یا دریان۔

حدیث یتیم داری درباب دجال۔

مرزا صاحب کا بڑا اعتراض یہ ہوگا کہ اگر وہ قیامت کے قریب دجال ہونے والا تھا تو اوسوقت اوسکو دجال کیون کہا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ کل اہل عربیت جانتے ہین کہ اوسکو مجازا باعتبار مایؤل کہتے ہین جو مجاز مرسل کی ایک قسم ہے قرآن شریف مین اسکے نظائر موجود ہین اعصر خمرا ظاہر ہے کہ خمر نہین نچوڑا جاتا شیرے کو خمر باعتبار مایؤل کہا گیا وقال اللہ تعالے ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا یعنے جو لوگ یتیمون کے مال کھاتے ہین وہ لوگ آگ کھاتے ہین اموال کو حق تعالے نے باعتبار مایؤل آگ فرمایا وقال تعالے حتی تنکح زوجا غیرہ ظاہر ہے کہ نکاح زوج کے ساتھ نہین ہوتا بلکہ نکاح کے وقت وہ اجنبی ہوتا ہے جس پر زوج کا اطلاق ہوا قافلہ سفر سے واپس آنے والے گروہ کو کہتے ہین کیونکہ قفول کے معنے سفر سے واپس آنیکے ہین حالانکہ جانے والے گروہ کو بھی قافلہ کہتے ہین۔ اور یہ تو ہمارے عرف مین بھی شائع ہے کہ حج کے جانے والے کو حاجی صاحب اور لڑکون کو مولوی صاحب کہتے ہین حالانکہ ہنوز وہ ان الفاظ کے معنے کے مستحق نہین ہوتے۔

الحاصل ابن صیاد کو قبل دجال ہونے کے دجال کہنا بھی اسی قسم کا ہے اب دیکھئے کہ ان احادیث مین تعارض کہان رہا دونون کا مطلب یہی ہوا کہ دجال موعود آخری زمانہ مین نکلیگا۔ البتہ حضرت عمرؓ کے حزم کرنے سے اتنا معلوم ہوا کہ وہ پیدا ہو چکا ہے اور اپنے ظہور موعود کے وقت تک زندہ رہے گا اور یہ کوئی

غیر ممکن بات نہیں ہزار سال کی عمر نوح علیہ السلام کی نص قطعی سے ثابت ہے پھر اگر اوس سے زیادہ کسی کو خدا یتعالی زندہ رکھے تو کیا تعجب ہے۔

یہاں حضرت عمرؓ کا قسم کھانا ابن صیاد کے دجال ہونے پر قابل غور ہے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ حضرت عمرؓ کو اوس کے دجال ہونے کا علم کس قسم کا تھا یہ تو ظاہر ہے کہ اوسکا دجال ہونا نہ اولیات[ع] سے ہے نہ فطریات[ع] سے نہ مشاہدات[ع] و نہ وجدانیات[ع] سے نہ تجربیات و وہمیات محسوسہ وحدسیات[ع] سے اور نہ متواترات سے اسلئے کہ اسوقت تک کسی کو خبر نہ تھی کہ وہ دجال ہی سجھایہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے سنا ہوگا سو ممکن نہیں اسلئے کہ خود حضرت نے اونکی تصدیق نہیں کی بہر حال یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ اوسکے دجال ہونے کا علم عمرؓ کو یقینی تھا کیونکہ یقینیات کے کسی قسم میں وہ داخل نہیں ہوسکتا جو مذکور ہوے۔ البتہ قرائن خارجیہ کے لحاظ سے اوسکا ظن ہوگیا ہو تو ممکن ہے۔

مرزا صاحب کے اصول پر حضرت عمرؓ کا قسم کھانا کبھی ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ ایسے جلیل القدر صحابی ایسی بات پر قسم کھانا جسکا ثبوت نہ شرعاً ہو نہ عقلاً ہرگز قرین قیاس نہیں ہوسکتا مگر چونکہ یہ روایت معتبر کتابوں میں ہے اسلئے ہمیں ضرور ہے کہ حتی الوسع اوسکی مناسب توجیہ کریں۔ بات یہ ہے کہ عرب کا دستور تھا اور ابتک ہے کہ محتملات و مظنونات پر بھی قسم کھالیا کرتے ہیں اس قسم کی قسم کو یمین لغو کہتے ہیں جسکے خلاف واقع ہونے پر کوئی مواخذہ نہیں چنانچہ حق تعالے فرماتا ہے لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم تفسیر درمنثور میں ہے کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو صحابہ میں لڑائی کر رہے تھے ایک شخص نے کہا اصبت واللہ یعنے بخدا نشانہ پر مار دیا اور وہ خلاف واقع تھا کسی نے عرض کیا یارسول اللہ یہ شخص حانث ہوگیا حضرت نے فرمایا یہ یمین لغو ہے اسمیں کفارہ نہیں اور ابن عباس اور ابو ہریرہ اور ابراہیم[1] رضی اللہ عنہم یمین لغو کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ آدمی جس چیز پر قسم کھاتا ہو اوسکے سچ ہونے کا گمان کرے اگرچہ درحقیقت وہ سچ نہو انتہی ملخصاً۔

الحاصل جب یہ بات یقیناً ثابت ہوگئی کہ ابن صیاد کے دجال ہونے پر حضرت عمرؓ کا قسم

ع اولیات وہ قضایا ہیں جنکے طرفین کو تصور کرتے ہی عقل اونکے صدق کا جزم کرے جیسے الواحد نصف الاثنین ۱۲

ع فطریات وہ قضایا ہیں جنکا جزم ایسے واسطہ کے طرف محتاج ہو جو ذہن سے غائب نہ ہو مثلاً الاربعۃ زوج اثنین واسطہ اتمام مسئلہ ذہن ہے جسکو ہر شخص جانتا ہے ۱۲

ع مشاہدات جیسے آفتاب روشن ہے ۱۲

ع وجدانیات جیسے انا جوع او عطشان ۱۲

ع متواترات جیسے نور القمر مستفاد من نور الشمس ۱۲

(۱) ابراہیم بن ابی موسی الاشعری ۱۲ ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف الزہری۔ واللہ اعلم ۱۲ شریف الدین عفی عنہ۔

کھانا ممکن نہین کہ یقین پر مبنی ہو جیساکہ ابھی معلوم ہوا تو ضرور ہوا کہ وہ یمین لغو شمار کیجاے کیونکہ اوسکی تعریف بھی اس یمین پر صادق آرہے ہین اور صحابہ کے اقوال سے ثابت ہوا کہ ایسی قسم خلاف واقع پر بھی ہوا کرتی ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ اوسکا دجال ہونا خود حضرت عمرؓ کی قسم ہی سے مشکوک ہوگیا۔

حدیث تمیم داری درباب دجال۔

اب ہم ایک دلیل مستند پیش کرتے ہین جس سے اوسکا دجال نہونا ثابت ہو جائے وہ یہ روایت ہے جو صحیح مسلم مین ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ مین اعلان دیا کہ سب حاضر ہون اُسکے بعد حضرت نہایت خوش تبسم فرماتے ہوے منبر پر تشریف رکھے اور فرمایا تم جانتے ہو کہ مین تمھین کس لئے جمع کیا اسوقت کوئی ترغیب وترھیب مقصود نہین بلکہ یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ تمیم داری جو ایک نصرانی شخص تھے اسلام لاے اور ایک واقعہ ایسا بیان کیا کہ مین نے جو تمھین دجال کی خبر دی تھی اوس سے اوسکی تصدیق ہوتی ہے وہ کہتے ہین کہ ہماری کشتی شدت ہوا کی وجہ سے کسی کنارے پر جا لگی جب ہم اوس جزیرے مین گئے تو ایک عجیب شخص سے ملاقات ہوئی ہمنے تو اوسکو شیطان ہی سمجھا تھا مگر اوس نے چند باتین پوچھین جسکا ہمنے جواب دیا منجملہ اوس کے ایک بات یہ تھی کہ بنی عین کی کیا حالت ہے ہمنے کہا وہ مکہ سے نکلکر یثرب مین ٹھیرے ہین کہا عربنے اون سے جنگ کیا ہمنے کہا ہان کہا پھر کیا ہوا ہمنے کہا قریب قریب کے لوگون نے اونکی اطاعت کرلی ہے پوچھا ایسا ہوا ہے ہمنے کہا ہان کہا اونکی اطاعت اون لوگون کے حق مین بہتر ہے پھر کہا مین تم سے اپنا حال کہتا ہون کہ مین مسیح دجال ہون قریب ہے کہ مجھے نکلنے کی اجازت مل جائے مین تمام زمین مین پھرونگا مگر مکہ اور طیبہ مین نہ جاسکونگا حضرت نے فرمایا یہی طیبہ ہے یعنے مدینہ۔ پھر حضرت نے فرمایا تمھین معلوم ہے کہ پیشتر ہی مین تم سے یہ کہہ چکا ہون لوگون نے عرض کیا درست ہے فرمایا تمیم داری کا یہ واقعہ مجھے بہت اچھا معلوم ہوا کہ جو مین نے تم سے کہا تھا اوسی کے موافق ہے پھر فرمایا یہ طیبہ ہے اور وہی دجال ہے انتہی ملخصاً

اب دیکھئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمیم داری رضی اللہ عنہ کی خبر کی تصدیق کی اور عمر رض کے تخمین و گمان کی تصدیق نہین کی تو اس سے یقیناً معلوم ہوگیا کہ ابن صیاد دجال نہ تھا کیونکہ ایک روایت سے تو اوسکا مرنا ہی ثابت ہے اور جو روایت اوسکے خلاف ہے اوس سے اوس کے مفقود ہونے کا زمانہ خلفاے راشدین کے بعد کا ہے بہر حال کسی طرح ابن صیاد وہ دجال نہین ہوسکتا جسکی خبر تمیم داری نے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکی تصدیق فرمائی۔

ازالۃ الاوہام صفحہ ۸۴۲ مین اس حدیث کا جواب مرزا صاحب اسطور سے دیتے ہین کہ مسلم شریف مین تمیم داری کی حدیث کے آخر مین یہ ہے الا انہ فی بحر الشام او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق ماھو واومی بیدہ الی المشرق یعنے من قبل المشرق ماھو کہا دجال بحر شام مین ہے یا بحر یمن مین نہین بلکہ وہ مشرق کی طرف سے نکلیگا نہین وہ یعنے وہ نہین نکلیگا بلکہ اسکا مثل نکلیگا اور مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

مرزا صاحب نے عبارت مذکورہ حدیث مین کسی غرض سے اختصار کیا ہے پوری عبارت یہ ہے لا بل من قبل المشرق ماھو من قبل المشرق ماھو واومی بیدہ الی المشرق مرزا صاحب نے (من قبل المشرق ماھو) کا ترجمہ یہ لکھا ہے (وہ مشرق کے طرف سے نکلیگا نہین وہ) اردو جاننے والے معتقد تو مرفوع القلم ہین انکے حق مین مرزا صاحب کا قول خود بجاے وحی ہے مگر عربی دان سمجھ سکتے ہین کہ من قبل المشرق کے لفظ سے (وہ مشرق کی طرف سے نکلیگا) سمجھنا درست ہے یا نہین کیونکہ اس جزو جملہ مین کوئی ضمیر نہین جو دجال کی طرف راجع ہو اور نہ لفظ یخرج کہین مذکور ہے شاید من کا متعلق یہ نکالا ہے حالانکہ وہ صحیح نہین ہے اسلئے کہ یہ من زائدہ ہے جیسا کہ مغنی اللبیب مین اس کی بہت سی مثالین لکھی ہین منجملہ اونکے ایک یہ ہے ان من اشد الناس عذابا یوم القیامۃ المصورون۔

(ماہو) کے معنی (نہین وہ) انہون نے لکھا ہے اور اس سے یہ مطلب نکالا ہے کہ وہ نہ نکلیگا بلکہ مثیل نکلیگا حالانکہ سیاق کلام سے یہ بالکل مخالف ہے اسلئے کہ

من قبل المشرق ماھو

ملاحظہ ہو کنز العمال جلد ۷، صفحہ ۲۶۵

مقصود یہان دجال کا مقام معین کرنا ہے کہ وہ بحر شام اور یمن مین نہین بلکہ مشرق کیطرف ہے اسکے بعد (نہین وہ) کہنے کا کوئی موقع نہین۔

مرزا صاحب کی تقریر کا ماحصل یہان یہ ہوتا ہے کہ حضرت نے تمیم داریؓ سے دجال کا سارا قصہ سنکر سب صحابہ کو جمع کیا اور خطبہ اس مضمون کا پڑہا کہ مین نے دجال کا حال جو تم سے کہا تھا تمیم داری کے چشم دید واقعہ سے اسکی تصدیق ہوتی ہے وہ دجال سے ملکر اور اس سے گفتگو کرکے آئے ہین وہ مشرق دریا مین ہے وہ نہین اب غور کیجئے اسقدر اہتمام کے بعد یہ فرمانا کہ وہ نہین کسقدر حیرت انگیز ہوگا پھر من قبل المشرق ماھو کو تین تین بار دھرا کر فرمانے کا کیا مطلب ہوگا۔ مرزا صاحب اس ماکو نافیہ لیتے ہین اس صورت مین اس جملہ کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ مشرق کی طرف نہین وہ مشرق کی طرف نہین یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس نے کہا تھا کہ وہ مشرق کی طرف ہے جسکا انکار حضرت بکرات ومرات فرما رہے ہین۔ اور اگر حسب تجویز مرزا صاحب اس عبارت کے دو جملے قرار دئے جائین ایک من قبل المشرق یعنے دجال مشرق کی طرف سے نکلیگا اور دوسرا ماھو یعنے وہ نہین تو حضرت کا تین بار یہ فرمانا کہ دجال مشرق کی طرف سے نکلیگا وہ نہین دجال مشرق کیطرف سے نکلیگا وہ نہین کسقدر بے موقع ہوگا۔

اہل وجدان سلیم سمجھ سکتے ہین کہ ان متضادہ مضمونون کے دو جملونکی تکرار فصاحت سے کیسی اجنبی ہوگی۔ پھر یہان ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت کا مقصود اس سے یہ سمجھا جائے کہ دجال نہ نکلیگا بلکہ ہندوستان سے اوسکا مثیل نکلیگا تو صحابہ ضرور یہ پوچھ لیتے کہ تمیم داری جس دجال کو دیکھ آئے ہین اور وہ مشرق کی طرف سے نکلیگا وہ نہ نکلیگا تو اوسکا کیا حشر ہوگا کیا اپنی ہی جگہہ بیٹھا بیٹھا مرجائے گا یا اور کسی زمانے مین نکلیگا اور کبھی نہ نکلیگا تو اوس کے دجال ہونے سے ہمارا کیا نقصان یہ تو بڑی بشارت کی بات ہے کہ جس دجال سے آپ ڈراتے تھے اوس سے تو بیفکری ہوگئی غرض کوئی عاقل یہ نہین کہہ سکتا کہ اس عبارت سے وہ

مضمون سمجھا جاتا ہے جو مرزا صاحب لکھے ہین۔
یہ سب خرابیان ماہو کے ماکونافیہ لینے سے پیدا ہوئی ہین چونکہ مرزا صاحب کو تسلیل دجال ثابت کرنا ہے۔ اسلئے اس تحریف کی ضرورت ہوئی امام نووی رح نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہے قال القاضی لفظة ماهو زائدة تاصلة للكلام ليست بنافية والمراد اثبات انه فی جهات المشرق انتھے۔
در اصل یہ مازائدہ غیر کافہ ہے جس کی مثالین مغنی اللبیب مین یہ لکھی ہین مشتان مازید وعمرو اور قول مہلہل لو بابین[ع] جا بخطبها زل ما الف خاطب بدم۔
اس صورت مین بل من قبل المشرق ماهو کے معنے یہ ہوے کہ وہ دریاے شام اور یمن مین نہین بلکہ مشرق کی طرف ہے اور اس جملہ کو مکرر کرنے سے یہ غرض تھی کہ اوسکو یاد رکھین اور یقینی سمجھہ لین کہ دجال ایک شخص معین مشرق کی جانب مین اسوقت زندہ موجود ہے اب دیکھئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اسقدر اہتمام اور تاکید سے اوسکے شخص معین اور زندہ ہونے کی خبر دین اور مرزا صاحب اوسکی کچھ پروا نکرکے یہ کہین کہ دجال کوئی چیز نہین صرف پادریون کا نام ہے نعوذ باللہ من ذلک۔

اسی مقام مین مرزا صاحب لکھتے ہین یاد رہے کہ اس خبر تمیم داری رض کی تصدیق کے بارہین ایسے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے ہرگز نہین نکلے جو اسبات پر دلالت کرتے ہون کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تمیم داری رض کے دجال کا یقین کیا تھا بلکہ تصدیق اسبات کی پائی جاتی ہے کہ دجال مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ مین داخل نہین ہوگا۔

آپ تمیم داری رض کی حدیث کا ترجمہ ابھی پڑھ چکے ہین جس مین یہ موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کرکے تمیم داری کا پورا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ دجال سے ملے اور اس سے سوال وجواب کئے اور دجال نے اون سے کہا کہ مین مسیح دجال ہون اور قریب مین مجھے نکلنے کی اجازت

ع یعنے اوس خورت کو پیام کرنیوالا اگر دو پیاز دیوے تو اوسکی برابر سونا لاوے تو اوسکی ناک خون آلود کیجاے۔ بابین ایک پہاڑ کا نام ہے ۱۲

ملنے والی ہے پھر حضرت نے اوسکی تصدیق کی کہ وہی دجال تھا چنانچہ لفظ وذلک الدجال صراحۃً موجود ہے باوجود اسکے مرزا صاحب کس دھڑلے سے کہتے ہین کہ اسپر دلالت کرنے والے الفاظ بھی حضرت کے زبان سے نہین نکلے اسکا کیا علاج اگر کسی کو ہمارے بیان مین شبہہ ہو تو مسلم شریف مین دیکھ لے کہ وہ سب قصہ اور لفظ وذلک الدجال اُس مین موجود ہے یا نہین۔

اور اسی حدیث مین یہ بھی موجود ہے کہ تمیم داری کا دیکھا ہوا واقعہ بیان کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الا ھل کنت حدثتکم ذلک فقال الناس نعم فانہ اعجبنی حدیث تمیم انہ وافق الذی کنت احدثکم عنہ ماحصل اس کا یہ ہے کہ سب صحابہ سے حضرت نے پوچھا کہ کیون دجال کی خبر مینے تمہین پیشتر دی تھی صحابہ نے عرض کیا جی ہان پھر فرمایا کہ تمیم داری کا چشم دید واقعہ مجھے اچھا معلوم ہوا جس سے میری اسبات کی تصدیق ہوتی ہے جو تم سے اکثر کہا کرتا تھا اس حدیث سے علاوہ اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ تمیم داری کی تصدیق کی یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت نے پیشتر بھی خبر دی تھی کہ دجال ایک شخص معین ہے اور کسی جزیرہ مین مقید ہے اور معین وقت پر نکلیگا جسکی تصدیق تمیم داری کے واقعہ سے ہوئی اور چونکہ اس خبر کا ثبوت مشاہدہ سے ہوگیا اسوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال درجہ کی فرحت ہوئی اور نہایت خوشی سے ہنستے ہوئے برسر منبر بیان فرمایا جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور آخر مین لفظ اعجبنی سے اوسکی تصریح بھی کی۔ مگر افسوس ہے کہ جس چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی ہوئی تھی مرزا صاحب پر سخت صدمہ ہے۔ غرض مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت نے تمیم داری کی تصدیق نہین کی کسقدر حیرت انگیز ہے اور یہ جرأت قابل غور ہے کہ مسلم شریف جیسی مشہور و معروف کتاب مین ایسے تصرفات کرتے ہین اور جو جی چاہتا ہے خلاف واقع لکھ دیتے ہین اور اوس کی کچھ پروا نہین کرتے کہ اہل علم اوسکو کیا سمجھینگے تو اوسپر قیاس کرنا چاہیے کہ الہامات اور خواب جو لکھا کرتے ہین اونکا کیا حال ہوگا

اور ہے لکھتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو اخبار و حکایات بیان کردہ کی تصدیق کرتے تھے اوس کے لئے یہ ضرور نہین ہوتا تھا کہ وہ تصدیق وحی کی رو سے ہو بلکہ محض مخبر کے اعتبار کے خیال سے تصدیق کر لیا کرتے تھے انبیا لوازم بشریت سے بالکل الگ نہین کئے جاتے محض عقلی طور پر اعتبار راوی کے لحاظ سے حضرت نے اوسکی تصدیق کی کیونکہ تیم داری اس قصہ کے بیان کرنے کے وقت مسلمان ہو چکا تھا اور بوجہ مشرف باسلام ہونے کے اس لائق تھا کہ اوس کے بیان کو عزت اور اعتبار کے نظر سے دیکھا جاے اتھی -

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تصدیق فرمانا اعتبار کے قابل نہین بلکہ وہ عقلی طور پر ہونے کی وجہ سے اوس مین غلطی ہو گئی اور ثبوت غلطی کا اسطور سے ہوا کہ مرزا صاحب کی جانچ مین سوائے پادریون کے اور کوئی دجال نہین اس دعوے اور دلیل کی تصدیق سوائے مرزا صاحب پر ایمان لانے والون کے دوسرا کوئی مسلمان نہین کر سکتا بلکہ اہل ایمان کے پاس ایسا خیال کفر سے کم نہین -

اب رہی یہ بات کہ یہ تصدیق وحی کے رو سے نہ تھی - معلوم نہین مرزا صاحب نے اسکا ایک طرفہ قطعی فیصلہ کسطرح کر ڈالا - ہم اہل اسلام کو تو حق تعالی نے حکم قطعی کر دیا ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما دین اوسکو مان لین کسی کو چون وچرا کی مجال نہین کہ حضرت نے یون ہی عقل سے یہ فرمادیا کوئی وحی بھی آئی تھی اور وحی آئی تھی تو کس کے روبرو دو گواہ بھی اسوقت موجود تھے یا نہین اور اگر موجود تھے تو انہون نے جبرئیل کو وحی سناتے وقت دیکھا اور پہچانا بھی تھا یا قرائن سے کہدیا اور قرائن قطعی تھے یا ظنی - حق تعالی فرماتا ہے وما آتاکم الرسول فخذوہ اور فرماتا ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی یعنے کوئی بات حضرت اپنے خواہش سے نہین فرماتے جو کچھ فرماتے ہین صرف وحی سے فرماتے ہین حق تعالے تو یہ فرماتا ہے مگر مرزا صاحب کو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر اعتبار آتا ہے نہ خود حضرت کا اعتبار ہے کیونکہ وہ کہتے ہین کہ یہ تصدیق جو حضرت نے کی تھی صرف تمیم داری کے اعتبار پر تھی ۔ تہذیبی پیرایہ مین انہون نے اس مقدمہ مین اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا کہ اپنی رائے سے جھوٹی خبر کی تصدیق حضرت نے کر دی نعوذ باللہ من ذلک ۔ وہ لکھتے ہین کہ تمیم شرف باسلام ہونے کی وجہ سے وہ اس لائق تھا کہ اوسکا بیان عزت اور اعتبار کی نظر سے دیکھا جائے اسکا مطلب یہ ہوا کہ باوجودیکہ حضرت نے اونکو قابل اعتبار سمجھا مگر انہون نے جھوٹ کہنے مین کمی نہ کی پھر جھوٹ بھی کیسا کہ افضل الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے روبرو جسکو حضرت نے منبر پر چڑھکر ایک مجمع کثیر صحابہ کے روبرو کمال بشاشت سے بیان فرمایا ۔

اب اہل ایمان غور کرین کہ کیا کوئی مسلمان یہ خیال کر سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جھوٹی خبر بیان کرنے کے لئے صحابہ کو فراہم کرین اور منبر پر چڑھکر وہ خبر بیان فرماوین پھر اتنے بڑے واقعہ کے بعد حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت کو اطلاع نہ ہو کہ وہ خبر دراصل جھوٹی تھی اور اوسکی غلطی نکالنے کا موقع ایک پنجابی کے ہاتھ آئے ۔ اہل علم جانتے ہین کہ اولےٰ اولےٰ امور کی اطلاع بذریعہ وحی یا الہام حضرت کو ہو جایا کرتی تھی ایسا بڑا واقعہ جس سے مرزا صاحب اور اونکے اتباع کی نظر مین حضرت نعوذ باللہ بے اعتبار ہوے جاتے ہین اوسکی اطلاع حضرت کو کسیطرح نہوی کیونکہ اگر اطلاع ہوتی تو حضرت ضرور فرما دیتے کہ تمیم داری نے جو خبر دی تھی جھوٹ ثابت ہوئی ۔ اس مقام مین سوائے اسکے اور کیا کہا جاسے کہ زمانہ کا مقتضے ہے کہ ایسے خیالات کے لوگ بھی مقتدی بنائے جاتے ہین اللھم انا نعوذ بک من فتنۃ المحیا والممات ومن شر فتنۃ المسیح الدجال ۔

اب اہل انصاف ملاحظہ فرماوین کہ مرزا صاحب کا یہ قول کہ دجال معہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ظاہر ہو گیا اور مر بھی گیا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے بلکہ خود مرزا صاحب ہی کا استدلال احادیث ابن صیاد سے اونکے دعوے کو مضر اور ہمارے لئے

مفید ہے اسوجہ سے کہ احادیث ابن صیاد سے اتنا تو ضرور معلوم ہوا کہ صحابہ دجال کو ایک معین شخص سمجھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکی تصدیق بھی کی تو معلوم ہوا کہ حضرت نے کسی قوم کا نام دجال نہین رکھا جیسا کہ مرزا صاحب کا دعوے ہے کہ دجال گروہ پادریان کا نام ہے بلکہ گویا حضرت نے یہ فرمادیا کہ وہ ایک شخص ہوگا جیسا کہ تم سمجھتے ہو اسلئے کہ جب حضرت عمر رض نے ابن صیاد کو دجال قرار دیکر اوسکو قتل کرنا چاہا تو جس صورت مین دجال جھوٹون کے گروہ کا نام ہوتا جیسا کہ مرزا صاحب کہتے ہین تو اونکی غلط فہمی کی اصلاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیتے اور یہ ارشاد ہوتا کہ دجال ایک شخص نہین جسکو تم مارنا چاہتے ہو وہ تو ایک جماعت ہوگی جو آخر زمانی مین پیدا ہوگی۔ کسی ادنے شخص کے کلام کے معنی اوسکی مراد کے خلاف بیان کئے جائین تو وہ اپنی مراد ظاہر کرکے اوس غلط فہمی کی اصلاح کردیتا ہے شارع کو بطریق اولی ضرور ہے کہ اپنی مراد بیان کرکے غلط فہمی سے اپنی امت کو بچالین۔ شاید مرزا صاحب تمیم داری رض کی حدیث پر اعتراض کرین گے کہ بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ کوئی شخص خواہ آدمی ہو یا جانور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سو برس زندہ نہ رہا وہ حدیث یہ ہے عن عبد اللہ بن عمر رض قال صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العشاء فی آخر حیاتہ فلما سلم قام فقال أرأیتکم لیلتکم ھذہ فان رأس مائۃ سنۃ منھا لا یبقی ممن ھو علی ظھر الارض احد رواہ البخاری پہر تمیم داری رض نے جس دجال کی خبر دی ہے وہ آخری زمانی مین کیونکر نکل سکتا ہے۔

فتح الملہم جلد ہفتم صفحہ ۱۸۰ شمارہ ۱۵۸۱ طبع ۴

اسکے جواب کے پہلے یہ امر غور طلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کے قریب جو یہ ارشاد فرمایا ہے اوسکا منشا کیا ہوگا یہ تو ظاہر ہے کہ اسمین نہ کوئی وصیت ہے جسپر عمل کرنا مطلوب ہو نہ کوئی ایسی چیز ہے جو ذات الہی یا امور اخروی سے متعلق ہو کیونکہ الیوم اکملت لکم دینکم سے صاف ظاہر ہے کہ دینی اعتقادات سے متعلق کل امور کو حضرت نے بیان کرکے دین کا تکملہ فرمادیا سو برس کے اندر تم آدمیون

اور جانور نکار جانا ایسا کوئی ایسی بات نہین جسکو حضرت دینی امر تصور فرمائے ہون
اور وہ علامات قیامت مین بھی نہین ورنہ تصریح فرمادیتے جیسے دوسرے علامات مین
موجود ہے پھر آیت غیبی بات کی خبر دینا وہ بھی عشا کے بعد جسوقت خاص خاص حضرات
حاضر رہتے تھے اس مین کوئی خاص غرض ضرور تھی۔
قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب الیوم اکملت لکم دینکم اور سورۂ اذا جاء نصر اللہ سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگیا کہ اب اس عالم مین آپکے تشریف فرما رہنے کی
ضرورت نہ رہی ادھر اودھر سے جذبات اور ادھر سے عشق واشتیاق بڑھنے لگے
تو آپ نے سفر آخرت کا ارادہ مصمم فرمالیا مگر اوس کے ساتھ یہ خیال بھی تھا کہ شیفتگان
جمال نبوی کا اس مفارقت سے کیا حال ہوگا کیونکہ اونکی دلبستگی اور شیفتگی کو حضرت
جانتے تھے کہ یہ صدمہ اونکی حالت کو خطرناک بنادیگا اونکی زبان حال باواز بلند
کہہ رہی تھی۔

از فراق تلخ میگوئی سخن ہرچہ خواہی کن ولیکن این مکن

صحابہ تو صحابہ ہی تھے استن حنانہ جو ایک چوب خشک تھا حضرت کی مفارقت سے رونے روتے
بیخود ہوگیا تھا جسکا حال بخاری شریف مین موجود ہے۔ حضرت کی سوازن مبارک کا گدھا جسکا نام
یعفور تھا اوسپر اس مفارقت کا یہ صدمہ ہوا کہ بحر دوفات شریف کے کمال بے تابی سے
کوئین مین گر کر جان دیدیا اور ناقہ سواری خاص کو اس غم نے ایسا مدہوش بنادیا کہ کھانا پینا چھوڑ کر
اسی صدمہ سے مرگئی یہ روایتین مواہب اللدنیہ وغیرہ معتبر کتابون مین موجود ہین۔ اب اس سے
اندازہ ہوسکتا ہے کہ جب اونٹ اور گدھے اور چوب خشک کا مفارقت جان عالم صلی اللہ علیہ
وسلم مین یہ حال ہو تو ان حضرات کا کیا حال ہوگا جو پروانہ وار شمع جمال پر جان دینے کو ہر وقت
مستعد تھے انہین ایام مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تذکرہ فرمایا کہ ایک بندہ کو خدا تعالے
نے اختیار دیا کہ چاہے دنیا کی نعمت اور آسایش اختیار کرے یا اوس چیز کو جو اللہ کے
پاس ہے اوس بندہ نے وہی اختیار کیا جو اللہ کے پاس ہے یہ سنتے ہی بعض صحابہ رونے
رونے بیخود ہوگئے اور باواز بلند کہنے لگے کہ ہم اپنے ماں باپ کو آپ پر فدا کرتے ہین

عہ روا البخاری

حالانکہ صراحۃً اس مین کوئی بات نہین مگر صرف خیال نے یہ اثر پیدا کر دیا۔
ہر چند صحابہ جانتے تھے کہ اس مفارقت کا زمانہ چالیس پچاس برس سے زیادہ نہو گا کیونکہ جب ارشاد سراپا رشاد سے معلوم ہو گیا تھا کہ اکثر لوگون کی عمر ستر سال سے کم ہی رہے گی مگر اوس کے ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ بعضون کی عمر اس سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے پھر خدا جانے وہ کون ہو گا اور اوس زیادتی کی نوبت کہانتک پہونچیگی اگر بالفرض مثل امم سابقہ سینکڑون کی نوبت پہونچ جائے جیسے قرآن شریف سے ہزار سال کی عمر بعض حضرات کی ثابت ہے تو اس مفارقت مین بڑی مصیبتین جھیلنی پڑینگی اور معلوم نہین یہ فراق کیا رنگ لائے اس خیال کے دفع کرنے کے لئے حضرت نے اوس خاص وقت مین فرمادیا کہ آجکی رات یاد رکھو کہ زیادہ سے زیادہ اگر کسی کی عمر ہو گی تو اسو قت سے سو برس سے زیادہ نہین ہو سکتی۔ الغرض اس سے صحابہ کی تسکین مقصود تھی اور یہ بیان کرنا تھا کہ اون مین سے اس مدت مین کوئی باقی نہ رہے گا اور اوس پر قرینہ بینہ یہ ہے کہ حضرت نے اپنے انتقال کے قریب یہ خبر دی۔ اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ مشرق مغرب اور یورپ و ایشیا کے سب لوگ مرجائین گے اور قیامت قائم ہو جائیگی۔ اگر کہا جاے کہ صحابہ کی اس حدیث مین تخصیص نہین بلکہ عام ارشاد ہے کہ جو کوئی اس رات مین روی زمین پر موجود تھے ان مین سے اس مدت مین کوئی باقی نہ رہیگا ایسے عام لفظ کو صحابہ کے ساتھ خاص کرنا کیونکر جائز ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصول فقہ مین یہ مصرح ہے کہ ما من عام الا وقد خص منہ البعض یعنے کوئی عام ایسا نہین جسکی تخصیص نہوی ہو اور اوسکے کئی شواہد و نظائر قرآن شریف مین موجود ہین منجملہ اونکے ایک یہ ہے قولہ تعالے انما جزؤا الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض۔ سورہ مائدہ ع ۵

یعنے جو لوگ اللہ و رسول سے جنگ کرتے ہین اور زمین مین فساد کرتے ہین اونکی جزا یہی ہے کہ قتل کئے جائین یا سولی پر چڑھائے جائین یا اون کے ہاتھ پاؤن کاٹے

جائین یا زمین سے نکال دے جائین۔ ظاہر ہے کہ زمدون کو کل روے زمین سے نکال دینا ممکن نہین اس لئے الارض کی تخصیص ضروری ہے اور اوس سے وہی زمین مراد ہے جہان وہ رہتے ہین۔ اسی طرح علی ظہر الارض جو اس حدیث شریف مین ہے اوس سے بھی کل روے زمین مراد نہو گی بلکہ وہی زمین مراد ہو گی جہان صحابہ رہتے تھے اور اگر تعمیم کیجاے اس طور پر کہ اوس رات کے موجودہ کل آدمی مرجائین گے تو اول تو اوس سے کوئی فائدہ نہین اسلئے کہ نہ وہ قیامت کی خبر ہے نہ صحابہ کا اوس سے کوئی نفع وضرر۔

اور قطع نظر اوسکے یہ تعمیم کسی طرح بن بھی نہین سکتی اسلئے کہ ظاہر الفاظ سے یہی مستفاد ہے کہ اوس رات سے سو برس تک جتنے لوگ روے زمین پر ہونگے سب مرجائینگے اسمین کوئی لفظ ایسا نہین جس سے اوس رات والون کی تخصیص سمجھی جائے اگر یہی مقصود تھا تو من علی ظہر الارض اللیلۃ ارشاد فرماتے اور اگر اللیلۃ کا لفظ ہم اپنے طرف سے بڑھائین تو جب بھی تخصیص ہی ہوی بہر حال کسی نہ کسی طرح سے اس حدیث مین تخصیص کرنے کی ضرورت ہے ورنہ عام رکھا جائے تو اس حدیث کا مطلب کہنا پڑیگا کہ سو برس کے بعد قیامت قایم ہو جائیگی کیونکہ کوئی باقی نہ رہے گا حالانکہ یہ باطل ہے فرق یہ ہے کہ ہم لفظ احد کو منکم کے ساتھ خاص کرتے ہین اور معترض علی ظہر الارض کو اللیلۃ کے ساتھ۔

اب ہمارے اور معترض کی توجیہات کے نتائج کو دیکھیے ہماری توجیہ مین ایک مہتم بالشان فائدہ ہے اور معترض کی توجیہ مین کوئی فائدہ نہین جیسا کہ مذکور ہوا۔

ایک جماعت کثیرہ اولیاء اللہ کی مثل حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ وغیرہ کے اپنے مشاہدہ کی خبر دیتے ہین کہ ہمنے خضر علیہ السلام کو بچشم خود دیکھا ہے اور اون سے فیضیاب ہوے معترض کی توجیہ پر سب کی تکذیب ہو جائیگی اور ہماری توجیہ پر اونکی تصدیق ہوتی ہے۔

اور ہماری توجیہ پر بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ بخاری اور مسلم کے حدیثون مین تعارض نہین

۱۳۷۶

رہتا جس سے حدیث تمیم داری رضی کی بھی بحال خود صحیح رہتی ہے بخلاف معترض کی توجیہ کے دونون حدیثون مین سے ایک کو موضوع ٹھہرانے کی ضرورت ہوگی اگر کہا جاے کہ بخاری بہ نسبت مسلم کے زیادہ معتبر ہے اسلئے تعارض کے وقت بخاری کی حدیث کو ترجیح ہوگی۔ تو اوسکا جواب یہ ہے کہ اس مقام مین ترجیح دینے کا یہ مطلب ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمیم داری کی تصدیق نہین کی جس سے یہ لازم آئیگا کہ مسلم کی حدیث موضوع ہے اس قسم کی ترجیح اوس اجماع کو باطل کرتی ہے جو مسلم شریف کے صحیح ہونے پر ہوا ہے اور ہماری توجیہ پر دونو حدیثین صحیح رہتی ہین غرض ہمنے جو بخاری شریف کی حدیث کی تخصیص کی ہے وہ بہ نسبت اوس تخصیص کے جو معترض نے کی ہے کئی طرح سے مفید ثابت ہے۔

الحاصل حدیث تمیم داری رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ ابن صیاد دجال موعود نہا اور مرزا صاحب ابن صیاد کو دجال قرار دیکر دجال شخصی کی بلا اپنے سر سے ٹالنا چاہتے ہین وہ ٹل نہین سکتی یعنے جب تک ایک معین شخص دجال نہ بتائین جسکے لئے عیسی علیہ السلام سر لائینگے اونکی عیسویت ثابت نہین ہوسکتی۔ مرزا صاحب لکھتے ہین کہ اس بحث کی دو ٹانگین تھین ایک مسیح ابن مریم آخری زمانہین اترنا دوسری ٹانگ دجال معہود کا آخری زمانہین ظاہر ہونا سو یہ دونو ٹانگین ٹوٹ گئین۔

ناظرین تقریر بالا سے سمجھ گئے ہونگے کہ مرزا صاحب کی عیسویت کی تین ٹانگین تھین ایک ابن صیاد کا دجال موعود ہونا جو گذر چکا۔ دوسری ٹانگ پادریون کا دجال ہونا۔ تیسری مسلمانون مین صفات یہودیت آنیکی وجہ سے عیسی کی ضرورت ہونا۔ سو یہ تینون ٹانگین بفضلہ تعالے ٹوٹ گئین۔ جب یہ بات کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہین ہوسکتی کہ مسلمانون مین یہود کے صفات آنیکی وجہ سے عیسی کی ضرورت ہوگی بلکہ صدہا حدیثون سے اور اجماع امت سے یہ ثابت ہے کہ عیسی علیہ السلام دجال کے نکلنے کے بعد اوسکے قتل کے لئے اترینگے۔ اور پادریونکو جو مرزا صاحب نے دجال قرار دیا اوسکا خلاف واقع ہونا اور ابن صیاد کا دجال موعود نہ ہونا ثابت ہوگیا تو اب وہ

عیسیٰ موعود تو نہین ہو سکتے ہان جیسے عیسیٰ خان اور موسیٰ خان نام ہوتے ہین تبرکا اگر یہ نام اختیار کیا ہے تو ہمین اوس مین کلام نہین مگر اوسکے لئے یہ دعوے ضرورت سے زیادہ ہے کہ دم عیسوی سے وہ دجال یعنے پادریون کو قتل کر رہے ہین - اگر یہ دعوی بھی صحیح ہوتا تو جب بھی مضائقہ نہ تھا مسلمان لوگ اس خوشی مین کہ ہمارا دشمن تو ہلاک ہو گیا اغماض کر جاتے یہان تو پادریون اور اونکی وجالیت کی ترقی روز افزون ہو رہی ہے جسکے خود مولوی صاحب شاکی ہین چنانچہ لکھتے ہین کہ ہر سال لاکھون کرستان بنائے جاتے ہین -

مرزا صاحب جو دعوی عیسویت کرتے ہین اسکی بنا احادیث پر ہے کیونکہ بقول مرزا صاحب قرآن سے عیسیٰ علیہ السلام کا آنا ثابت نہین پھر جن احادیث مین عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا ذکر ہے اون مین یہ بھی مصرح ہے کہ وہ اترتے ہی دجال کو مار ڈالین گے اور ہمین معلوم ہے کہ مرزا صاحب بیس سال سے پہلے کادیان مین اترکے دعوی عیسویت کر رہے ہین اور ابتک اونکا دجال مرا نہین تو اونکا دعوی انہین کی دلیل سے باطل ہو گیا کیونکہ عیسیٰ کو دجال کا مار ڈالنا لازم ہے اور یہ لزوم انہین احادیث سے ثابت ہے - جب مرزا صاحب کا استدلال ہے اس صورتمین بحسب قاعدہ عقلیہ مسلمہ انتفاے لازم سے انتفاے ملزوم ضروری ہے یعنے پادریون کے معدوم نہونے سے مرزا صاحب کا عیسیٰ نہونا انہین دلائل سے ثابت ہوا جن پر مرزا صاحب استدلال کرتے ہین -

یہان شاید یہ کہا جائیگا کہ مرزا صاحب تو دجال یعنے پادریون کو مار ہی ڈال رہے ہین مگر مجبوری یہ ہے کہ وہ مرتا نہین - واقعی اس مجبوری کا علاج نہین بجز اسکے کہ اس دشمن قوی کے ہلاک ہونے کی دعا کی جاے چنانچہ ہم بھی دعا گو ہین اور بصدق دل چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو اس دجال پر فتح نصیب ہو اگرچہ قرائن بینہ اور وجدان گواہی دیتے ہین کہ اس دعا کا اثر مرزا صاحب کی زندگی مین ظاہر ہونا ممکن نہین خیر یہہ دعا تو ہوتی رہے گی ہم بھی کرتے ہین مرزا صاحب بھی کرتے ہونگے مگر کلام عیسویت مین ہے کہ یہ پھونکتے پھونکتے عیسیٰ کا ناک مین دم آئے اور

دم عیسوی ہو اور بربا دہو جائے اور دشمن کو اوس سے کچھ جنبش نہو بلکہ اور اشتعال زیادہ ہو ایسے عیسیٰ سے تو بیمار بھی بھلا جسکی حالت کو دیکھکر دلون پر اثر پڑتا ہے اور ہر شخص کو اوس کا اضطراب چارہ جوئی پر مجبور کرتا ہے۔ کاش مرزا صاحب وہ درد جو ازالۃ الاوہام کے آخر مین ظاہر کرتے ہین کہ

ابن مریم ہوا کرے کوئی میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

قوم کے روبرو پیش کرکے اپنی سچی حالت کا ثبوت دیتے تو طبیبان قوم ایسے قسی القلب نہ تھے کہ اسطرف کچھ توجہ نکرتے مگر افسوس ہے کہ طبیعت مرزائی نے ذلت کو گوارا نکرکے ایسے راست بازی کے طریقہ سے رہ کا جو مستحکم اور قوی الاثر تھا۔

ازالۃ الاوہام مین مرزا صاحب مسلم شریف کی وہ حدیث جسمین دجال کی سرعت سیر اور پانی برسانا اور کھیتی اوگانا اور احیائی موتی وغیرہ امور کا ذکر ہے نقل کرکے بیان کرتے ہین کہ (اگر ظاہری معنون پر اسکو حمل کرین تو اس بات پر ایمان لانا ہوگا کہ فی الحقیقت دجال کو ایک قسم کی قوت خدائی دی جائیگی وہ کن سے سب کچھ کریگا۔ سوچنا چاہیئے کہ یہ سب کتنا بڑا شرک ہے کچھ انتہا بھی ہے انہون نے (یعنے علمائے) ایک طوفان شرک کا برپا کر دیا ہے) انتھی ملخصاً۔

معلوم نہین مرزا صاحب اس اعتقاد کو کس لحاظ سے شرک ٹھیراتے ہین اکابر علمائے جنہون نے اس حدیث کو صحیح مان لیا ہے جسکی بنا پر تمام اہل اسلام کا اعتقاد اسپر جما ہوا ہے اُن تک تو شرک کی ہوا بھی نہین آسکتی کیونکہ اُنہون نے قرآن شریف اول سے آخر تک پڑھا ہے اور ہر آیت اونکے پیش نظر تھی وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے کما قال تعالیٰ وھو علی کل شئ قدیر وہی پیدا کرتا ہے وہی مارتا ہے اوسکے سوا کسی مین یہ قدرت نہین قال تعالیٰ وھو الذی یحی ویمیت وہی رزق دینے والا ہے وھو الرزاق وقولہ تعالیٰ نحن نرزقکم وایاھم پانی برسانا اوسی کا کام ہے وھو الذی ینزل من السماء ماء کھیتی کا اوگانا اوسی کا کام ہے وھو الذی انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ کا اندھیر گراہ

کرنے کے واسطے وہی شیاطین کو بھیجتا ہے انا ارسلنا الشیاطین علی الکافرین
تؤزھم ازا گمراہ کرنے والوں کو ہر جگہ وہی مقرر فرماتا ہے وکذلک جعلنا
فی کل قریۃ اکابر مجرمیھا لیمکروا فیھا بعضوں کو خاص فتنوں کیلئے
قرار دیتا ہے وجعلنا بعضکم لبعض فتنۃ جیسا کہ وہ آدمیوں کو پیدا کرتا ہے
اونکے کاموں کو بھی پیدا کرتا ہے واللہ خلقکم وما تعملون ہدایت اور گمراہی
کے اسباب کو وہی پیدا کرتا ہے یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا کاموں کی
نسبت جو بندونکی طرف ہے مجازی ہے حقیقت میں وہ اللہ تعالے ہی کے افعال
ہیں فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت
ولکن اللہ رمی اگرچہ ہدایت انبیا کے طرف منسوب ہے کما قال تعالی ومن
خلقنا امۃ یھدون الحق لیکن درحقیقت وہ اللہ ہی کا کام ہے انک
لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء اور برے
کاموں کی رغبت اگرچہ شیطان دلاتا ہے کما قال تعالی وزین لھم الشیطان
اعمالھم مگر درحقیقت وہ بھی اللہ ہی کا کام ہے وزین لھم اعمالھم فھم
یعمھون جب تک خدا ے تعالی کی مشیت کسی کام سے متعلق نہیں ہوتی کسیکا
خیال اوس طرف متوجہ نہیں ہوسکتا وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العلمین
فتح وشکست اوسی کے ہاتھ ہے جسکو چاہتا ہے زمین کا مالک بنا دیتا ہے ان
الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ وقولہ تعالے ولمکنکم فی الارض
مالم نمکن لکم ہدایت والونکو اور گمراہی والونکو دونوں کو وہی مدد دیتا ہے
کلا نمد ھؤلاء وھؤلاء من عطاء ربک اوسکی مصلحت میں کسی کو دخل
نہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اوس سے پوچھ نہیں سکتا لا یسئل عما یفعل وھم
یسئلون انبیا کو ہدایت کرنے کے لئے بھیجتا ہے اور شیطان اور آدمیونکو اون کا
دشمن بنا دیتا ہے جن سے اونکو سخت مصیبتیں پہونچتی ہیں وکذلک جعلنا لکل نبی
عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول

غرورا ولو شاء ربك ما فعلوه مگر اون کے دلونکو ثابت رکھتا ہے ولولا ان ثبتناك لقد كدت تركن اليهم شيئا قليلا جن کی گمرہی مقصود ہے اونکو انبیا وغیرہم کتنا ہی سمجھائین اور کیسی ہی دلائل پیش کرین وہ سمجھ سکتے ہین نہ سن سکتے ہین نہ دیکھ سکتے ہین وجعلنا على قلوبهم اكنة ان يفقهوه وفي اذانهم وقرا ختم الله على قلوبهم وعلى سمعهم وعلى ابصارهم غشاوة - ولقد ذرأنا لجهنم كثيرا من الجن والانس لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها -

وہ مالک ومختار ہے اپنے مخلوق مین جو چاہے کرے کسی کو مجال نہین کہ اوس سے پوچھ سکے لا يسئل عما يفعل وهم يسئلون -

غرض نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ دنیا مین جتنے کام ہوتے ہین خواہ خیر ہون یا شر معمولی ہون یا غیر معمولی یعنے خوارق عادات سبکو حق تعالے پیدا کرتا ہے شیطان ہو یا دجال اپنی خود مختاری سے کچھ نہین کرسکتا جب تک خدائے تعالی نہ چاہے ازل ہی مین سب کام مسین اور تقسیم ہو چکے ہین کہ فلان کام فلان شخص فلان وقت مین کریگا - وعندها الكتاب وقال النبي صلى الله عليه وسلم جف القلم بما هو كائن - ازل مین حق تعالے ہی نے مقرر فرما چکا ہے کہ دجال اس قسم کے فتنے برپا کرے جسکی خبر جمیع انبیا نے پہلے سے دی ہے -

چونکہ مشیت الہی مقتضی ہے کہ اوسکی وجہ سے سوائے چند اہل ایمان کے کل گمراہ ہوجائین اور قیامت ایسے لوگون پر قائم ہو کہ اللہ کا نام لینے والا کوئی باقی نرہے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس لئے اولاً دجال کو ان تمام فتنہ پردازیون اور دعوی الوہیت کا الہام ہوگا - آپ حضرات شاید لفظ الہام پر برافروختہ ہوے ہونگے کہ دعوے الوہیت کو الہام سے کیا نسبت تو اس کا جواب اجمالاً سن لیجئے کہ جھوٹے خواہ دعوی نبوت کا کرین یا الوہیت کا جب تک الہام نہین ہوتا نہین کرسکتے ہر اچھے اور برے کام کیلئے الہام ہوا کرتا ہے ونفس وما سواها فالهمها فجورها وتقواها

غرض جب وہ بسبب الہام ضلالت دعوی الوہیت کریگا تو حق تعالی کی طرف سے اوسکو
ڈھیل دیگی۔ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا اور چند لوازم الوہیت مثلاً پانی کا برسانا زمین سے
زراعت کا اوگانا مردون کو زندہ کرنا اوس سے ظہور مین آئینگے اور جسطرح عادت
اللہ جاری ہے کہ کلمہ کن سے ہر چیز کو پیدا فرماتا ہے اسیطرح یہ سب چیزین خاص اللہ تعالے
ہی کے امر کن سے وجود مین آئینگی دجال کے فعل کو اس مین کچھ دخل نہین مگر چونکہ
دجال کے دعوے کے بعد یہ سب کچھ ظاہر ہوگا اس لئے ظاہر مین بے ایمان یہی سمجھینگے
کہ وہ سب اپنے حکم سے ہوے جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہین کہ دجال کو ایک قسم کی قوت
خدائی دیجائیگی اور کن سے وہ سب کچھ کریگا۔ اور جسطرح بنی اسرائیل نے گوسالہ مین
غیر معمولی بات دیکھکر اوسکو معبود بنالیا تھا اسی طرح ان خوارق عادات کی وجہ سے دجال
کو معبود خالق رازق محیی ممیت سمجھ لینگے کیونکہ قرآن پر تو انکا اعتقاد ہی نہوگا اور جنکا اعتقاد
قرآن پر ہوگا وہ صاف کہدینگے کہ تو دجال جھوٹا ہے جیسا کہ احادیث مین وارد ہے
مرزا صاحب جو لکھتے ہین کہ دجال کو جنان وجنین سمجھنا شرک ہے فی الواقع صحیح ہے جو
لوگ اسکو رزاق محیی وغیرہ سمجھینگے وہ بے شک مشرک ہونگے مگر احادیث صحیحہ پر وہ
جو الزام لگاتے ہین کہ ان مین شرک بھرا ہوا ہے اوس الزام سے وہ احادیث مبرا ہین
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً توحید افعالی کو اہل ایمان کے دلون مین راسخ
فرمادیا اور جن آیات مین اس کا ذکر ہے باعلان شائع کرکے سب کو انکا عامل بنا دیا جس سے
ہر اہل ایمان سمجھ سکتا ہے دجال نہ رازق ہوسکتا ہے نہ محیی نہ ممیت۔ اب اگر کوئی شخص
قرآن نہ پڑھا ہو یا اوس پر ایمان نہ رکھتا ہو اور تعلیم نبوی سے ناواقف ہو تو وہ بیشک اس
حدیث شریف کو اعتراض کی نظر سے دیکھیگا مگر ایسا بے علم یا منکر شخص قابل التفات نہین
کلام اُن علما کے اعتقاد مین ہے جنکے پیش نظر یہ سب آیات اور تعلیم نبوی تھی کیا یہ
حضرات اور پورے قرآن پر کامل ایمان رکھنے والے بھی اس شرک کے قائل ہونگے
جسمین مرزا صاحب گرفتار ہین ہرگز نہین۔
مرزا صاحب کو مجددیت بلکہ محدثیت بلکہ عیسویت کا دعوی ہے اور یہ کل امور ایسے ہین

جنکا مدار ایمان پر ہے اونکی اس تقریر سے تو یہ مقولہ پیش نظر ہوجاتا ہے کہ بہیر باہمہ دارد ایمان ندارد کیونکہ اگر انکو ان آیات پر ایمان ہوتا تو وہ دجال کی الوہیت لازم آنے کے قائل نہوتے اور جب وہ اوس کے قائل ہین تو لازم آتا ہے کہ سامری کی قدرت خدائی پر اونکو ایمان ہوگا اور مان لیا ہوگا کہ مثل حق تعالے کے کن کہکر گوسالہ کو اوسی نے بنی اسرائیل کا معبود بنا دیا جسکی نسبت حق تعالے فرماتا ہے فاضلهم السامری اور فاخرج لهم عجلا جسدا له خوار فقالوا هذا الهكم و الهموسی فنسیٰ کیونکہ سونے اور چاندی سے ایسا بچھڑا بنانا جو زندہ اور آواز کرتا ہو کوئی معمولی بات نہین ورنہ ایک خلق کثیر اوسکی الوہیت کی کیونکر قائل ہوتی اگر وہ معمولی بات ہوتی تو حق تعالے اونکی حماقت کے بیان مین فرماتا کہ وہ گوسالہ کوئی غیر معمولی نہ تھا جسکی الوہیت کے وہ قائل ہوگئے تھے بلکہ ارشاد ہوتا ہے کہ انہون نے آتا بھی نہین دیکھا کہ نہ وہ اونکی بات کا جواب دیتا تھا اور نہ وہ اونکے نفع وضرر کا مالک تھا کما قال تعالے فلا یرون الا یرجع الیهم قولا و لا یملك لهم ضرا و لا نفعا اب اہل انصاف غور کرسکتے ہین کہ جن حدیثون مین دجال کے خوارق عادات مذکور ہین اون احادیث پر ایمان لانے کی وجہ سے صحابہ اور محدثین اور کل امت مرحومہ پر الزام شرک عائد ہوسکتا ہے یا اس اعتقاد کی وجہ سے مرزا صاحب پر ؎

زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ رند از رہ نیاز بدار السلام رفت

حق تعالے اہل ایمان کو سمجھ عطا فرمائے کہ حق و باطل مین تمیز کرسکین ۔ مرزا صاحب ایک استدلال یہ بھی پیش کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے خواب دیکھا کہ عیسیٰ ابن مریم اور دجال خانہ کعبہ کا طواف کررہے تھے انتہیٰ ملخصاً ۔ اور کہتے ہین جو کچھ دمشقی حدیث مین مسلم نے بیان کیا ہے اکثر باتین اوسکی بطور اختصار اس حدیث مین درج ہین اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اور صریح طور پر اس حدیث مین بیان فرمادیا کہ میرا مکاشفہ ہے یا ایک خواب ہے اس جگہہ سے یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ دمشق والی حدیث جو پہلے ہم لکھہ آئے ہین وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب ہے

جیسا کہ اس مین یہ اشارہ بھی کانی کا لفظ بیان کرکے کیا گیا ہے۔
دمشق والی حدیث جسکا حوالہ مرزا صاحب دیتے ہین اوس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کرکے فرمایا کہ اگر وہ میرے زمانہ مین نکلیگا تو مین خود اوسکا مقابلہ کرلونگا۔ اور اگر مین نہ رہون تو ہر شخص اپنے طور پر حجت قایم کرے (اوسکی علامتین یہ ہین) وہ جوان ہوگا اوسکے بال مڑے ہوئے ہونگے اور ایک آنکھہ اوسکی پھولی ہوی ہوگی وہ عبد العزیٰ بن قطن کے مشابہ ہوگا انتہی ملخصاً۔
مرزا صاحب اس حدیث کے ساتھہ طواف والی حدیث کو جوڑ لگاتے ہین اس غرض سے کہ جیسے طواف کی تعبیر ضروری ہے ویسے ہی دجال کی تاویل ضروری ہے اسیوجہ سے دجال سے گروہ پادریان مراد ہے اور اوسکی وجہ یہ بتلاتے ہین کہ مکاشفات بھی مثل خواب قابل تعبیر ہین اور لفظ کانی سے اسیطرف اشارہ ہے۔ مرزا صاحب یہان ایک نیا قاعدہ ایجاد کررہے ہین کہ کانی سے خواب کی طرف اشارہ ہوا کرتا ہے حالانکہ یہ نص قطعی کے خلاف ہے حق تعالے فرماتا ہے۔ فلما جاءت قال اھکذا عرشك قالت کانہ ھو ظاہر ہے کہ بلقیس کا یہ قول خواب مین نہ تھا۔
اصل یہ ہے کہ کانی تشبیہ کیلئے ہے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ تھا کہ دجال کو ایسے طور پر معین و مشخص فرمادین کہ امت کو اوسکے پہچاننے مین کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے تاکہ اوسکے فتنہ سے محفوظ رہین اسلئے اولاً اوسکے تمام حالات و خوارق عادات بیان کردیے پھر اوس کا حلیہ بیان فرمادیا اسپر بھی اکتفا نکرکے ایک ایسے شخص کے ساتھہ تشبیہ دیکر اوسکو مشخص فرمادیا جسکو لوگ پہچانتے تھے تاکہ لوگ معلوم کرلین کہ وہ کیسی ہی دعوے کرے مگر دراصل وہ ایک آدمی ہوگا مشابہ عبد العزیٰ کے چنانچہ ایک موقع پر صراحۃً فرمادیا کہ مین اوسکی وہ علامتین تمہین بتلاتا ہون کہ کسی نبی نے اپنی امت کو نہین بتلائین۔
اہل انصاف خود غور فرمالین کہ اس تشبیہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کی تعیین و تشخیص مقصود تھی یا الہام جب لفظ کانی سے یہ ثابت کیا جائے کہ وہ قابل تعبیر ہے تو ہر شخص اپنی

سمجھ کے موافق تعبیر اور تاویل کریگا کیونکہ حضرت نے تو اوسکی تعبیر کچھ بیان ہی نہین فرمائی
اس صورت مین حضرت کا وہ تمام اہتمام جو اوسکی تعین کے باب مین فرمایا سب بیکار ہوجاتا
عقلاً و عادۃً یہ بات ثابت ہے کہ جب کسی غائب کو معین کرکے بتلادینا مقصود ہوتا ہے تو
پہلے اوسکے احوال مختصہ بیان کئے جاتے ہین پھر اوسکا حلیہ بیان کیا جاتا ہے اور چونکہ
حلیہ مین بھی مفاہیم کلیہ ہوتے ہین جس سے تعین شخصی نہین ہوتی اسلئے اوس کے مشابہ
کوئی ہو تو اوسکو دکھلا کر کہا جاتا ہے کہ وہ غائب اس کے مشابہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے بھی دجال کی تعیین و تشخیص کے بارہ مین یہ تینون مدارج طے فرمادے کنز العمال
دیکھ لیجئے کہ ان تینون قسم سے متعلق احادیث بکثرت موجود ہین -

مگر مرزا صاحب کو ضد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کتنا ہی اوسکو شخص فرمادین وہ شخص ہونے
نہین دیتے بلکہ اس کوشش مین ہین کہ جہانتک ہوسکے ابہام بڑہایا جائے -

گورنمنٹ کے مخالفت کے خیال کو جو عیسٰی بننے مین پیدا ہوتا تھا کس اہتمام سے مرزا صاحب
نے دفع کیا چنانچہ کشف الغطا[ع] مین وہ لکھتے ہین کہ مین نے عربی فارسی اردو کتابین لکھکر
عرب - شام - کابل - بخارا وغیرہ کے مسلمانون کو بار بار تاکید کی اور معقول وجھون سے
اونکو اسطرف جھکا دیا کہ گورنمنٹ کی اطاعت بدل و جان اختیار کرین - دیکھئے ان تمامی
اسلامی بلاد کے مسلمانون کو مرزا صاحب نے جو بار بار تاکید کی کہ ان اسلامی شہرون کو
سلطنت اسلامی سے خارج کرکے نصاریٰ کے قبضہ مین دیدین اور وہ اسطرف مائل
بھی ہوگئے اسمین کسقدر مرزا صاحب کا روپیہ صرف ہوا ہوگا مگر اوسکی کچھ پروا نکی اور
یہ سب کچھ رفع الزام مخالفت گورنمنٹ مین گوارا کیا مگر افسوس ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ صداور مخالفت علانیہ کررہے ہین اور اوسکی کچھ پروا نہین اور اوس سے
زیادہ قابل افسوس یہ ہے کہ اس قسم کے مخالفتون پر دین کا مدار سمجھا جارہا ہے -

مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاشفہ کو اپنے مکاشفہ پر قیاس کرکے
اوسکا مطلب یہ بتاتے ہین کہ اس مکاشفہ سے کشف وظہور نہین ہوسکتا بلکہ اسمین
ایک ایسا ابہام رہتا ہے کہ اوسکے تعبیر کی حاجت ہوتی ہے یعنے مکاشفہ مین جو چیز

ع ذکرہ صاحبنا موسی -

دیکھی جاتی ہے درحقیقت وہ چیز نہین ہوتی جیسے خواب مین اگر دودہ دیکھا جائے تو اوس سے مراد مثلاً علم ہے دودہ نہین اسیوجہ سے خواب دیکھنے والا پریشان ہوکر تعبیر کو پوچھتے پھرتا ہے پھر اگر کوئی شخص اوسکی تعبیر بیان بھی کردے تو وہ بھی قابل یقین نہین ہوسکتی کیونکہ جب تعبیر باعتبار صفات ولوازم ومناسبات لیجاتی ہے اور ہر چیز کے لوازم و مناسبات بکثرت ہوسکتے ہین تو کیونکر یقین ہو کہ جن مناسبتونکا لحاظ بتعبیر مین رکھا گیا وہی واقع مین بھی ہین۔

اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے مکاشفہ اور خواب کا ایک ہی حال فرض کرین جب بھی ہم کہین گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب اورون کے الہام سے افضل تھا اسلئے کہ اوسکا مقصود حضرت پر ظاہر ہوجاتا تھا جسکو تعبیر کے پیرایہ مین بیان فرمادیتے تھے چنانچہ احادیث سے ظاہر ہے کہ خود حضرت کوئی خواب دیکھتے یا صحابہ اپنے خواب عرض کرتے حضرت اوسکی تعبیر دیکر اوس کے ابہام کو اوٹھا دیتے تھے اگر اس مکاشفہ مین عبدالعزی صورت مثالی دجال کی تھی جس کی تعبیر کی حاجت ہے تو مثل اور خوابون کے اوسکی بھی تعبیر خود بیان فرمادیتے ورنہ صورت مثالی کو بیان کرکے مصداق اور تعبیر بیان نکرنا شان نبوت سے بعید ہے کیونکہ ایسی مبہم چیز کے بیان سے سوائے سامعین کی پریشانی خاطر کے کوئی نتیجہ نہین اور پیشین گوئی کے مکاشفہ کو صحابہ قابل تعبیر سمجھتے تو جیسے اور خوابون کی تعبیر پوچھتے تھے اسکی بھی تعبیر پوچھ لیتے کہ عبدالعزی کے مشابہ سے کیا مطلب ہے۔ پھر دجال کا واقعہ کوئی معمولی نہ تھا کہ چندان قابل التفات نہو اوسکی خوفناک حالتین حضرت ہمیشہ بیان فرماتے امم سابقہ کا اس سے ڈرنا اور انبیا کا ڈرانا صحابہ کو معلوم تھا ہمیشہ نماز مین دعا کرتے (واعوذ بک من فتنۃ المسیح الدجال) ایسی حالت مین اگر مکاشفہ دجال کو قابل تعبیر سمجھتے تو صحابہ کی شان نہ تھی کہ ایسے اہم معاملہ کو مہم چھوڑ دیتے اور اگر بالفرض کسی وجہ سے چھوڑ بھی دیا تھا تو کسی کو تو افسوس ہوتا کہ کاش کہ حضرت سے اوسکی تعبیر پوچھ لی ہوتی حالانکہ کوئی روایت اس قسم کے افسوس کی نہ مرزا صاحب نے بتلائی نہ بتلاسکتے ہین ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا

خصائص کبریٰ۔

خواب بیان فرمایا کہ میرے پیچھے گویا کالی بکریون کا ایک مندہ چلا آرہا ہے پھر سفید بکریون کا اتنا بڑا مندہ آگیا کہ اوس مین کالی بکریان چھپ گئین۔ صدیق اکبرؓ نے عرض کی شاید کالی بکریون سے عرب اور سفید بکریون سے عجم مراد ہونگے فرمایا ہان صبح کے قریب ایک فرشتے نے بھی یہی تعبیر دی۔ دیکھئے حضرتؐ کے تعبیہ بیان فرمانے سے پہلے صدیق اکبرؓ نے تعبیر دیدی اس سے ظاہر ہے کہ مبہم اور تعبیر طلب امور کی تعبیر معلوم کرنے مین صحابہ بے چین ہوجاتے تھے۔

جب ادنیٰ ادنیٰ اشتباہات کو صحابہ پوچھکر اعتقاد کو مستحکم کرلیا کرتے تھے تو ایسے پرخطر اور خوناک واقعہ کو صحابہ ضرور پوچھتے کہ حضرت انبیاے سابقین نے دجال کو ہوا بنا رکھا تھا (جیسا کہ مرزا صاحب کہتے ہین) یا واقع مین وہ کوئی چیز بھی ہے اور اگر ہے تو کسی قوم کا نام ہے یا کوئی معین شخص ہوگا جسکا یہ حلیہ بیان ہورہا ہے اور تشبیہ دی جارہی ہے۔

آپ حضرات خود سمجھ سکتے ہین کہ بعد اس کے کہ دجال کا حلیہ بیان فرمایا گیا اور ایک شخص کے ساتھ اوسکو تشبیہ دیکر معین فرمادیا اسپر بھی اگر کوئی پوچھتا کہ حضرت اوسکو آپ نے ہوا بنا رکھا ہے یا وہ کوئی قوم ہے تو یہ سوال کیسا سمجھا جاتا اور اوسکا جواب کیا ہوتا کاش مرزا صاحب کا ہم خیال اوسوقت کوئی ہوتا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتا تو اس سوال وجواب کا لطف سخن شناسون کو قیامت تک آتا رہتا۔

کشف کے معنے مرزا صاحب یہ لیتے ہین کہ اوسمین صورت مثالی ظاہر ہوتی ہے اگر یہی معنے کشف کے ہین تو چاہیئے کہ اگر کسی چیز کا خیال کرلیا جائے تو اوسکو بھی کشف کہین اسلئے کہ اوسمین بھی آخر صورت خیالی کا کشف ہوتا ہے اور دونون مین اصل واقعہ سے کوئی تعلق نہین ہوتا اور اگر بعد تعبیر کے انطباق صورت خیالیہ کا صورت خارجیہ پر ممکن ہے تو بعد تحقیق کے صورت خیالیہ کا انطباق بھی صورت خارجیہ پر ممکن ہے پھر ایسا کشف جسکو خیال پر بھی فضیلت نہو سکے اوسکو کشف کہنا ہی اندھیر ہے۔

تمام اہل کشف کا اتفاق ہے جس سے اولیاء اللہ کے تذکرے بھرے ہوے ہین کہ جس چیز کا کشف ہوتا ہے اوسکو وہ کرای العین دیکھ لیتے ہین اور جو کچھ وہ خبر دیتے ہین اوسکا ظہور ہوتا ہے

مگر مرزا صاحب اوسکو کیون ما ننے لگے تھے اگر اونکے روبرو حضرت بایزید بسطامی یا حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہما کے اقوال بھی پیش کئے جائین تو وہ نہ مانین گے اور اگر اپنے مطلب کی بات ہو تو نواب صدیق حسن خان صاحب کا قول پیش کرتے ہین چنانچہ ازالۃ الاوہام مین لکھتے ہین کہ سلف صالح مین سے بہت سے صاحب مکاشفات مسیح کے آنے کا وقت چودھوین صدی کا شروع بتلا گئے ہین - چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی صدیق حسن خان صاحب نے ایسا ہی لکھا ہے انتہی مرزا صاحب نے یا تو بہت سے اہل مکاشفات وسلف صالح سے سوائے ان دو شخصون کے کسی کا نام قابل ذکر نہین سمجھا یا اس قول موافق کی وجہ سے اونکی قدر افزائی کر کے سلف صالح اور اہل مکاشفات مین اون کا حساب کر لیا بہر حال اونکے صرف اس خیال اور تخمینی قول کی وجہ سے جو من وجہ مفید مدعا ہے اگر سلف صالح ہین تو وہ ہین اور ولی کامل اور صاحب مکاشفہ ہین تو وہ ہین اور جسکا قول اونکے مخالف ہو خواہ وہ محدث ہو یا صحابی صاف کہدیتے ہین کہ یہ سراسر غلط ہے بلکہ تمام اکابر دین پر شرک کا الزام لگا ہی دیا جیسا کہ ابھی معلوم ہوا - اور طرفہ یہ ہے کہ اگر قابل تاویل وتعبیر ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کشف ہو اور ایسے لوگون کے کشف وپیشین گوئی مین نہ تاویل کی ضرورت ہے نہ تعبیر کی چنانچہ ان کے کشف کے مطابق چودھوین صدی کے شروع مین عیسیٰ آبھی گیا افسوس ہے کہ مرزا صاحب کو صدیق حسن خان صاحب کی پیشین گوئی کی جتنی وقعت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی بھی وقعت نہین اسپر یہ دعوی مہدویت وغیرہ وغیرہ اسیطرح اپنے کشفون کی نسبت ہمیشہ زور دیا جاتا ہے کہ وہ صحیح بکلے گوہر طرف سے اوس کا انکار ہو رہا ہو - مسلم شریف کی حدیث چونکہ اونکے مدعا کے مخالف ہے لکھتے ہین کہ دمشق کی حدیث مین مسلم نے بیان کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ دجال کی علامتین جو حدیث مسلم مین وارد ہین حضرت نے نہین بیان فرمایا بلکہ مسلم نے بیان کیا یعنے بنالیا ہے حالانکہ وہ حدیث خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور دجال کو خواب مین دیکھنے کی حدیث کو چونکہ مفید مدعا

عصائے موسیٰ کا صفحہ ۴۹ دیکھئے ۱۲

سمجھتے ہین کمال عقیدت اور اہتمام سے لکھتے ہین کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف وصریح طور پر بیان فرمادیا کہ یہ خبر میرا مکاشفہ یا ایک خواب ہے حالانکہ اس حدیث مین نہ مکاشفہ کا لفظ ہے نہ خواب کا نام۔

اصل گفتگو یہ تھی کہ کشف سے واقعہ متکشف ہوجاتا ہے یا وہ قابل تعبیر اور مبہم رہتا ہے قرآن شریف سے تو ثابت ہے کہ اصل واقعہ مشہور ہوجاتا ہے دیکھ لیجئے خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو صرف اس کشف کی بنا پر مار ڈالا کہ اگر وہ جوان ہوگا تو اپنے ماں باپ کو کافر بنادیگا اب غور کیجئے کہ کس درجہ کا انکو اپنے کشف پر وثوق تھا کہ معصوم لڑکے کو بغیر کسی گناہ کے نبی وقت کے روبرو مارنے کی کچھ پرواہ نہ کی اگر ذرا بھی انکو اشتباہ ہوتا تو یہ قتل ہرگز جائز نہ ہوتا۔ اور حق تعالےٰ نے اس واقعہ کی خبر جو اپنے کلام پاک مین دی اس سے صاف ظاہر ہے کہ حق تعالےٰ اپنے خاص بندون کو یقینی کشف وعیان عطا فرماتا ہے اس موقع مین اہل ایمان واہل انصاف سمجھ سکتے ہین کہ باوجودیکہ خضر علیہ السلام کا نبی ہونا ثابت نہین انکا کشف جب یقینی ہو تو افضل انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کشف یقین کے کس درجہ مین ہونا چاہیئے۔ ابن عمرؓ کہتے ہین کہ مین نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ حق تعالےٰ نے تمام دنیا کو میرے پیش نظر کردیا ہے مین اوسکو اور قیامت تک جو کچھ ہونیوالا ہے سب کو مین ایسا دیکھ رہا ہون جیسے اپنی اس ہتیلی کو علانیہ دیکھتا ہون۔ غرض ان وجوہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی خبر جو کشف سے دی ہے اوسمین نہ حضرت کو کسی قسم کا اشتباہ تھا نہ کوئی اہل ایمان شبہ کرسکتا ہے اور وہ کشف مثل خوابون کے قابل تعبیر بھی نہین بلکہ جسطرح دجال کا حلیہ بیان فرمایا اور عبدالعزی کے ساتھ اوسکو تشبیہ دی ویسا ہی وہ ہوگا۔ اب ہم چند کشف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرتے ہین جن سے ظاہر ہے کہ جو کچھ حضرت نے بیان فرمایا بلاکم وکاست وبغیر احتیاج تعبیر وتاویل اوس کا ظہور ہوا۔ یون تو حضرت کے مکاشفات بے حد وبے شمار ہین مگر یہ چند بمنزلہ مشتے نمونہ از خروارے یہان لکھے جاتے ہین جن روایات ذیل مین کسی کتاب کا نام نہین لکھا گیا

عہ خصائص کبریٰ

الخصائص الکبریٰ سے لکھی گئی ہین چونکہ یہ کتاب چھپ گئی ہے اسلئے ہر روایت کا حاصل مضمون لکھا گیا۔

ابن عمر رض کہتے ہین کہ ایک روز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھا دو شخص کچھ پوچھنے کی غرض سے آئے ایک ثقفی دوسرا انصاری اولاً آپ نے ثقفی سے فرمایا کہ جو تم پوچھنا چاہتے ہو پوچھو اور اگر منظور ہو تو تمھارا سوال بھی مین ہی بیان کردون عرض کیا یہ اور زیادہ نادر ہوگا فرمایا کہ تم رات کی نماز اور رکوع وسجود وغسل جنابت کا حال پوچھنا چاہتے ہو انہون نے قسم کھاکر حضرت کی تصدیق کی پھر انصاری سے خطاب کرکے فرمایا کیا تمھارا بھی سوال مین ہی بیان کردون عرض کیا ارشاد ہو فرمایا تمھارا قصد بیت اللہ جانے کا ہے مسائل وقوف عرفات وحلق راس وطواف وری جمار پوچھنا چاہتے ہو انہون نے بھی قسم کھاکر تصدیق کی۔

جس روز نجاشی بادشاہ حبش کا انتقال ہوا حضرت نے اونکے وفات کی خبر دی اور عیدگاہ تشریف لے گئے جہان جنازون پر نماز پڑھی جاتی تھی اور اونکی نماز جنازہ ادا کی فقہا لکھتے ہین کہ یہ نماز جنازہ غایب پر نہ تھی بلکہ جنازہ حضرت کے پیش نظر تھا۔ ام سلمہ کہتی ہین کہ انہین دنون مشک وغیرہ ہدیہ مین نے نجاشی کو بھیجا تھا مجھے اوسی روز یقین ہوگیا کہ وہ ہدیہ واپس آجائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

عید نام مقام

آپ نے ایک لشکر مؤتہ پر روانہ فرمایا تھا جس روز کفار کے ساتھ اونکا مقابلہ ہوا آپ خبر دے رہے تھے کہ رایت یعنے نشان کو زید رض نے لیا اور وہ شہید ہوگئے پھر جعفر رض نے لیا وہ بھی شہید ہوگئے پھر عبداللہ بن رواحہ نے لیا وہ بھی شہید ہوئے یہ فرمارہے تھے اور چشم مبارک سے اشک جاری تھے فرمایا پھر سیف اللہ خالد بن ولید نے بغیر امارت کے لیا اللہ تعالےٰ نے فتح دی رواہ البخاری۔

جب مسجد قبا کی آپ نے بنیاد ڈالی تو پہلے آپ نے پتھر رکھا پھر ابوبکر رض نے پھر عمر رض نے پھر عثمان رض نے کسی نے پوچھا کہ حضرت یہ عمارت آپ بنا فرماتے ہین اور یہی تین صاحب آپ کے ساتھ ہین فرمایا کہ یہ تینون شخص میرے بعد میرے خلفاء

ملک کے والی ہونگے۔

فرمایا خلافت نبوت میری امت مین تیس سال رہے گی اوس کے بعد بادشاہی ہوجائیگی اہل علم پوشیدہ نہین کہ خلافت راشدہ کی مدت اسیقدر ہے۔ اور فرمایا کہ مین نے بنی امیہ کو خواب مین دیکھا کہ میرے منبر پر ایسے کودرہے ہین جیسے بندر۔

اور فرمایا کہ بنی امیہ کے سرکشون سے ایک سرکش کا خون رعاف میرے اس منبر پر بھیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عمر بن سعید بن العاص کا خون رعاف منبر شریف پر بہا۔

ام فضل زوجہ حضرت عباس رض کو جب لڑکا پیدا ہوا تو حضرت کی خدمت مین حاضر اور انکا نام آپ نے عبد اللہ رکھکر فرمایا کہ خلیفون کے باپ کو لیجاؤ حضرت عباس رض کو یہ کیفیت معلوم ہوی تو حضرت سے استفسار کیا فرمایا ہان یہ خلفا کے باپ ہین اونکی اولاد مین سفاح مھدی وغیرہ ہونگے۔

اور فرمایا بنی امیہ کے ہر روز کے معاوضہ مین بنی عباس دو روز اور ہر مہینے کے معاوضہ مین دو مہینے حکومت کرین گے یعنے خلفائے عباسیہ کی حکومت کی مدت بنی امیہ کی مدت حکومت سے دوچند ہوگی۔ امام سیوطی رح اس حدیث کو نقل کرکے لکھتے ہین کہ خاص بنی امیہ کی حکومت تراسی سال رہی اور بنی عباس کی حکومت ایک سو ساٹ برس سے چند سال زیادہ رہی۔

فرمایا جب تک تم مین عمر رض ہین دروازہ فتنون کا بند ہے اور اونکی شہادت کے بعد ہمیشہ آپسمین کشت وخون ہوا کرین گے۔ اہل علم پر یہ امر اظہر من الشمس ہے۔

فرمایا قیصر وکسری اجواب موجود ہین انکے بعد پھر قیصر وکسری کوئی نہ ہوگا۔ ایسا ہی ہوا۔

فرمایا فارس اور روم کو اہل اسلام فتح کرینگے فارس کے ایک دو حملے ہونگے اور اوسکا خاتمہ ہوجائے گا۔ مگر روم کے حملے مدتون ہوتے رہین گے۔ کتب تواریخ سے اسکی تصدیق ظاہر ہے۔

فرمایا کسری کے وہ خزانے جو سفید محل مین رکھے ہوے ہین مسلمانون کے قبضے مین آئین گے اور کل خزانے کسری وقیصر کے راہ خدا مین صرف کئے جائین گے تواریخ سے

اسکی تصدیق ظاہر ہے۔

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُراقہ بن مالک کے ہاتھ دیکھکر فرمایا کہ مین دیکھ رہا ہون کہ تمھارے ہاتھون مین کسریٰ کے دست بند اور کمر مین اوسکا کمر بند اور سر پر اوس کا تاج ہے جس روز تم یہ زیور پھنو گے تمھاری کیا حالت ہوگی جب فتح فارس کے بعد دست بند وغیرہ کسریٰ کے حضرت عمر رض کے روبرو آئے تو آپ نے سراقہ بن مالک کو بلایا اور وہ سب پھنا کر خدا کا شکر بجالایا کہ زیور کسریٰ جیسے بادشاہ سے چھین کر سراقہ کو جو ایک بدوی یعنے جنگلی شخص ہے پھنایا۔

غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیرہ بیضا کو (جو ایک شہر ہے) مین دیکھ رہا ہون اور شیبا بنت نفیلہ ازدیہ کالی اونٹنی پر بیٹھے ہوئے خچر پر سوار ہے۔ خریم بن اوس نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ عورت مجھے عطا فرماؤ جسوقت ہم حیرہ کو فتح کرین اور اوسکو پائین تو مین اسکو لے لون اور فرمایا اچھا ہمنے تمہین کو دیدیا۔ خریم رض کہتے ہین کہ ابوبکر رض کے زمانہ مین جب ہم حیرہ پر گئے پہلے وہی شیبا بنت نفیلہ اوسی حالت سے سامنے آئی جسطرح حضرت نے خبر دی تھی مین اوسکو پکڑ لیا اور کہا یہ وہی عورت ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہبہ کر دیا ہے خالد بن ولید نے اس دعوی پر مجھسے گواہ طلب کئے مین نے دو گواہ پیش کئے جب وہ میرے قبضہ مین آگئی تو اوسکا بھائی میرے پاس آیا کہ شیبا کو قیمت لیکر دیدو مین نے کہا کہ دس سو سے کم مین ہرگز نہ دونگا اوس نے ہزار درہم دے کر لے لیا لوگون نے کہا تم نے کیا کیا اگر لاکھ درہم مانگتے تو وہ تمہین دیتا مین نے کہا مجھے خبر نہ تھی کہ دس سو سے زیادہ بھی کوئی عدد ہوتا ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حق تعالےٰ تم کو خلعت خلافت پھنائیگا اور لوگ چاہینگے کہ تم اسکو اوتار دین تو تم ہرگز اونکی بات نہ مانو قسم ہے اگر تم وہ خلعت اوتار دوگے تو ہرگز جنت مین نہ جاؤگے۔

فرمایا بعد عثمان رض کے مدینہ کوئی چیز نہین غالباً حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسیوجہ سے

کوفہ کی اقامت اختیار کی۔

ابو ذر رض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مکانات سلع تک (جو ایک پہاڑ ہے مدینہ طیبہ مین) پہونچ جائین تو تم شام کی طرف چلے جانا اور مین جانتا ہون کہ تمہارے امرا تمہارا بیپا چھوڑین گے۔ عرض کیا اون لوگون کو قتل نہ کرون جواب کے حکم مین حائل ہون فرمایا نہین اونکی سنو اور اطاعت کرو اگرچہ غلام حبشی ہو جب وہ حسب ارشاد شام گئے معاویہ رض نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ابو ذر لوگو نکو شام مین بگاڑ رہے ہین عثمان رض نے اونکو بلا لیا پھر وہ وہان بھی نہ رہ سکے ربذہ کو چلے گئے وہان کا حاکم عثمان رض کا غلام تھا ایک روز نماز کی جماعت قایم ہوی غلام نے چاہا کہ ابو ذر رض امامت کرین آپ نے کہا کہ تمہین آگے بڑھو کیونکہ تم غلام حبشی ہوا اور مجھے حضرت کا حکم ہو چکا ہے کہ غلام حبشی کی اطاعت کرون۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جب ابن ملجم نے زخمی کیا آپ نے اثنائے وصیت مین فرمایا جتنے اختلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوے اور آئندہ ہونے والے ہین سب کی خبر حضرت نے مجھے دی ہے یہانتک کہ یہ میرا زخمی ہونا اور معاویہ کا مالک ملک ہونا اور انکا بیٹا اونکا جانشین ہونا پھر مروان کی اولاد کے بعد دیگرے وارث ہونا اور بنی امیہ کے خاندان سے بنی عباس کے خاندان مین حکومت کا منتقل ہونا مجھے معلوم کرادیا اور وہ خاک بھی بتلادی جسمین حسین قتل ہونگے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کی نسبت فرمایا کہ اونکی وجہ سے اللہ تعالے مسلمانون کی دو جماعتون مین صلح کرادیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ نے اپنا حق چھوڑ دیا اور معاویہ سے صلح کرلی۔

فرمایا میری اہل بیت کے لئے حق تعالے نے آخرت پسند کی ہے میرے بعد اونکو بلاوہ دونگا سامنا ہوگا نکالے جائین گے قتل کئے جائین گے۔

ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تذکرہ فرمایا کہ بعض امہات المومنین خلیفۂ وقت سے جنگ کرنے کو نکلینگے اور حواَب (نام مقام) کے کتے اونکو دیکھکر بھونکین گے

عائشہ رض یہ سنکر ھنسین آپ نے فرمایا اے حمیرا دیکھو کہین تمھین نہون - حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اُسوقت وہان موجود تھے اونکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب یہ تمھارے قبضہ مین آجائین تو نرمی سے پیش آنا اور اونکے گھر اونکو پہنچا دینا چاہیئے حضرت عائشہ رض بارادہ مقابلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب حواب کو پہنچین کتے بھونکنے لگے پوچھا اس جگھہ کا کیا نام ہے لوگون نے کہا حواب سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد آگیا اور فوراً واپس ہونے کا ارادہ کرلین مگر زبیر رض نے ترغیب دی کہ شاید آپکی وجہ سے مسلمانون مین صلح ہو جائے غرض جو کچھ حضرت نے فرمایا تھا وہ سب ظہور مین آیا -

حضرت نے زبیر سے فرمایا تھا کہ تم علی رض کے ساتھ جنگ کروگے اور تم ظالم ہوگے جنگ جمل مین زبیر رض حضرت عائشہ کے لشکر مین تھے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ مین آئے آپ نے اونسے کہا کہ مین قسم دیکر تم سے پوچھتا ہون کیا تمھین یاد نہین کہ ایک روز تم اور مین حضرت کی خدمت مین حاضر تھے حضرت نے تم سے پوچھا کہ تم ان سے محبت رکھتے ہو تم نے کہا کون چیز اوس سے مانع ہے فرمایا تم ان سے جنگ کروگے اور تم ظالم ہوگے - زبیر رض نے کہا واقعی مین بھول گیا تھا یہ کہکر واپس ہو گئے -

عمار بن یاسر رض کو حضرت نے فرمایا کہ تمکو گروہ باغی قتل کرے گا حضرت کے وفات کے بعد ایکبار وہ ایسے سخت بیمار ہوے کہ امید منقطع ہوگئی چنانچہ ایک دفعہ غشی ہوی جس سے سب گھر والے رونے لگے جب ہوش مین آے تو کہا کیا تم خیال کرتے ہو کہ مین بچھونے پر مرونگا ہرگز نہین حضرت نے مجھسے فرمایا ہے کہ گروہ باغی مجھے قتل کرے گا - آخر حضرت علی اور معاویہ کے جنگ مین اونکو معاویہ کے لوگون نے شہید کیا -

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ تم امیر اور خلیفہ بنائے جاؤگے اور قتل بھی کئے جاؤگے اور داڑھی تمھارے سر کے خون سے رنگین ہوگی -

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بقصد عراق اونٹ پر سوار ہو رہے تھے کہ عبد اللہ بن سلام آئے اور کہا کہ آپ اگر عراق کو جائین تو آپکو تلوار کا سخت زخم لگے گا فرمایا خدا کی قسم یہی بات حضرت نے مجھسے بھی فرمائی تھی ۔ معاویہ رض سے فرمایا کہ جب تمہین خلافت کا لباس پہنایا جائے گا تو تمہارے کیا حالت ہوگی سوچو کہ اوسوقت کیا کروگے ام حبیبہ رض نے پوچھا کیا میرے بھائی خلیفہ ہون گے فرمایا ہان لیکن اس مین بہت شر و فساد ہونگے ۔

جبیر بن مطعم رض کہتے ہین کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر تھے کہ حکم ابن ابی العاص کا گذر ہوا حضرت نے فرمایا میری امت کو اوس شخص سے جو اسکی پیٹھ مین ہے بڑی بڑی مصیبتین پہنچینگی ۔

کتب تواریخ سے ظاہر ہے کہ مروان بن الحکم کی وجہ سے مسلمانون کو کیسی کیسی مصیبتین پہونچین دراصل بانی فساد یہی تھا جسکی وجہ سے اہل مصر برہم ہوے اور واقعہ شہادت عثمان رض کا پیش آیا اوسکے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عائشہ رض اور معاویہ رض کی جتنی لڑائیان ہوئین سب کا ظاہری منشا یہی شہادت تھی جس کا باعث مروان ہوا غرض مروان اسلام کے حق مین ایک بلاے جانکاہ تھا ۔

ایکبار معاذ بن جبل رض سے حضرت نے فرمایا بہت سے فتنے تیرہ و تار پے در پے ہونے والے ہین اُن مین سے چند بیان کئے جاتے ہین تم گنتے جاؤ وہ کہ جنکو حضرت ایک ایک فتنہ کا نام لیتے تھے اور مین اونگلیون پر گنتا تھا چنانچہ پانچوان فتنہ یزید کا بیان کرکے فرمایا لا یبارک اللہ فی یزید اور چشم مبارک سے اشک روان ہو گئے فرمایا کہ حسین رض کی موت کی خبر مجھے دی گئی اور اونکی قتل گاہ اور اون کے قاتل کا نام بھی مجھے معلوم ہے اس کے بعد اور فتنے بیان کرکے دسوان ولید کا فتنہ بیان فرمایا کہ وہ ایک فرعون ہوگا کہ اسلام کے شرایع کو ڈھائے گا ۔

تاریخ الخلفاء وغیرہ مین ولید کا حال لکھا ہے کہ وہ ۱۲۵ھ مین خلیفہ ہوا اور ہمیشہ لہو و لعب مین مشغول رہتا تھا شراب جواری کی یہ کیفیت کہ ایک حوض شراب سے

بھرا رکھا تھا جب خوش ہوتا اوس مین کو دیڑتا اور خوب سا پیتا ایک بار حج کا ارادہ
اس غرض سے کیا کہ کعبہ شریفہ کے سقف پر جاکر شراب پیئے - ایک روز لونڈی
کے ساتھ مرتکب ہو کر بیٹھا تھا کہ موذن نے اذان دی کہا خدا کی قسم آج اس لونڈی
کو امام بناونگا چنانچہ اپنا لباس اوسکو پہنا کر مسجد کو بھیجا اور حالت جنابت مین
اوس نے امامت کی - ایک بار قرآن کی فال دیکھی یہ آیت نکلی و استفتحوا وخاب
کل جبار عنید برہم ہو کر قرآن شریف کو پارہ پارہ کر دیا اور یہ اشعار پڑھے
اتوعد کل جبار عنید فہا انا ذاک جبار عنید اذا ما جئت یوم حشر فقل یارب مزقنی الولید
حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب جنگ صفین سے واپس تشریف لائے حاضرین
سے فرمایا معاویہ رض کی امارت کو مکروہ نہ جانو جب وہ تم مین نہ رہینگے تو
مثل حنظل کے سر لڑکا کرینگے -

ابو ہریرہ رض ہمیشہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ ستین اور لڑکون کی امارت نہ دکھائیو
اُن حضرات کی پیشین گوئی کا منشا یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی خبر
پہلے ہی دی تھی چنانچہ ایک بار فرمایا کہ یہ امر یعنے اسلام کا معاملہ سیدھا اور قائم
رہے گا اُسوقت تک کہ ایک شخص ہی بنی اُمیہ سے جس کا نام یزید ہے اوسپر
سوراخ اور رخنہ ڈالے گا -

ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر حرہ پر ہوا جو مدینہ طیبہ کے قریب ہے
حضرت کھڑے ہوگئے اور انا للہ پڑہا صحابہ نے اوسکی وجہ دریافت کی فرمایا
اس مقام پر میری امت کے بہتر اور عمدہ لوگ قتل کئے جائینگے - امام مالک
کہتے ہین کہ یزید کی خلافت مین مقام حرہ پر صرف علما سات سو قتل ہوئے
جن مین تین سو صحابہ تھے -

سعید بن مسیب نے کہا کہ خلیفے ابو بکر ہین اور دوسرے عمر کسی نے پوچھا دوسرے عمر
کون کہا قریب ہے کہ تم پہچان لوگے بیہقی کہتے ہین کہ دوسرے عمر عمر بن عبد العزیز
ہین سعید ابن مسیب کا انتقال اُنکے دو سال پہلے ہوا اسلئے وہ بتا نہ سکے -

علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین بنی امیہ پر لعنت مت کرو اُن مین ایک صالح امیر ہین یعنے عمر بن عبد العزیز ظاہر ہے کہ یہ پیشین گوئیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اطلاع دینے کی وجہ سے ہین۔

فرمایا قیامت تک تیس جھوٹے نکلین گے جنمین مسیلمہ عنسی اور مختار ہے اور عرب مین بدتر قبیلے بنی امیہ اور بنی ثقیف ہین۔ قبیلہ ثقیف مین ایک شخص ہیر یعنے ہلاک کرنیوالا ہوگا۔ حضرت عمر رض نے کہا کہ وہ اچھون سے کوئی اچھی بات قبول کرے گا نہ بدون کی خطا معاف کرے گا بلکہ جاہلیت کا سا حکم کرے گا۔

ابو الیمان کہتے ہین کہ عمر رض کو پہلے سے معلوم تھا کہ حجاج ثقفی نکلنے والا ہے جسکے اوصاف اونہون نے بیان کر دئے۔ اہل علم پر پوشیدہ نہین کہ مسیلمہ کذاب عنسی مختار اور حجاج کیسے بلاے بے درمان تھے جنکی خبر حضرت نے دی ہے۔

فرمایا میری امت مین ایک شخص پیدا ہوگا جسکو لوگ غیلان کہین گے اوسکا ضرر ابلیس کے ضرر سے بڑھا ہوا ہوگا۔ یہ شخص دمشق مین تھا مذہب قدریہ کو اس نے ایجاد کیا اوسکا قول تھا کہ تقدیر کوئی چیز نہین آدمی اپنے فعل کا آپ مختار اور خالق ہے۔

خوارج کے قتل کا واقعہ اوپر مذکور ہوا جس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کی خبر دے چکے تھے اور سب پیشین گوئیان بلا کم و کاست ظہور مین آئین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ ایک آگ نکلے گی جس سے بصریٰ مین اونٹون کی گردنین نظر آئین گی امام سیوطی رح کہتے ہین کہ یہ آگ ۶۵۴ھ مین نکلی تھی خلاصۃ الوفا مین لکھا ہے کہ اکابر محدثین مثل امام نووی اور قطب قسطلانی وغیرہ نے جو اوس زمانہ مین موجود تھے اس آگ کے حالات مین مستقل رسالے لکھے ہین اور اہل شام کے نزدیک اس آگ کا نکلنا بتواتر ثابت ہے۔ اسکا واقعہ

مواہب اللدنیہ اور خلاصۃ الوفا وغیرہ مین اسطرح لکھا ہے کہ ایک آگ مقام ہیلا مین پیدا ہوی جو مدینہ منورہ سے شرق کے جانب ایک منزل پر واقع ہے اس آگ کا طول چار فرسخ یعنے سولا میل اور عرض چار میل تھا اور بہیئت مجموعی ایک وسیع آگ کا شہر نظر آتا تھا جسکے اطراف فصیل اور اوس کے اوپر کنگرے اور برج آگ کے محسوس تھے اور ارتفاع مین اسقدر تھی کہ مکہ معظمہ کے لوگون نے اسکو دیکھا اور بصریٰ کے اونٹون کی گردنین اوس سے چمکتی تھین جب اپنے مقام سے وہ حرکت کی تو جس پہاڑ پر اوس کا گذر ہوتا اوسکو گلا دیتی اور بڑھتی ہوی مدینہ تک پہونچی دو یا تین مہینے حد حرم پر رہی قرطبی رحمہ نے تذکرہ مین لکھا ہے کہ شب معراج مین یعنے ۲۷ رجب کو وہ آگ بجھی - خوارج کے متعلق پیشین گوئیان اوپر مذکور ہوئین اور اونکے وقوع کا حال بھی معلوم ہوا -

اسیطرح وہابیون کے فتنہ کی بھی پوری پوری خبر ہین حضرت نے دین چنانچہ الدرر السنیہ مین شیخ وحلان رحمہ نے لکھا ہے کہ اس فتنہ کے باب مین صحیح صحیح احادیث وارد ہین بعض بخاری اور مسلم مین ہین اور بعض دوسری کتابون مین ان مین سے چند حدیثین یہان نقل کی جاتی ہین قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفتنۃ ھٰھنا الفتنۃ من ھٰھنا واشار الی المشرق یعنے فرمایا کہ فتنہ ادہر سے نکلے گا اور مشرق کی طرف اشارہ کیا وقال صلی اللہ علیہ وسلم اللھم بارک لنا فی شامنا وبارک لنا فی یمننا قالوا یارسول اللہ وفی نجدنا قال ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان مختصرا یعنے ایک بار حضرت نے دعا کی کہ یا اللہ ہمارے شام اور یمن مین برکت دیجیو لوگون نے کہا کہ ہمارے نجد کے لیے بھی دعا فرمائیے ارشاد ہوا وہان زلزلے اور فتنے ہین اور شیطان کا سینگ وہان سے نکلیگا وفی روایۃ بعیظھر من نجد شیطان یتزلزل جزیرۃ العرب من فتنتہ یعنے فرمایا قریب ہے کہ ظاہر ہوگا نجد کی طرف سے ایک شیطان

جسکے فتنہ سے جزیرۂ عرب متزلزل ہوجائے گا وقال صلی اللہ علیہ وسلم یخرج ناس من المشرق یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ لا یعودون فیہ حتی یعود السھم الی فوقہ سیماھم التحلیق یعنے فرمایا بہت سے لوگ مشرق کی طرف سے نکلینگے وہ قرآن پڑھینگے مگر اونکے حلق کے نیچے نہ اترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائینگے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر وہ ہرگز دین مین نہ لوٹینگے اور نشانی اونکی سر منڈوانا ہے۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم ان من ضئضئی ھذا او فی عقب ھذا قوما یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ یقتلون اھل الاسلام و یدعون اھل الاوثان یعنے ذو الخویصرہ تمیمی کے خاندان سے ایک قوم نکلے گی وہ لوگ قرآن پڑھینگے مگر اون کے گلے کے نیچے نہ اتریگا دین سے وہ ایسے نکل جائینگے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے اہل اسلام کو وہ قتل کرینگے اور بت پرستون کو چھوڑ دینگے۔

شیخ دحلان نے الدرر السنیہ مین اس قسم کے اور روایتین ذکر کرکے لکھا ہے ابن عبد الوہاب نجدی قبیلہ تمیم کا ایک شخص تھا ۱۱۴۳ھ مین اسکا فتنہ نجد سے شروع ہوا اول تو لوگون کو خالص توحید کے طرف بلاتا اور شرک کی مذمتین بیان کرتا تھا جب اہل اسلام نے سادگی سے اسکا اتباع قبول کرلیا اور رفتہ رفتہ ایک گروہ بن گیا تو اوس نے قتل و غارت شروع کردیا اور ظالمانہ طریقہ سے زور شمشیر تسلط بڑھاتا گیا یہان تک کہ حرمین شریفین بلکہ کل جزیرہ عرب پر اس گروہ کا تسلط ہوگیا حالت اونکی یہ تھی کہ جمیع انبیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص اور کرشتان کے ساتھ انکو نہایت دل چسپی تھی شہدا اور اولیاء اللہ کی قبرین کھدوا کر نجاستین بھردی جاتی تھین دلائل الخیرات اور اوراد اذکار کی کتابین اور بزرگان دین کے تذکرے جلادئے جاتے تھے اور ضروریات دین سے یہ بات ٹھہرائے گئی تھی

کر سنہ ۶۰۰ھ چہ سو سے اسطرف جتنے علما و سادات و مشایخین و اولیاء اللہ ہوئے ہین سب کی تکفیر کی جائے اگر اس مین کوئی تامل کرتا تو فوراً قتل کر دیا جاتا غرض ان ملحدانہ اور ظالمانہ حرکات سے تمام جزیرۂ عرب ۱۲۲۵ھ تک ایک تہلکۂ عظیم مین گرفتار تھا۔ اس لئے اپنے ہم مشربون کی علامت تحلیق راس قرار دی تھی اگر کوئی سر نہ منڈواتا تو اوسکو اپنے گروہ مین نہ سمجھتا اس باب مین اسکو اسقدر اصرار تھا کہ عورتون کو بھی سر منڈوانے پر مجبور کیا آخر ایک عورت نے کہا کہ ہمارے سر کے بال ایسے ہین جیسے مردونکی داڑھیان مرد لوگ اگر داڑھیان منڈوادین تو ہمارا سر منڈوانا بجا ہوگا اس جواب سے لاجواب ہوکر عورتون کو اس حکم سے مستثنےٰ کر دیا۔ غرض اوسکا نسب اور خاندان بنی تمیم سے ہونا اور مدینہ کے شرقی جانب سے جو نجد اسی جانب مین واقع ہے نکلنا اور بت پرستون کو چھوڑ کر مسلمانونکو قتل کرنا۔ اور تمام جزیرۂ عرب اوسکے فتنہ سے متزلزل ہونا اور قرآن کا کوئی اثر اس قوم کے دل مین نہونا اور تحلیق کو اپنے گروہ کی علامت قرار دینا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا بلا کم و کاست ظہور مین آیا۔ بعض احادیث مین وارد ہے کہ آخری زمانہ مین مسلمان بنی اسرائیل کی پیروی کرین گے اور بعضون مین مطلقاً امم سابقہ کی تصریح ہے جنمین نصاریٰ اور فارسی بھی شریک ہین۔ اس پیشین گوئی کا وقوع ظاہر ہے کہ اس زمانے کے مسلمان نصاریٰ کی کس قدر پیروی کر رہے ہین۔ کھانا پینا لباس وضع رفتار گفتار نشست برخاست وغیرہ جمیع امور معاشرت مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین ہوتا۔ باوجودیکہ مونچھین بڑھانے مین سخت وعید وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کی شفاعت نکرینگے مگر اوس کی کچھ پرواہ نہین۔ صرف انگریزی دانون کی تقریرین سنکر علوم اسلامی مین نکتہ چینیان ہوتی ہین حکمت جدیدہ کا اگر کوئی مسئلہ پیش ہوگیا تو قبل اسکے کہ اوسکی دلیل معلوم کرین قرآن و حدیث پر اعتراض ہونے لگتے ہین نہایت دنیین اور محقق وہ شخص مانا جاتا ہے کہ قرآن و حدیث مین تحریف و تاویل کرکے نئے خیالات کے مطابق کر دے۔ نصاریٰ اپنے مکانات کی آرایش تصاویر سے کیا کرتے ہین مسلمانون نے بھی یہی

اختیار کیا حالانکہ حدیث شریف مین وارد ہے لا تدخل الملئکۃ بیتاً فیہ کلب ولا تصاویر متفق علیہ اور جبرئیل علیہ السلام کا قول حضرت نے نقل فرمایا کہ لا تدخل بیتاً فیہ کلب ولا صورۃ یعنے جس گھر مین کتا اور تصویر ہوتی ہے اوس مین رحمت کے فرشتے نہین جاتے - مرزا صاحب کے مریدون کے گھر مین اونکی تصویر ضرور رہا کرتی ہے اور مرزا صاحب نے اوس کے جواز کا فتوی بھی دیدیا ہے -

کلام الٰہی مین تحریف کرنے کی عادت یہودیون کی تھی جیسا کہ حق تعالے فرماتا ہے یحرفون الکلم عن مواضعہ یعنے کلمات کو اپنے مقام و معانی سے دوسرے طرف پھیرتے ہین مرزا صاحب نے اور اون کے پہلے سرسید صاحب نے وہی اختیار کیا جیسا کہ دونون صاحبون کی تصانیف سے ظاہر ہے یہان چند تحریفین جو مرزا صاحب نے کی ہین لکھی جاتی ہین جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ظاہر ہے -

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۶۵ مین لکھتے ہین کہ اس مین تو کچھ شک نہین کہ اس بات کے ثابت ہونے کے بعد کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم اسرائیلی نبی فوت ہو گیا ہے ہر ایک مسلمان کو ماننا پڑیگا کہ فوت شدہ نبی کبھی دنیا مین دوبارہ نہین آسکتا کیونکہ قرآن و حدیث دونون بالاتفاق اس بات پر شاہد ہین کہ جو شخص مرگیا پھر دنیا مین ہرگز نہین آئیگا - اور قرآن کریم انہم لا یرجعون کہکر ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے اونکو رخصت کرتا ہے اور قصہ عزیر وغیرہ جو قرآن کریم مین ہے اس بات کے مخالف نہین کیونکہ لغت مین موت بمعنی نوم و غشی بھی آیا ہے دیکھو قاموس اور جو عزیر کے قصہ مین ہڈیون پر گوشت چڑہانے کا ذکر ہے درحقیقت مین ایک الگ بیان ہے جس مین یہ بتلانا منظور ہے کہ رحم مین خدا ے تعالے ایک مردہ کو زندہ کرتا ہے اور اوس کے ہڈیون پر گوشت چڑہاتا ہے اور پھر اس مین جان ڈالتا ہے - ماسوا اسکے کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہین ہوسکتا کہ عزیر دوبارہ زندہ ہوکر پھر بھی فوت ہوا پس اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عزیر کی زندگی دوم دنیوی زندگی نہین تھی ورنہ اوس کے بعد ضرور کہین اوس کے موت کا ذکر ہوتا انتھی -

جس آیت شریفہ مین عزیر علیہ السلام کی موت کا ذکر ہے وہ یہ ہے قولہ تعالیٰ او کالذی مر

علی قریۃ وھی خاویۃ علی عروشھا قال انّی یحی ھذہ بعد موتھا فاماتہ
اللہ مائۃ عام ثم بعثہ قال کم لبثت قال لبثت یوما او بعض یوم قال
بل لبثت مائۃ عام فانظر الی طعامک وشرابک لم یتسنہ وانظر الی
حمارک ولنجعلک آیۃ للناس وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم
نکسوھا لحما فلما تبین لہ قال اعلم ان اللہ علی کل شئ قدیر

ترجمہ یا جیسے وہ شخص کہ گذرا ایک شہر پر جو گر پڑا تھا اپنے چھتون پر بولا کہان جلاویگا اوسکو
اللہ مرگئے پیچھے۔ پھر مار رکھا اوس شخص کو اللہ نے سو برس پھر اوٹھایا۔ کھا تو کتنی دیر رہا
بولا مین رہا ایک دن یا اوس سے کچھ کم کہا نہین بلکہ رہا تو سو برس اب دیکھ اپنا کھانا پینا سڑ نہین گیا
اور دیکھ اپنے گدھے کو اور تجکو ہم نمونہ کیا چاہین لوگون کے واسطے۔ اور دیکھ ہڈیان کسطرح
اونکو اوبھارتے ہین پھر انپر پہناتے ہین گوشت۔ پھر جب اسپر ظاہر ہوا تو بولا مین جانتا
ہون اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تفسیر درمنثور مین مستدرک حاکم اور بیہقی وغیرہ کتب سے حضرت علی
کرم اللہ وجہہ سے ایک طویل روایت نقل کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ عزیر علیہ السلام
سو برس کے بعد جب زندہ کئے گئے تو پہلے حق تعالے نے انکی آنکھین پیدا کین جنسے
وہ اپنے ہڈیون کو دیکھتے تھے کہ ایک دوسرے سے متصل ہو رہی ہے اسکے بعد انپر
گوشت پھنایا گیا۔ اور اوسی مین ابن عباس اور کعب اور حسن بصری رضی اللہ عنہم سے روایت ہے
کہ ملک الموت نے اونکی روح قبض کی اور سو برس تک وہ مردہ رہے جب زندہ ہوکر اپنے
گھر آئے تو اونکے پوتے بوڑھے ہو گئے تھے اور آپکی عمر چالیس برس کی تھی۔ اسلئے
کہ مرتے وقت آپکی عمر چالیس ہی برس کی تھی۔ اوسکے سوائے اور کئی روائتین اس
مضمون کی مؤید درمنثور مین موجود ہین۔

مگر مرزا صاحب ان احادیث کو نہین مانتے اور آیۂ شریفہ مین جو فاماتہ اللہ ہے اوسکے
معنے یہ کہتے ہین کہ حق تعالے نے اونکو سلا دیا یا بیہوش کر دیا۔

یہان یہ دیکھنا چاہئے کہ عزیر علیہ السلام کو استبعاد کس امر کا تھا سو کے اٹھنے کا یا
مردے زندہ ہونے کا اس آیۂ شریفہ مین تو انی یحی اللہ بعد موتھا سے صاف

ظاہر ہے کہ احیاے اموات کا استبعاد تھا اور ظاہر ہے کہ یہ استبعاد سو کے اٹھنے یا
بیہوشی سے ہوش مین آنے سے ہرگز دور نہین ہوسکتا اس صورت مین مرزا صاحب
کی یہ توجیہ کہ موت بمعنی نوم یا غشی ہے کیونکر صحیح ہوگی ہان سو برس کی نیند یا بیہوشی کے
بعد اٹھنا البتہ ایک حیرت خیز بات ہے مگر اس سے بھی انکا استبعاد احیاء دور نہین ہوسکتا
اسلئے کہ موت ظاہراً اعدام محض ہے اور نوم و غشی طویل مین صرف طول عمر ہے جو قابل استبعاد نہین
اور طول عمر پر اعادہ معدوم کا قیاس بھی نہین ہوسکتا۔ پھر اگر ناقص نظیر کے طور پر اوسکو
مانا بھی لین تو اس تطویل مدت کا اونکو مشاہدہ بھی نہین ہوا اسی وجہ سے جواب مین انھون
نے یہی عرض کیا کہ لبثت یوماً او بعض یوم یعنے تقریبا ایک دن گذرا ہوگا جسکے بعد
ارشاد ہوا کہ سو برس گذر چکے ہین اسکی تصدیق بھی انہون نے ایمانی طور پر کی جیسے
احیاے اموات کی تصدیق پہلے سے اونکو حاصل تھی۔ البتہ انکا استبعاد اس طور سے
دور ہوسکتا تھا کہ بچشم خود مردہ کو زندہ ہوتے دیکھ لیتے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پہلے انکی
آنکھین زندہ کی گئین جس سے انہون نے خود اپنے تمام جسم کے زندہ ہونیکو دیکھ لیا پھر گدھے کی
زندہ ہونے کو دیکھا جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اگر انکے استبعاد کے دور کرنیکا
وہی طریقہ بیان کیا جاے جو مرزا صاحب کہتے ہین تو عوام الناس کو خصوصاً منکرین حشر کو
بڑا موقع اعتراض کا ہاتھ آجائیگا کہ حق تعالے مین احیاے اموات کی نعوذ باللہ قدرت ہی نہین
کیونکہ اگر قدرت ہوتی تو ایسے موقع مین کہ نبی استبعاد ظاہر کر رہے ہین ضرور اسکا اظہار ہوتا جس سے
وہ اعتراف کر لیتے۔ مگر جب ہمین انکا اعتراف یقیناً معلوم ہوگیا جیسا کہ اس قصہ کے اخیر مین ہے
فلما تبین لہ قال اعلم ان اللہ علی کل شئ قدیر تو اس سے قطعی طور پر ثابت ہوگیا
کہ درحقیقت انہون نے اپنے اور اپنے گدھے کے مر کر زندہ ہونے کو اپنی آنکھون سے
دیکھ لیا تھا ورنہ تبین درست نہوگا۔

مرزا صاحب کا مذاق چونکہ فلسفی ہے اور اکثر فلسفہ کے خلاف مین جو آیات و احادیث وارد
ہوتے ہین انکو رد کر دیتے ہین چنانچہ اسی بنا پر عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے
باب مین لکھے ہین کہ اسکو نہ فلسفہ قدیمہ قبول کرتا ہے نہ فلسفہ جدیدہ اسلئے وہ محال ہے

اسیطرح عزیر علیہ السلام کی پہلی موت اور اسکے بعد زندہ ہونے کا انکار کرتے ہین اور ہر چند نوم وغشی کے معنے سباق وسیاق کے بالکل مخالف ہین مگر مذاق فلسفیانہ کی مخالفت کی وجہ سے اوسکی کچھ پروا نکر کے بیہوشی کے معنے لیتے ہین۔

یہان حیرت اس امر کی ہوتی ہے کہ فلسفہ نے یہ اجازت کیونکر دی کہ آدمی بغیر کھانے پینے کے سو برس تک زندہ رہسکتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ رہنے مین تو بڑا ہی زور لگایا کہ کیا وہان ظروف بھی ہونگے مطبخ بھی ہوگا پاکھانا بھی ہوگا۔ معلوم نہین اس سو برس کیلیے جسکے چھتیس ہزارون ہوتے ہین مطبخ وغیرہ کی کیا فکر کی گئی۔ مرزا صاحب ہین بڑے ہوشیار اگرچہ لکھا نہین مگر اس مائۃ عام مین کوئی نہ کوئی نکتہ معتقدین کے لئے سینہ بسینہ ضرور رکھا ہوگا۔ چونکہ اونکی طبیعت نکتہ رس حساب جمل وغیرہ سے اکثر کام لیتی ہے چنانچہ اپنی علیحدگی کو غلام احمد قادیانی کے اعداد سے ثابت کر ہی دیا کہ اس نام کے تیرہ سو عدد ہین اور دنیا مین اس نام والا کوئی شخص نہیں اس لئے خود عیسیٰ موعود ہین۔ تعجب نہین کہ اس مقام مین بھی اسی قسم کا نکتہ پیش نظر ہوگا کہ یہان لفظ سنۃ حول اور خریف وغیرہ چھوڑ کر لفظ عام استعمال کیا گیا اور لفظ عام کے اعداد (۱۱۱) ہین چونکہ یہ شکل بارہ کے لئے موضوع ہے اسیوجہ سے تمام گھڑیون مین یہی شکل بارہ کے لئے مخصوص کیگئی ہے۔ کہ جب کانٹا اس شکل پر آتا ہے تو بارہ بجتے ہین اس سے قطعاً اور یقیناً ثابت ہی کہ بارہ گھنٹے وہ سو رہے تھے اور قیلولہ کا وقت بھی بارہ ہی کا ہے۔ ہر چند اس نکتہ مین مائۃ عام سے مائۃ کے معنی متروک ہوتے ہین مگر نکات مین سیاق وسباق کا لحاظ چندان ضرور نہین سمجھا جاتا جیسے اپنے نام کے صرف اعداد سے علیحدگی کا ثبوت اسی بنا پر ہوتا ہے کہ نہ وہ سیاق مین ہے نہ سباق مین اور نیز اسی آیہ شریفہ کے معنے سے جو مرزا صاحب کے اجتہاد سے پیدا ہوتے ہین ابھی معلوم ہوگا۔ یہ نکتہ تو ہمارے بادی الرائے مین سمجھا گیا مرزا صاحب جو غور وتامل سے نکالے ہونگے وہ اس سے زیادہ مزیدار ہوگا۔

قولہ قرآن وحدیث دونون اس بات پر شاہد ہین کہ جو شخص مرگیا پھر دنیا مین ہرگز نہین آئیگا۔ ظاہر آیت موصوفہ اور احادیث مذکورہ سے ثابت ہے کہ عزیر علیہ السلام بعد موت کے دنیا مین

زندہ کئے گئے اور دوسری آیت واحادیث سے ثابت ہے کہ ہزاروں آدمی بعد موت
کے دنیا مین ہی زندہ کئے گئے کما قال تعالی الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم
وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم ترجمہ تمنے نہین دیکھا
وہ لوگ گھرون سے نکلے اور وہ ہزارون تھے موت کے ڈر سے پھر کہا انکو اللہ تعالی نے
مرجاؤ پھر انکو زندہ کیا انتہی۔ ابن عباس وغیرہ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے کثرت روایتین
تفاسیر مین موجود ہین کہ وہ لوگ چار ہزار تھے جو طاعون سے بھاگ کر کسی مقام مین ٹھیرے تھے
حق تعالی نے سب کو مار ڈالا پھر کئی روز کے بعد حزقیل علیہ السلام کی دعا سے وہ سب زندہ
ہوئے۔ اب دیکھئے کہ قرآن وحدیث کی گواہی سے ہمارا حق ثابت ہو رہا ہے یا مرزا صاحب کا
مگر اسکا کیا علاج کہ مرزا صاحب نہ حدیث کو مانتے ہین نہ قرآن کو قولہ (قرآن انھم لا یرجعون
کہکر ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے انکو رخصت کرتا ہے) پوری آیت شریفہ یہ ہے وحرام
علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون یعنے جس گاؤن کو ہم لوگ ہلاک کرتے ہین
وہ پھر نہین لوٹتے۔ اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ ہلاک کی ہوی بستیان خود مختاری سے نہین
لوٹتین کیونکہ لا یرجعون بصیغۂ معروف ہے یہ کیسے معلوم ہوا کہ خدائے تعالی بھی کسی کو
زندہ کرنا چاہے تو نہین کرسکتا ابھی قرآن شریف سے معلوم ہوا کہ ہزارہا مردون کو ایک وقت
مین حق تعالے نے زندہ کردیا۔ قولہ عزیر کے قصہ مین ہڈیون پر گوشت چڑھانے کا ذکر ہے
وہ درحقیقت الگ بیان ہے جسمین یہ بتلانا منظور ہے کہ رحم مین خدائے تعالے ایک
مردہ کو زندہ کرتا ہے اور اوس کی ہڈیون پر گوشت چڑھاتا ہے اور پھر جان ڈالتا ہے۔ یہان
بھی مرزا صاحب نے عجیب لطف کیا ہے کہ نہ وہان گدھا مرا ہوا تھا نہ اوسکی ہڈیان تھین بلکہ ایک
عورت کا رحم پیش نظر تھا جسکے اندر ہڈیون پر گوشت چڑھ رہا تھا کیونکہ حق تعالے عزیر علیہ السلام
کی طرف خطاب کرکے فرمایا انظر الی العظام کیف ننشزھا اس سے معلوم ہوا کہ
رحم کی طرف وہ دیکھ رہے ہونگے مگر قرآن شریف مین کوئی لفظ یہان ایسا نہین ہے جس سے
معنے رحم کے سمجھ مین آئین اور جب گدھے کے زندہ ہونے اور اوسکے ہڈیون پر گوشت
چڑھنے سے کوئی تعلق نہین اور رحم کی حالت جداگانہ بتلانا منظور تھا تو معلوم نہین کہ انظر

الی حمارک کہکر صرف گدہے کو بتلا دینے سے کیا مقصود تھا کیا گدہا بھی کوئی ایسی چیز تھا کہ اسوقت اسکا دیکھ لینا انکو ضرور تھا۔ پھر بھی اسکا ذکر بھی بڑے اہتمام سے قرآن شریف مین کیا گیا ہے کہ انکو گدہا دکھلایا گیا تھا گدہے تو اب بھی ہر قسم کے موجود ہین اوس گدہے مین ایسی کونسی بات تھی جسکی حکایت کی جارہی ہے۔ اب اہل وجدان سلیم سمجھ سکتے ہین کہ جن ہڈیون پر گوشت چڑھائے جانے کا ذکر ہے وہ مردہ گدہے کی ہڈیان تھین یا رحم کے بچے کی اور صورت ثانیہ یہ بھی غور طلب ہے کہ ہڈیان رحم مین پہلے بنکر اوس پر گوشت چڑہایا جاتا ہے یا گوشت پہلے بنتا ہے۔ اگر اہل انصاف صرف اسی بحث کو کرات و مرات بغور ملاحظہ فرمائین تو مرزا صاحب کی قرآن فہمی کا حال بخوبی واضح ہوگا اور یہ بھی معلوم ہوجائیگا کہ اپنی بات بنانے کو وہ کسقدر کلام الہی مین تصرف کرتے ہین یون تو معتزلہ وغیرہ اہل ہوا بھی قرآن شریف مین تاویل کرتے ہین مگر مرزا صاحب کا نمبر سب سے بڑہا ہوا ہے **قولہ** کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہین ہوسکتا کہ عزیر دوبارہ زندہ ہوکر پھر بھی فوت ہوا اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عزیر کی زندگی دوم دنیوی زندگی نہی۔

مطلب یہ ہوا کہ فاماتہ اللہ مین عزیر علیہ السلام کی موت کا جو ذکر ہوا اوسکے بعد دوسری انکی موت کا ذکر نہین اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعثہ اللہ سے مراد اس عالم کی زندگی نہین بلکہ اوس عالم اخروی مین زندہ ہونا مراد ہے اس سے ظاہر ہے کہ اماتہ اللہ سے مراد موت حقیقی لی گئی حالانکہ اوسکا انکار کرکے نوم و غشی کے معنے ابھی بیان کرآئے ہین۔ اصل یہ ہے کہ اونکو اماتہ سے کام ہے نہ بعثہ سے جہان کوئی موقع مل گیا الٹ پھیر کرکے اپنی جما ئے جاتے ہین

اب مرزا صاحب کی توجیہات کے مطابق آیہ موصوفہ کی تفسیر سنیئے کہ عزیر علیہ السلام نے احیائے اموات پر استبعاد ظاہر کیا اوس پر حق تعالے نے اونکو بیہوش کردیا اور عالم اخروی مین انکو زندہ کرکے پوچھا کہ کتنے روز تمکو مرکر ہوے انہون نے کہا تقریباً ایک روز۔ ارشاد ہوا کہ سو برس تمکو مرکر ہوئے دیکھو تمھارا کھانا پینا متغیر نہین ہوا اور گدہے کو دیکھ لو۔ اور رحم مین دیکھو کہ بچے کے ہڈیون پر کسطرح ہم گوشت چڑھاتے ہین یعنے مرنے کے سو برس بعد اوسکا استبعاد دور ہوگیا معلوم نہین سو برس تک وہ کہان رہے اس عالم سے تو مرہی گئے تھے۔ اور اوس عالم مین سو برس کے

بعد زندہ ہوئے۔ پھر کھانا پینا بھی ساتھ ساتھ گویا سفر آخرت کا توشہ تھا جسکے دیکھنے کا حکم ہوا اور گدھا جو دکھلایا گیا کیا وہ بھی شاید سواری اس سفر کی تھی بہلا یہ زاد راہ اور سواری تو قرین قیاس بھی ہے کہ آخر سفر کا لازمہ ہے مگر رحم کے بچے کو دیکھنے مین تامل ہوتا ہے کہ اوس کی وہان کیا ضرورت تھی۔ بہرحال مرزا صاحب کے ان حقایق و معارف قرآنی کو ہم ہدیہ ناظرین کر دیتے ہین وہ خود فیصلہ کر لینگے کہ قرآن شریف مین مرزا صاحب کیسے کیسے تصرفات و تحریفات کر لیتے ہین لفظ امات مین تحریف کی پھر ایرجیون مین پھر انظر الی العظام مین پھر نکسوھا لحما مین۔ اگرچہ ہنوز اس مین غور و فکر و گنجایش ہے مگر بنظر ملال ناظرین اسی پر اختصار کیا گیا۔

مرزا صاحب ضرورۃ الامام مین لکھتے ہین کہ مین قرآن شریف کے حقایق و معارف بیان کرنیکا نشان دیا گیا ہون کوئی نہین کہ جو اسکا مقابلہ کر سکے۔

فی الحقیقت مرزا صاحب نے قرآن کے حقایق و معارف بیان کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے ممکن نہین کہ کوئی مسلمان اوسمین انکا ہم پلہ ہو سکے کیونکہ بیچارے اس حدیث شریف کے لحاظ سے نار و دوزخ سے خائف اور لرزان ہین۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال فی القرآن برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار (رواہ الترمذی کذا فی المشکوۃ) یعنے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی قرآن مین اپنی راے سے کچھ کہے تو اپنی جگہ دوزخ مین بنالے اور مرزا صاحب کو اسکا کچھ خوف نہین کیونکہ مذاق فلسفی مین اوس نار کا تو وجود ہی نہین پھر اوس سے خوف کیا ہے۔

ازالۃ الاوہام مین لکھتے ہین او ترقی فی السماء قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا یعنے کفار کہتے ہین تو آسمان پر چڑھکر ہمین دکھلا تب ہم ایمان لے آینگے انکو کہدے کہ میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دار الابتلا مین ایسے کہلے کہلے نشان دکھادے اور مین بجز اوسکے اور کوئی نہین ہون کہ ایک آدمی اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا اور انہین صاف جواب ملا کہ یہ عادت نہین کہ کسی جسم خاکی کو آسمان پر لیجائے۔

مرزا صاحب نے خود غرضی سے اس آیت شریفہ مین اختصار و حذف وغیرہ کیا ہے

پوری آیت یہ ہے ۔ وقالوا لن نومن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الانھار خلالھا تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملئکۃ قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نومن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقروہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا ۔ ترجمہ بولے ہم نہ مانینگے تیرا کہا جب تک تو ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ جاری ہو جائے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا پھر بہاوے تو اوسکے بیچ نہریں چلا کر یا گرادے آسمان ہم پر جیسا کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے یا لے آ اللہ اور فرشتوں کو ضامن یا ہو جائے تجھکو ایک گھر سونے کا یا چڑھ جائے تو آسمان میں اور ہم یقین نہ کرینگے چڑھنا جب تک نہ اتار لائے ہم پر ایک لکھا جو ہم پڑھ لیں تو کہہ سبحان اللہ میں کون ہوں مگر ایک آدمی بھیجا ہوا انتھی ۔ اب اس پوری آیت پڑھنے کے بعد بھی کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جسم خاکی کا آسمان پر جانا محال ہے جب تک وہ تدبیر نہ کیجائے جو مرزا صاحب نے کی انہوں نے اپنی کامیابی کا یہ طریقہ نکالا کہ جو جملے اپنے مدعا کے مخالف ہوں اونکو نکال دور کر کے چند متفرق الفاظ اٹھائے ۔ کئے اور کھدیا کہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مدعا ثابت ہے دیکھ لیجئے تمام آیت میں سے او ترقی کا جملہ لے لیا اور لن نومن لرقیک کو حذف کر کے قل سبحان کے جملہ کے ساتھ اوسکی جوڑ لگا دی تاکہ اس ترک و حذف سے اصل مضمون خبط ہو کر نیا مضمون پیدا ہو جائے ۔ چونکہ مرزا صاحب کو یہ ثابت کرنا ہے کہ جسم خاکی کا آسمان پر جانا محال ہے اسلئے انہوں نے کفار کے کل درخواستوں کو چھوڑ دیں کیونکہ ان میں چند چیزیں ایسی بھی ہیں کہ اہل اسلام کے پاس ممکن الوقوع ہیں مثلاً چشمہ کا جاری کرنا جسکو موسیٰ علیہ السلام نے کر دکھایا تھا اور کھجور اور انگور کا باغ اور سونے کی مکان حضرت کیلئے تیار ہو جانا کوئی مشکل بات نہ تھی گو کفار کے پاس یہ چیزیں بھی محال تھیں انکو خوف ہوا کہ اگر کسی کی نظر ان چیزوں پر پڑ جائیگی تو حضرت کا آسمان پر جانا بھی انہیں نظر میں سمجھ لینگے اور مقصود فوت ہو جائیگا ۔ او ترقی فی السماء کے بعد کا جملہ یعنے ولن نومن

لرقیك حتی تنزل علینا کو اسواسطے حذف کیا کہ آسمین کتاب نازل کرنیکی درخواست تھی اور ترقی کے جواب مین ھل کنت الا بشرا سے جب یہ استدلال ہوکہ جسم خاکی آسمان پر نہین جاسکتا تو وہی جواب حتی تنزل علینا کا بھی ہے اس سے بھی یہی سمجھا جائیگا کہ کتاب بھی نازل نہین ہوسکتی حالانکہ قرآن شریف برابر نازل ہوتا تھا اور اکثر کفار اسکا اعجاز دیکھکر منزل من اللہ سمجھتے اور ایمان لاتے تھے۔

ہر چند مرزا صاحب نے تحریف کا الزام اپنے ذمہ لیا مگر اس سے بھی انکا مطلب ثابت نہین ہوسکتا۔ تھوڑی دیر کے لئے اتنی ہی آیت فرض کیجئے جسکا ترجمہ انہون نے استدلال مین پیش کیا ہے یعنے وقالوا لن نومن لك حتی ترقی فی السماء قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ کفار نے حضرت سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تو انکو یہ جواب ملا کہ مین تو ایک بشر ہون یعنے خدا نہین کہ اپنی ذاتی قدرت سے ایسے خوارق عادات ظاہر کرون اس سے یقینی طور پر معلوم ہوا کہ خدائے تعالی کو ہر چیز پر قدرت ہے اگر کسی جسم کو آسمان پر لے جائے تو اوسکی قدرت سے بعید نہین رہا یہ کہ عادت نہین تو جتنے معجزات ظہور مین آئے تھے سب خوارق عادات تھے کوئی کم فہم بھی اس جملہ سے کہ (مین تو ایک بشر رسول ہون) یہ سمجھ نہین سکتا کہ یہ عادت ہے کہ جسم خاکی کو آسمان پر لیجائے اب دیکھ لیجئے کہ مرزا صاحب کی تحریف اور عبارت آرائی نے کیا نفع دیا ؎

شکوہ آصفی و اسپ باد و مشق طیر ۔۔۔ بیا درفت و ازان خواجہ ہیچ طرف نہ بست

اس بے تکے استدلال سے تو یہ استدلال کسیقدر قریب الفہم ہوگا کہ اونکے جواب مین حضرت نے فرمایا سبحان اللہ یہ کیا کہ رہے ہو مین کوئی عامی شخص نہین بلکہ مین بشر رسول ہون بفضلہ تعالے سب کچھ کرسکتا ہون چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شب معراج اسی جسم خاکی سے آسمان پر تشریف لے گئے جسکی تصدیق صدہا حدیثین کر رہی ہین اور تمامی امت کا اجماع ہے مرزا صاحب گو فلسفہ پر کامل اعتقاد ہونے کی وجہ سے معراج کا انکار کرتے ہین مگر کوئی مسلمان جسکو خدا کی قدرت پر ایمان ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخبار کو سچے سمجھتا ہے وہ تو ہرگز انکار نہین کرسکتا۔

چونکہ مرزا صاحب کو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو گھٹانے کی یہان ضرورت تھی اس لیے ھل کنت الا بشرا رسولا کے ترجمہ مین رسول کے لفظ کو چھوڑکر اسی پر اکتفا کیا کہ (مین بجز اسکے اور کوئی نہین کہ ایک آدمی) تاکہ اردو پڑھنے والون کا خیال رسالت کی طرف منتقل ہی نہو کیونکہ رتبۂ رسالت ابی عموماً و فطرۃً معظم و مکرم سمجھا گیا ہے اسیوجہ سے کفار اس رتبے کے مستحق ملائکہ کو سمجھتے تھے چنانچہ اونکا قول کما قال تعالیٰ لولا انزل علیہ ملک فیکون معہ نذیرا اور صرف بشریت کی وجہ سے ان انتم الا بشر مثلنا کہکر انبیا کی رسالت مین کلام کرتے تھے۔ مرزا صاحب نے خیال کیا کہ اگر لفظ رسول ترجمہ مین شریک کیا جائے تو ممکن ہے کوئی یہ کہ بیٹھے کہ حضرت کو جب رسالت کی قوت اعجازی دی گئی تھی تو ممکن ہے کہ آسمان پر جانیکی قدرت بھی ہو اسوجہ سے انہون نے اس لفظ کو ترجمہ مین ترک ہی کر دیا۔

مرزا صاحب نے آیۂ موصوفہ مین سبحان ربی کی توجیہ یہ کی کہ یہ اخذا اس سے پاک تر ہے کہ اس دار الابتلا مین ایسے کھلے کھلے نشانیان دکھلاوے اسکا مطلب ظاہر ہے کہ کھلے کھلے قدرت کی نشانیان دکھانا خدا تعالیٰ کی نسبت ایک ایسا سخت عیب ہے جس سے تنزیہ کرنیکی ضرورت ہے معلوم نہین کہ خدا تعالیٰ کی یہ قدرت نمائیان کسوجہ سے عیب ٹھیرائی گئی ہین یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ جسمین کوئی کمال ہو اوسکا ظاہر کرنا کمال مستحسن سمجھا جاتا ہے پھر خدا تعالیٰ کی قدرت جو غایت درجہ کا کمال ہے اوسکا اظہار کسوجہ سے نقص اور عیب ہوگا غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ عیب نعوذ باللہ حق تعالیٰ پر جو لگایا گیا ہے اسکا منشا صرف یہی ہے کہ اوس سے مرزا صاحب کی عیسویت کو صدمہ پہونچتا ہے اسلیے کہ اگر جسم خاکی آسمان پر جا سکے تو عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی ثابت ہو جاتی ہے پھر مرزا صاحب کو کون پوچھے غرض سبحان ربی سے یہ مطلب نکالنا صرف تحریف ہے۔

اصل یہ ہے کہ جب سوال کوئی بے موقع اور بد نما ہوتا ہے تو اوسکے جواب مین یہ لفظ بطور تعجب کہا جاتا ہے چنانچہ اس حدیث شریف سے بھی ظاہر ہے جو بخاری شریف مین ہے عن عایشۃ ان امرأۃ سالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن غسلھا من المحیض فامرھا کیف تغتسل قال خذی فرصۃ من مسک فتطھری بھا قالت کیف

اتطهر بها قال تطهری بها کیف قال سبحان اللہ تطهری فاجتبذتها الی فقلت تتبعی اثر الدم

ترجمہ یعنے ایک عورت نے حضرت صلعم سے پوچھا کہ حیض کا غسل کسطرح کیا جاے فرمایا کہ ایک کپڑے کے ٹکڑے مین مشک لگاکر اوس سے پاک کر کہا کیسے پاک کرون فرمایا پاک کر پھر اوس نے پوچھا کیسا فرمایا سبحان اللہ پاک کر۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہین کہ مین نے اوسکو اپنی طرف کھینچکر تدبیر بتلادی اب دیکھئے کہ خدا تعالی کی تنزیہ بیان کرنے گی یہان کوئی ضرورت نہین بلکہ صرف اوس بے موقع سوال کے جواب مین بطور تعجب یہ لفظ فرمایا اسیطرح کفار کے اون بے موقع اور مہمل سوالون کے جواب مین اس لفظ کا استعمال کیا گیا وہ سوال بے موقع اسوجہ سے تھے کہ حضرت نے یہ دعوی کب کیا تھا کہ اپنی خود مختاری سے تمام خوارق عادات ظاہر فرما دین گے حضرت تو ہمیشہ اپنی عبودیت کے معترف تھے۔ مرزا صاحب کو اپنی عیسویت اور تعلی ثابت کرنے کیلئے کیا کیا دقتین پیش آرہی ہین کبھی تمام علماے اسلام کو مشرک بنانیکی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور حق تعالے پر عیب لگانے کی احتیاج نعوذ باللہ من ذلک۔

اس تقریر سے ایک اور امر مستفاد ہے کہ مرزا صاحب معجزات کے بھی قائل نہین اسلئے کہ معجزات تو وہی ہوتے ہین جو قدرت الہیہ کی نشانیان ہون اور قدرت بشری سے خارج ہون پھر جب ایسی نشانیون کا اظہار عیب اور خدا تعالی کو اوس سے منزہ سمجھنے کی ضرورت ہو تو ممکن نہین کہ انکا وقوع ہوسکے اس صورت مین بخاری و مسلم وغیرہ کتب حدیث جو معجزات انبیا اور کرامات اولیا سے بھری ہوی ہین نعوذ باللہ سب کو جھوٹی سمجھنا پڑے گا بلکہ خود قرآن شریف مین بھی جو معجزات اور خوارق عادات مذکور ہین وہ بھی بقول مرزا صاحب قابل اعتبار نہونگے ہر چند مرزا صاحب اپنے کو ہم خیال معتزلہ کا بیان کرتے ہین چنانچہ ضرورۃ الامام صفحہ ۲۵ مین لکھتے ہین کہ مین معتزلہ وغیرہ کے قول کو مسیح کے وفات کے بارہ مین صحیح قرار دیتا ہون اور دوسرے اہل سنت کو غلطی کا مرتکب سمجھتا ہون مگر معجزات کے انکار سے ظاہر ہے کہ مذاق فلسفی مین سرسید صاحب کے بھی ہمخیال ہین۔ فرق اتنا ہے کہ اونہون نے جسقدر دینی مسائل مین توڑ پھوڑ اندازی کی مقصود اوس سے بظاہر مسلمانون کی دنیوی خیر خواہی تھی اور مرزا صاحب کو اوس سے بھی کچھ کام نہین چاہے دین و دنیا دونون تباہ

ہوجائین مگر اونکی مجددیت امامت مہدویت عیسویت وغیرہ جم جائے تو بس ہے۔
۶۴۳
ازالۃ الاوہام مین لکھتے ہین کہ اوس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے اوسکے مثیل ہونیکی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی۔ اور احمد و عیسیٰ اپنے جمالی معنون کے رو سے ایک ہی ہین اسی کے طرف یہ اشارہ ہے (مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد) مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمدی نہین بلکہ محمد بھی ہین یعنے جامع جلال و جمال ہین لیکن آخری زمانہ مین برطبق پیش گوئی بجز و احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔ اوس کے بعد خدا تعالیٰ کی قدرت بیان کرکے اپنا الہام بیان کیا۔ وجعلناک مسیح ابن مریم اوس کے بعد لکھا کہ جو عام طور پر مشائخ و علما ہین اونمین موت روحانی پھیل گئی اسکے بعد لکھا کہ اب اس تحقیق سے ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم کی آخری زمانہ مین آنے کی قرآن شریف مین پیش گوئی موجود ہے قرآن شریف نے جو مسیح کے نکلنے کی چودہ سو برس کی مدت ٹھیرائی ہے بہت سے اولیا بھی اپنے مکاشفات کی رو سے اس مدت کو مانتے ہین اور آیت وانا علی ذھاب بہ لقادرون جسکے بحساب جمل ۱۲۷۴ عدد ہین اسلامی چاند کی سلخ کی راتون کی طرف اشارہ کرتی ہے جس مین نئے چاند کے نکلنے کی بشارت چھپی ہوی ہے جو غلام احمد قادیانی کے عدد مین بحساب جمل پائی جاتی ہے۔

جس آیت کو مرزا صاحب نے ذکر کیا وہ یہ ہے واذ قال عیسی ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التورٰۃ و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ترجمہ جب کہا عیسیٰ ابن مریم نے اے بنی اسرائیل مین بھیجا آیا ہون اللہ کا تمھاری طرف سچا ٹھیرانے والا اوسکو جو مجھسے آگے ہے توریت اور خوشخبری سنانے والا ایک رسول کی جو آوے گا مجھسے پیچھے اوسکا نام ہے احمد۔

مرزا صاحب آپ اور عیسیٰ جمالی بنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کے مصداق ہونیسے خارج کر رہے ہین مگر اونکو ضرور تھا کہ پہلے قرآن و حدیث سے یہ ثابت کر دیتے کہ عیسیٰ اور احمد

جمالی نام ہین اور محمد جلالی اوس کے بعد یہ ثابت کرنے کی بھی ضرورت تھی کہ جمالی نام والے کی پیش گوئی جمالی نام والے کے واسطے ہونا ضرور ہے اسمین جلالی نام والا کوئی شریک نہین ہوسکتا۔ مرزا صاحب کی خودسری بھی حد سے بڑھی ہوئی ہے احادیث کی وقعت تو اونکے پاس اتنی بھی نہین جتنی صدیق حسن خان صاحب کے قول کی ہے جیساکہ اوپر معلوم ہوا رہا کلام اللہ اوسکی حالت بھی دیکھ لیجئے حق تعالےٰ تو فرماتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اوس رسول کی بشارت دی جسکا نام احمد ہے اور وہ کہتے ہین نہین وہ غلام احمد قادیانی کی بشارت ہے۔ کیونکہ وہ لکھتے ہین لیکن آخری زمانہ مین برطبق پیش گوئی احمد بھیجا گیا پھر ایک الہام کا جوڑ لگاکر کہ (وجعلناك مسيح ابن مريم)

لکھتے ہین کہ مسیح ابن مریم کی آخری زمانہ مین آنے کی قرآن شریف مین پیش گوئی موجود ہے یعنے آیۂ شریفہ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اپنے آنے کی پیش گوئی ہے اسلئے کہ الہام سے آپ مسیح ابن مریم ہین اور احمد و عیسیٰ جمالی ہونے کے رو سے ایک ہی ہین تو جو احمد کی پیش گوئی ہے وہی عیسیٰ کی پیش گوئی ہوئی۔ اس سے حاصل مطلب صاف ظاہر ہے کہ (رسول یاتی من بعدی اسمہ احمد) سے مراد غلام احمد ہے جو عیسیٰ ابن مریم بھی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہین۔

قولہ اگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہین۔ یعنے اگر حضرت کا نام صرف احمد ہی ہوتا تو ممکن تھا کہ اس پیش گوئی سے کچھ حصہ مل جاتا کیونکہ آخر خود بھی تو احمد ہین اور جب حضرت کا نام صرف احمد ہی نہین بلکہ محمد بھی ہے تو آپ بالکل اس سے بے تعلق ہین اسلئے کہ جلال و جمال سے مرکب ہونے کی وجہ سے خالص جمال نرا جو عیسیٰ ابن تھا اور پیش گوئی اسیوقت صادق آسکتی کہ عیسیٰ کی حقیقت بھی اندر موجود ہو جیسا کہ لکھتے ہین برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔

اس تحقیق سے ایک قاعدہ بھی معلوم ہوا کہ انبیا علیہم السلام کسی کی نسبت پیش گوئی کرتے ہین تو اوسکی حقیقت اوسمین ہوا کرتی ہے جیساکہ عیسیٰ کی حقیقۃ مرزا صاحب مین بے احادیث صحیحہ سے اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ نوح علیہ السلام سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کل

انبیا نے دجال کی پیشین گوئی کی ہے اس قاعدہ کے رو سے مرزا صاحب کے اعتقاد
مین یہ بات ضرور ہوگی کہ کل انبیا کی حقیقتہ اس دجال مین ہے جسکے قتل کرنیکے لئے مرزا صاحب
آئے تھین - مگر یہان ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اب مرزا صاحب کو افضل کہنا چاہیئے
یا پادریونکو کیونکہ مرزا صاحب مین تو صرف حقیقتہ عیسوی ہے اور پادریون مین بسبب قاعدہ
مذکورہ تمام انبیا کی حقیقتہ ہے -

قولہ اور اس آنیوالے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اوس کے مثیل ہونے کی
طرف اشارہ ہے اور اسی طرف یہ اشارہ ہے **ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد**
اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ عیسے علیہ السلام کے بعد قیامت تک جتنے آنے والون کا نام
احمد ہو وہ غلام احمد ہو -

یا احمد بیگ یا احمد خان سب مثیل عیسے ہونگے یا انمین کوئی مابہ الامتیاز بھی ہے اگر بالکل تعمیم
کیجائے تو مرزا صاحب کی شیخی باقی نہین رہتی اور اس تخصیص کا کوئی قرینہ نہین جس سے
مرزا صاحب ہی داخل ہون - لیکن جب ہم آیہ شریفہ کو دیکھتے ہین تو وہ بزبان فصیح کہہ رہی ہے
کہ وہ خاص رسول ہے جسکا متبرک نام احمد ہے نہ انمین کوئی غلام ہے نہ بیگ نہ خان اسکے بعد
مرزا صاحب کا اس غرض سے کہ خود بھی شریک ہوجائین یہ کہنا کہ آنیوالے کا نام احمد رکھا گیا
ہے غلط ہے بلکہ یون کہنا چاہیئے کہ اوس آنے والے رسول کا نام احمد ہے ہر چند
مرزا صاحب نے اسمین آنحضرت کو بچاکر داخل ہونے کی یہ تدبیر نکالی کہ لفظ رسول کو چھوڑکر صرف
آنیوالے کا نام احمد ہے لکھدیا تاکہ لوگ رسالت کے دعوے سے چونک نہ جائین مگر
سمجھنے والے سمجھ ہی جاتے ہین ؎

چشم مخمور تو دارد زدلم قصد جگر ترک مست است مگر میل کبابے دارد

اگر یہ کہے کہ اوس آنیوالے رسول کا نام احمد ہے اور مین وہی ہون تو ہر طرف سے دار و گیر شروع
ہوجاتی مگر داخل ہونے کے بعد چپ نہ رہ سکے دبی آواز مین رسالہ کا دعوے بھی کر ہی دیا
چنانچہ اسی بحث کے آخر مین لکھتے ہین کہ مین آخری زمانہ مین بھیجا گیا تاکہ اس آیہ شریفہ کا
پورا مصداق بنجائین اور رسول یاتی من بعدی اسمہ احمد مین کوئی کسر نہ رہجائے یہان شاید

یہ کہا جائے گا کہ حق تعالےٰ نے ارسلنا الریاح اور انا ارسلنا الشیاطین وغیرہ بھی فرمایا ہے جب ہوائین اور شیاطین کو اللہ تعالیٰ بھیجا کرتا ہے تو اگر مرزا صاحب نے اپنے کو بھیجا گیا ہون کہا تو کونسی بری بات ہو گئی اسکا جواب یہ ہے کہ فی الواقع ہر چیز کو خاص کام کے لئے حق تعالےٰ بھیجا کرتا ہے مثلاً ہواؤن کو پانی برسانے کے لئے۔ اب مرزا صاحب کو دیکھنا چاہیئے کہ کس کام کے لئے بھیجے گئے ہین وہ ایک جلیل القدر شخص ہین اسواسطے تو نہین بھیجے گئے ہونگے کہ زراعت وغیرہ مین لگائے جائین کیونکہ انہون نے زمین داری چھوڑ کر علمی خدمت اختیار کی ہے جس سے ہدایت یا ضلالت متعلق ہے اگر انا ارسلنا الشیطین کے مدین داخل ہین تو ممکن ہے کیونکہ شیاطین کے لئے کوئی حد مقرر نہین کی گئی قیامت تک گمراہ کرنیوالے ہر زمانہ مین پیدا ہوتے رہین گے مگر مرزا صاحب اسکو قبول نکرین گے اور یہی فرمائین گے کہ مین ہدایت کیلئے بھیجا گیا ہون جس سے مقصود یہ کہ رسولون کے زمرہ مین شریک ہون تو یہ بات اہل اسلام ہرگز قبول نہین کر سکتے اسلئے کہ حق تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرما کر ہمیشہ کے لئے تمام مدعیون کو مایوس کر دیا غرض مین بھیجا گیا ہون کہنا انکا سوائے دعوے رسالت کے اور کوئی بات نہین اور یہ دعوے بمقتضائے مقام انکو لازم بھی تھا اسلئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت شریفہ کے مصداق ہوئے تو بقول مرزا صاحب ضرور ہوا کہ وہ اسکے مصداق بنین ورنہ خبر قرآنی خلاف واقع ہو جاتی تھی اور وہ خود کہتے بھی ہیں رسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے اپنی طرف اشارہ ہے غرض اس تقریر سے اور نیز بعض الہامات سے جسکو خود انہون نے بیان کیا ہے مثلاً انی رسول اللہ الیکم جمیعا سے صاف ظاہر ہے کہ اونکو دعوے رسالت ضرور ہے۔

اب ہم یہان نہایت ٹھنڈے دل سے گذارش کرتے ہین کہ مرزا صاحب مدعی رسالت ہین اور جو مدعی رسالت ہو وہ دجال ہے۔ صغرا کا ثبوت ابھی معلوم ہوا اور کبریٰ کا ثبوت اس حدیث شریف سے ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتی یبعث دجالون کذابون قریبا من ثلثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ رواہ احمد والبخاری ومسلم ابوداؤد والترمذی عن ابی ہریرۃ کذا فی کنز العمال یعنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت

ع اس لئے کہ مرزا صاحب اجازت دیتے ہیں کہ اس قسم کی بات ٹھنڈے دل سے کہی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ۱۲

اوسوقت تک قایم نہوگی جب تک جھوٹے دجال فریب تیس کے نہ نکلین گے سب کا دعوی یہی ہوگا کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہین۔

شکل اول سے یہ نتیجہ نکلا کہ غلام احمد قادیانی دجال ہے تو پہلے ہی ایسا نام رکھا گیا کہ وہ مادہ تاریخ اس خدمت کا بن سکے یعنے مسمائے غلام احمد قادیانی بشکل اول دجال ہو تو اوسکے نام نامی سے مادہ تاریخ اس خدمت کی نکل آنا ایک مناسبت کے ساتھ ہوگا بخلاف اسکے کہ اس عدد سے عیسویت ثابت کیجائے جیساکہ مرزا صاحب نے کی ہے اب مرزا صاحب جواز الۃ الاوہام مین لکھے ہین کہ (گورنمنٹ انگریزی دجال ہے) سو اس سے کیا فائدہ۔ قولہ قرآن شریف نے جو مسیح کے نکلنے کی چودہ سو برس مدت ٹھیرائی الخ پہلے اس آیت کے بتلانے کی ضرورت تھی کہ چودہ سو برس تک مسیح کبھی نہ کبھی نکل آئے گا اور اگر حساب جمل سے نکل آنیکا نام قرار دادمدت ہے تو جن آیتون مین عیسی علیہ السلام کا ذکر ہے اونکے اعداد نکال کر دیکھ لیجئے کہ چودہ سو برس پر انحصار نہین ہوسکتا پہلے سب سے زیادہ مستحق اعداد نکالنے کے لئے وہ آیۃ ہے جس مین حقیقۃ عیسے یعنے احمد آنے کا ذکر ہے یعنے آیۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد مگر اس مین سولہ سو نکلتے ہین چونکہ اسمین بہت سے تخرجہ کی ضرورت ہے اسلئے مرزا صاحب اپنے کام مین اسکو نہ لاسکے جب انکو اس مضمون کی کوئی آیۃ نہ ملی جس مین عیسی یا احمد کا ذکر ہو تو بہ مجبوری یہ آیۃ اختیار کی وانا علی ذھاب بہ لقادرون جسکے معنے یہ ہین کہ ہم اوس کے لیجانے پر قادر ہین اب یہ نہین معلوم کہ کس کے لیجانے پر قادر ہین کیونکہ آیۃ تو پوری ذکر ہی نہین کی جس سے ضمیر کا مرجع معلوم ہو اسلئے کہ اوسکے اعداد بہت بڑھ جاتے ہین اس الہام کو انہون نے اسطرح اوٹھایا کہ اسمین اسلامی چاند کے سلخ کی راتون کی طرف اشارہ ہے جس سے ہر شخص سمجھ جائے کہ ضمیر چاند کی طرف پھرتی ہے اور چاند جانے سے سلخ ہوجاتا ہے مگر پوری آیۃ جو دیکھی گئی تو اس مین چاند کا ذکر ہی نہین بلکہ یہ ذکر ہے کہ ہم آسمان سے اندازہ کا پانی برساکر اسکو زمین مین رکھتے ہین پھر اوس کے بعد فرمایا کہ ہم اسکو بھی لیجانے پر قادر ہین کما قال تعالے وانزلنا من السماء ماء بقدر فاسکناہ فی الارض

ف ذکرہ فی رسالہ عقائد مرزا مطبوعہ امرت سر ۱۲

وانا علے ذھاب بہ لقادرون - اس صورت مین مرزا صاحب نے ۱۲۷۴ھ کے
عدد کی آیت جو اس غرض سے نکالی تھی کہ اپنے ظہور کے پیشتر اسلام کا چاند ڈوب جائیگا
وہ بھی صحیح نہین ہے بلکہ اس مین بھی تحریف کی ضرورت پڑی کیونکہ یہ کی ضمیر کو چاند کی طرف
پھیر دی جسکا ذکر ہی نہین تاکہ جہال اعتبار کرکے سمجھ لین شاید اوپر اسکا ذکر ہوگا پھر غلام احمد
قادیانی سے یہ نکالا کہ تیرہ سو برس مین عیسیٰ نکلیگا اب دیکھئے کہ اس سلسلہ تقریر کی ابتدا یہ
تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی کہ میرے بعد ایک رسول آئینگے جنکا نام احمد ہے اسمین
یہ تحریف کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق نہین آتی پھر یہ بات بنائی کہ قرآن شریف
سے ثابت ہے کہ جو دو سو برس تک عیسیٰ نکلیگا پھر اس بات کے ثابت کرنے کیلئے
کہ عیسیٰ تیرہ سو برس مین نکل پڑا ایک آیت پیش کی کہ قرآن سے ثابت ہے کہ ۱۲۷۴ھ مین
اسلام کا چاند غروب کریگا حالانکہ نہ اسمین چاند کا ذکر ہے نہ ۱۲۷۴ھ کا پھر اپنے نام کے مجرد
اعداد ۱۳۰۰ سو سے یہ مطلب نکالا کہ عیسے کے نکلنے کا سنہ یہی ہے معلوم نہین
کہ اس سنہ کے ساتھ عیسے کو کیا مناسبت پہلے کوئی آیت یا حدیث سے یہ ثابت کرنا ضرور
تھا کہ عیسے ۱۳۰۰ھ مین نکلیگا اسکے بعد اگر یہ نام کے اعداد لکھے جاتے تو ایک شاعرانہ مضمون
کی دلیل بن سکتی اس تقریر سے تو وہ بھی نہ بنی -

مرزا صاحب نے جو طریقہ ایجاد کیا ہے کہ کچھ کمی وزیادتی کرکے آیت یا حدیث کو اپنے مطلب کی
تائید مین لے لیتے ہین یہ طریقہ کوئی قابل تحسین نہین اکثر آزاد غیر متدین بھی کام کیا کرتے ہین
مرزا صاحب ازالۃ الاوہام مین لکھتے ہین اور یہ الہام (انا انزلناہ قریبا من القادیان
وبالحق انزلناہ وبالحق نزل وکان وعد اللہ مفعولا) جو براہین
احمدیہ مین چھپ چکا ہے بصراحت اور بآواز بلند ظاہر کر رہا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف
مین یا احادیث نبویہ مین بہ پیشگوئی ضرور موجود ہے اسکے بعد لکھتے ہین کہ کشفی طور پر مینے
دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھکر بآواز بلند قرآن شریف
پڑھ رہے ہین اور پڑھتے پڑھتے انہون نے ان فقرات کو پڑھا (انا انزلناہ قریبا
من القادیان) تو مین نے سنکر بہت تعجب سے کہا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف

مین لکھا ہوا ہے تب انہون نے کہا یہ دیکھو لکھا ہوا ہے تب مین نے نظر جو ڈالکر دیکھا تو معلوم
ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائین صفحہ مین شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت
لکھی ہوی موجود ہے تب مین نے اپنے دل مین کہا کہ ہان واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف
مین درج ہے اور مین نے کہا کہ تین شہرون کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف مین درج
کیا گیا ہے، مکہ مدینہ قادیان مرزا صاحب کے دعوے عیسویت پر جب یہ اعتراض ہوا کہ عیسی
علیہ السلام کا دمشق مین اترنا صحیح صحیح احادیث سے ثابت ہے تو انہون نے خود یہ سوال کرکے
اسکا جواب دیا کہ دمشق کا لفظ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے چونکہ امام حسین کا
مظلومانہ واقعہ خدا یتعالی کے نظر مین بہت عظمت و وقعت رکھتا ہے اور یہ واقعہ حضرت
مسیح کے واقعہ سے ایسا ہمرنگ ہے کہ عیسائیون کو بھی اوس مین کلام نہین ہوگا اسلئے
خدائتعالی نے چاہا کہ آنے والے زمانہ کو بھی اوس کی عظمت اور سچی مشابہت سے تنبیہ
کرے اسوجہ سے دمشق کا لفظ بطور استعارہ کہا گیا تاکہ پڑھنے والون کی آنکھون کے
سامنے وہ زمانہ آجائے جس مین لخت جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح کے
طرح کمال درجہ کے ظلم اور جور و جفا کے راہ سے دمشقی شقیا کے محاصرہ مین آکر قتل
کئے گئے سو خدا یتعالے اوس دمشق کو جس سے ایسے ظلم پر احکام نکلتے تھے اور
جس ایسے سنگدل اور سیاہ درون لوگ پیدا ہو گئے تھے اس غرض سے تشابہ بتاکر لکھا کہ
اب مثیل دمشق عدل اور ایمان پھیلانے کا ہیڈ کوارٹر ہوگا کیونکہ اکثر نبی ظالمون کی بستی
ہی مین آتے رہے ہین اور خدا یتعالے لعنت کی جگہہ کو برکت کے مکانات بناتا رہتا
ہے اس استعارہ کو خدائے تعالے نے اسلئے اختیار کیا کہ پڑھنے والے دو فائدہ
اوس سے حاصل کرین ایک یہ کہ امام مظلوم حسین رضی اللہ عنہ کا دردناک واقعہ شہادت
جسکی دمشق کے لفظ مین بطور پیشگوئی اشارہ کی طرز پر حدیث نبوی مین خبر دی گئی اسکی
عظمت اور وقعت دلون پر کھل جائے دوسرا یہ کہ تا یقینی طور پر معلوم کرجاوین کہ جیسے
دمشق مین رہنے والے در اصل یہودی نہین تھے مگر یہودیون کے کام انہون نے کئے
ایسا ہی جو مسیح آنیوالا ہے در اصل مسیح نہین ہے مگر مسیح کے روحانی حالت کا مثیل ہے

اور اس جگہ بغیر اس شخص کے کہ جسکے دل مین حسین کی وہ عظمت نہو جو ہونی چاہئے ہر ایک شخص اس دمشقی خصوصیت کو جو ہمنے بیان کی ہے کمال انشراح صدر سے ضرور قبول کریگا اور نہ صرف قبول بلکہ اس مضمون پر نظر امعان کرنے سے حق الیقین تک پہونچ جائیگا۔

اس تقریر مین مرزا صاحب نے کئی امور ثابت کیے ہین

(۱) قرآن شریف مین قادیان کا نام موجود ہے۔

(۲) قادیان و دمشق مین مشابہت معنوی ہے۔

(۳) حدیث شریف مین قادیان بلفظ دمشق بیان کیا گیا۔

(۴) دمشق کے لوگ ظالم ہونے کی وجہ سے قادیان مین برکت پھیلی اور عدل کا ہیڈ کوارٹر ہوا

(۵) عیسیٰ علیہ السلام کے دمشق مین اترنے کی پیشگوئی جو حدیث شریف مین ہے لفظ دمشق مین امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ کا اشارہ ہے۔

(۶) یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو گئی کہ جیسے دمشق مین مثیل یہود کے تھے ایسا ہی قادیان مین مسیح کا مثیل آئے گا۔

قرآن مین قادیان کا نام تلاش کرنے کی ضرورت مرزا صاحب کو اس وجہ سے ہوی کہ انا انزلناہ قریبا من القادیان کا الہام ہوا تھا چنانچہ وہ لکھتے ہین کہ یہ الہام بصراحت اور آواز بلند ظاہر کر رہا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف مین موجود ہے۔

اس سے ایک نئی بات معلوم ہوی کہ الہام مین جس چیز کا نام ہو وہ نام قرآن مین ضرور ہوا کرتا ہے اگر صرف یہی ایک آیت انا انزلناہ قریبا من القادیان قرآن مین بڑہا دی جاتی تو چندان فکر کی بات نہ تھی یہ ایک مصیبت تھی کسیطرح نمٹ لی جاتی مگر اس قاعدہ نے تو کمر ہی توڑ دیا کہ جو چیز الہام مین ہو وہ قرآن مین بھی ہو گی مرزا صاحب کے الہامو کا سلسلہ ایک مدت دراز سے جاری ہے اور ابھی اسکے ختم ہونے کی توقع بھی نہین بلکہ زیادتی ہی کا اندیشہ ہے اسلئے کہ جسقدر پختگی بڑھتی جائے گی الہامون کی آمد زیادہ ہوگی اور اگلے پچھلے الہامون کی آیتین بڑہتی جائینگی جس سے بجائے خود ایک دوسرا قرآن تیار ہو جائے گا۔ قادیان والی آیت ایک عالم کو برہم کر رہی ہے جب وہ پوری

پوٹ نیا قرآن بنیگا تو معلوم نہین کیسی قیامت برپا کریگا ۵

روز اول کہ سر زلف تو دیدم گفتم کہ پریشانی این سلسلہ را آخر نیست

اس الہام مین یہ نہین معلوم ہوا کہ انا انزلناہ کی ضمیر کسطرف پھرتی ہے اگر قرآن کی طرف ہے تو چندان مضائقہ نہین اس لئے کہ جو قرآن قادیان مین اترتا ہے اوسمین قادیان کا نام بے موقع نہوگا مگر مرزا صاحب کا اسپر راضی ہونا دشوار ہے وہ تو یہی فرماوین گے کہ اگر جعلی قرآن مین بہائی صاحب نے یہ آیت بڑہادی تو لطف ہی کیا رہا عظمت و شان قادیان تو جب ہوگی کہ قرآن قدیم مین یہ آیت بڑھے اسیوجہ سے یہ لکھتے ہین کہ قادیان کا نام اعزاز کے ساتھہ مثل مکہ و مدینہ قرآن شریف مین درج کیا گیا ہے اور انزلناہ کی ضمیر مسیح وغیرہ کے طرف پھر نہین سکتی اس لئے کہ اس کا ذکر پہلے نہین جو شرط ضمیر غائب ہے اور اگر یہی مطلب ہوتا تو مثل دوسرے الہامون کے انزلناک بصیغۂ خطاب ہوتا یا مرزا صاحب خود کہدیتے کہ انا انزلناہ کی ضمیر میری طرف پھرتی ہے اور جہان قرآن شریف مین انا انزلناہ اور بالحق انا انزلناہ و بالحق نزل وارد ہے قرآن شریف کی طرف ضمیر پھرتی ہے - اس سے صاف ظاہر ہے کہ انا انزلناہ کی ضمیر قرآن ہی کی طرف پھرتی ہے مگر جب واقعہ پر نظر ڈالی جائے تو یہ امر کسی پر پوشیدہ نہین کہ قرآن قریب قادیان نہین اتارا گیا اور ہم مرزا صاحب پر بھی جھوٹ کا الزام نہین لگا سکتے کہ بغیر الہام ہونے کے کہدیا کہ مجھپر یہ الہام ہوا اب سخت دشواری یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب کو سچے کہین تو قرآن کا قادیان مین اترنا واقع کے خلاف ہے اور اگر واقعہ کا لحاظ کرین تو مرزا صاحب جھوٹے ہوے جاتے ہین - مگر تطبیق و توفیق کی ضرورت نے ہمین ایک ایسا کھلا راستہ دکھلا دیا کہ ہم اوس سے ہرگز چشم پوشی نہین کر سکتے وہ یہ کہ انا انزلناہ کا کہنے والا کوئی دوسرا ہی ہے جسکی تصدیق خود مرزا صاحب ہر جگہہ کرتے ہین چنانچہ ضرورۃ الامام مین لکھتے ہین جب کہ سید عبد القادر جیسے اہل اللہ و مرد و فرد کو شیطانی الہام ہوا تو دوسرے عامۃ الناس اوس سے کیونکر بچ سکتے ہین - اس صورت مین مرزا صاحب کی تصدیق بھی ہو جاتی ہے کہ اونکو الہام ضرور ہوا اور قرآن شریف کا قادیان مین اترنا بھی نہین لازم آتا البتہ صرف اتنی جرأت کی

ضرورت ہے کہ وہ الہام شیطانی مان لیا جاے اور یہ چند ان بدنما ہی نہین اسلئے کہ جب ہم خلاف واقع اور جھوٹ کے مقابلہ مین اسکو لاکر دیکھتے ہین تو بمصداق من ابتلی فلیتین فیختار اھونھما کے اسکو الہام شیطانی سمجھنا مرزا صاحب کو بھی مفید ہے اسلئے کہ جھوٹا رسول ہرگز نہین ہوسکتا جسکا دعوے مرزا صاحب کو ہے اور نہ مجدد و امام زمان کی یہ شان ہے کہ خلاف واقعہ یا جھوٹ کوئی خبر دے رہا الہام شیطانی سو بقول مرزا صاحب بڑے بڑے لوگون کو ہوچکا ہے جیساکہ ابھی معلوم ہوا اس صورت مین مرزا صاحب اپنی ذات سے بری الذمہ ہوجائینگے کہ جو کچھ انہون نے واقعہ مین دیکھا کہدیا اس سے کیا بحث کہ دکھانے والا کون تھا وہ فعل مرزا صاحب کا نہین جو اوس کے ذمہ دار ہون بلکہ دکھانے والا قابل مواخذہ ہوگا ہرچند وہ اپنی براءت ظاہر کرے جیساکہ حق تعالے فرماتا ہے کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بری منک انی اخاف اللہ رب العالمین مگر مواخذہ سے وہ بری نہین ہوسکتا جیساکہ اوسی آیت شریف کے آخر مین ہے فکان عاقبتھما انھما فی النار۔

البتہ ایک الزام مرزا صاحب کے ذمہ عاید ہوگا کہ انہون نے الہام شیطانی اور رحمانی مین فرق نہ کیا مگر اہل دانش اس باب مین بھی اونکو معذور رکھ سکتے ہین کہ الہام ایک کیفیت وجدانی کا نام ہے جو انسان مین پائی جاتی ہے اور وہ اوسکو اپنے مین احساس کرتا ہے یہ کیا معلوم وہ کہان سے آئی جب شیطان الہام کرنے پر قادر ہے تو وہ ایسا بے وقوف نہین کہ اپنا نام اوس الہام کے وقت بتاکر خبردار کردے جس سے اوسکا مقصود فوت ہوجاے غرض اس الہام کو شیطانی کہین تو مرزا صاحب کے ذمہ اس کا قصور عاید نہین ہوسکتا مگر مرزا صاحب کو یہ زیبا نہ سزاوار نہین کہ قرآن شریف مین قادیان کا نام ہے مرزا صاحب کو اپنے الہام و مکاشفہ پر کس قدر وثوق ہے جو کہتے ہین کہ یہ الہام بصراحت اور بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف مین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاشفہ کی نسبت کہتے ہین کہ اُس مین ایک ایسا ابہام رہتا ہے کہ اوس کی تعبیر کی حاجت ہوتی ہے چنانچہ اوپر معلوم ہوا۔ اودنے تامل سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب اپنے

مکاشفہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاشفہ سے کس قدر بڑھا رہے ہیں اور کس قدر اپنی
فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس باب میں بیان کر رہے ہیں مگر آخری زمانہ کے مسلمانوں کو
اس کی کیا پروا۔ وہ لکھتے ہیں کہ قادیان اور دمشق میں مشابہت معنوی ہے اسلئے کہ امام حسین اور
عیسے علیہما السلام کے واقعے نہایت ہمرنگ تھے مطلب اسکا یہ ہوا کہ قادیان مشبہ اور دمشق مشبہ بہ
ہے اور وجہ شبہ یہ مظلومیت کا مقام ہونا مرزا صاحب کو ضرور تھا کہ دونوں واقعوں کی ہمرنگی پہلے
ثابت کرتے کیونکہ قرآن شریف سے تو معلوم ہوتا ہے کہ عیسے علیہ السلام نہ مارے گئے نہ
سولی پر چڑھائے گئے بلکہ نہایت عظمت و شان کے ساتھ شادان و فرحان آسمان پر چلے گئے
چنانچہ حق تعالے فرماتے ہے وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم و
قولہ تعالے وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ اور اگر بالفرض عیسے علیہ السلام بحالت
مظلومی سولی پر چڑھائے بھی گئے جیسے مرزا صاحب کہتے ہیں تو پہلے یہ ثابت کرنا ضرور تھا کہ عیسی
علیہ السلام پر قادیان میں ظلم ہوا تھا نا کہ قادیان اور دمشق میں مشابہت ثابت ہو جو مقصود اس تقریر
سے ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ثابت کیا جانا کہ امام حسین علیہ السلام دمشق میں مظلوم شہید ہوئے
کیونکہ ان دونوں شہروں میں جو مشابہت بیان کیجا رہی ہے اوسمیں وجہ شبہ بھی ہے کہ دونوں
مظلومیت کے مقام ہیں اور اگر وجہ شبہ یہ تھے کہ اجرائے احکام ظلم کے مقام ہیں تو یہ ثابت
کرنا ضرور تھا کہ عیسے علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے کے احکام قادیان سے جاری ہوئے تھے
جیسے دمشق سے امام حسین پر ظلم کرنے کے احکام جاری ہوئے اور یہ دونوں امر خلاف واقع
ہیں یعنے نہ دمشق میں امام حسین پر ظلم ہوا نہ قادیان میں عیسے علیہ السلام پر پھر ان دونوں واقعوں کے
ہمرنگ ہونے سے قادیان و دمشق میں مشابہت کہاں سے آگئی کیونکہ وجہ شبہ طرفین میں موجود نہیں
حالانکہ مشابہت کیلئے اوس کا طرفین میں موجود ہونا ضرور ہے۔

پھر مرزا صاحب جو لکھتے ہیں کہ لفظ دمشق بطور استعارہ قادیان پر استعمال کیا گیا اس حدیث شریف
کی طرف اشارہ ہے اذ بعث اللہ المسیح ابن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء
شرقی دمشق یعنے عیسے علیہ السلام دمشق کے شرقی جانب منارہ کے پاس اترینگے
مقصود و کنایہ ہے کہ دمشق سے مراد قادیان ہے عموماً اہل علم اس بات کو جانتے ہیں کہ استعارہ

ایک قسم کا مجاز ہے اسلئے کہ اس مین بھی لفظ اپنے معنے موضوع لہ مین مستعمل نہین ہوتا اس وجہ سے وہان ایسے قرینہ کی ضرورت ہے کہ معنے موضوع لہ مراد نہونے کو صراحۃً بتلادے یہ امر ظاہر ہے کہ اگر کوئی کہے کہ مین نے ایک شیر کو دیکھا تو اس سے یہی سمجھا جائیگا کہ شیر کو دیکھا ہوگا یہ کوئی نہ سمجھے گا کہ کسی جوانمرد آدمی کو اسنے دیکھا ہے جب تک کوئی قرینہ اوسپر قائم نہ کیا جائے اور اگر یون کہے مین نے ایک شیر کو دیکھا جو تیر چلا رہا تھا تو اس سے ہر شخص سمجھ جائے گا کہ اوس نے شیر کو دیکھا نہین بلکہ کسی جوانمرد آدمی کو دیکھا ہے کیونکہ تیر چلانا اس امر پر قرینہ ہے کہ شیر کے حقیقی معنے مراد نہین اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک قرینہ قایم نہو معنے حقیقی متروک نہین ہوسکتے اب دیکھئے کہ اگر اس حدیث شریف مین دمشق کے حقیقی معنے متروک ہوتے اور قادیان اوس سے مراد ہوتا تو اوس پر کوئی قرینہ ضرور ہوتا حالانکہ کوئی قرینہ نہین اس سے صاف ظاہر ہے کہ دمشق اپنے معنے موضوع لہ مین مستعمل ہے اور قادیان اوس سے مراد سمجھنا محض غلط ہے۔

اور نیز علم بیان مین مصرح ہے کہ استعارہ اعلام مین جائز نہین مثلاً کہا جائے کہ فلان شخص مکہ معظمہ مین داخل ہوا اور اوس سے یہ مراد لی کہ دہلی یا لکھنؤ مین داخل ہوا تو ہرگز صحیح نہین اسیطرح دمشق سے قادیان مراد لینا صحیح نہین شاید یہان یہ کہا جائے گا کہ سمی کو حاتم کہنا صحیح ہے حالانکہ حاتم بھی ایک شخص کا نام تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حاتم سخاوت مین ایسا مشہور ہے کہ شخصی معنے کے طرف ذہن نہین جاتا بلکہ حاتم کہنا اور جواد کہنا برابر ہے۔

اسوجہ سے گویا علمی معنی اوس کے متروک ہوگئے چنانچہ تمام کتب فن مین مصرح ہے اور ظاہر ہے کہ دمشق مین یہ بات صادق نہین آتی جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسے علیہ السلام کا دمشق مین اترنا بیان فرمایا اوس وقت یہ کوئی نہین جانتا تھا کہ وہ محل اجرائے احکام ظلم ہے بلکہ برعکس اوسکے مسلمانون کے اعتقاد مین وہ نہایت عمدہ اور برگزیدہ مقام تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت فضیلت اوسکی بیان فرمائی تھی چنانچہ صحیح روایتون مین وارد ہے کہ شام اللہ تعالے کے پاس تمام شہرون مین برگزیدہ اور پسندیدہ مقام اور خدائے تعالے کے بہترین عبادکے رہنے کی جگہ ہے اور خاص دمشق کی فضیلت مین یہ وارد ہے کہ شام کے تمام شہرون مین دمشق بہتر ہے۔ اب غور کیا جائے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دمشق کے فضائل بیان فرمائے تو صحابہ اور

تمام امت مین اوسکی عمدگی مشہور رہوگی یا بقول مرزا صاحب اوسکی خرابی کہ وہان کے لوگ بدترین خلق ہین اگر چند روز یزید نے ظلم کے احکام جاری کئے تو اس سے دمشق کی ذاتی فضیلت کو کیا نقصان جیسے ابوجہل وغیرہ سے مکہ معظمہ کی عظمت مین کوئی نقص نہ آیا یہ تو قاعدہ ہے کہ جہان اچھے لوگ بکثرت ہوتے ہین چند برے بھی ہوتے ہین بڑی حیرت کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو دمشق کو اچھا اور اسمین رہنے والون کی تعریفین فرماوین اور مرزا صاحب برخلاف اسکے یہ کہتے ہین کہ وہ برا اور اوس مین رہنے والے نہایت برے ہین یہ کیسی بے باکی ہے کہ نبی ہونے کا دعوے اور اوسپر یہ مخالفت نعوذ باللہ من ذلک - اب دیکھئے کہ نہ دمشق مین کوئی ذاتی برائی ہے نہ باعتبار واقعہ کے اس مین کوئی بلائی آئی نہ قادیان و دمشق مین کسی بات مین مشابہت ہے نہ استعارہ دمشق کا علم ہونے کی وجہ سے صحیح ہوسکتا ہے مگر مرزا صاحب زبردستی نزول عیسٰی علیہ السلام کی حدیث کو جھوٹی بنانے کے فکر مین ہین کہتے ہین کہ نہ عیسے اترین گے نہ دمشق اونکے اترنے کی جگہ ہے اگر عیسے ہون تو مین ہون اور اگر اونکے اترنے کی جگہ ہے تو قادیان ہے یہان مجنون کی حکایت یاد آتی ہے کسی نے اوس سے پوچھا کہ خلافت امام حسین کا حق تھا یا یزید کا اوس نے کہا کہ نہ اونکا حق تھا نہ اوسکا میری لیلے کا حق تھا مرزا صاحب بھی چونکہ عیسویت کے عاشق ہین اس قسم کی بات کہین تو کوئی تعجب کی بات نہین مگر مسلمانون کو چاہیئے کہ ایسے مجنونانہ مضامین کو قابل اعتماد نہ سمجھین - مرزا صاحب لکھتے ہین کہ خدائے تعالے نے دمشق کو نشانہ بناکر لکھا کہ اب ثیل و دمشق عدل اور ایمان پھیلانے کا ہیڈ کوارٹر ہوگا کیونکہ اکثر نبی ظالمون کی بستی مین آتے رہتے ہین -

حاصل یہ کہ قادیان ثیل و دمشق ہے یعنے ظالمون کی بستی ہے اور ایسے بستیون مین انبیاء آتے رہتے ہین اسلئے خود بدولت قادیان مین عدل پھیلانے کو آئے ہین -

اس سے ظاہر ہے کہ وہ ختم نبوت کے قائل نہین جبھی تو کہا کہ (انبیاء ایسی بستیون مین آتے رہتے ہین) اگر ختم نبوت کے قائل ہوتے تو آتے رہتے تھے کہتے جب قادیان کا ظالمون کی بستی ہونا ثابت کرکے کہا کہ ایسی بستیون مین انبیاء آتے رہتے ہین اور ساتھ ہی یہ دعوی کیا کہ مین اوسمین

ایمان وعدل پھیلانے کو آیا ہون اور نیز لکھتے ہین کہ آخری زمانہ مین برطبق پیش گوئی احمد بھیجا گیا جیساکہ اوپر معلوم ہوا تو اب اونکے دعوے نبوت مین کیا شک ہے۔

مرزا صاحب نبوت کی طمع مین قادیان کے لوگون کو زبردستی ظالم بنا رہے ہین ہمنے تو نہ کسی سے یہ سنا کہ قادیان ظالمونکی بستی ہے نہ کوئی ایسمین ظلم کا ایسا واقعہ کتب تواریخ سے ثابت ہے کہ غیر معمولی طور پر یا دگار ہو البتہ ہم اسکا انکار نہین کرسکتے کہ مرزا صاحب پر وہان کے لوگون نے یورشں کی ہوگی مگر وہ بیچارے ایسمین معذور ہین کیونکہ مرزا صاحب نے مسلمانونکی دل آزاری اور اشتعا لک طبع کا کوئی دقیقہ اوٹھا نہ رکھا اونکے علما ومشایخین زمانہ پر گالیون اور لعنت کی وہ بوچھاڑ کی کہ الامان جسکو آپ دیکھ چکے اونکی دینی کتابون کو لکھا کہ شرک سے بھری ہوئی ہین اونکے اعلی درجہ کے مقتدا یعنے صحابہ اور تابعین ومحدثین وغیرھم پر شرک کا الزام لگایا اونکے نبی کی شان مین جوایت وارد ہوی اوس کے مصداق خود بن بیٹھے اونکی کتاب یعنے قرآن شریف مین تحریف کرکے بگاڑنے کا گویا بیڑا اوٹھایا۔ نبوت اور رسالت کا دعوے کرکے اون کے نبی کی ریاست کو جو قیامت تک قایم ہے چھیننا چاہا اس پر بھی اگر وہ لوگ برہم نہوتے تو عذر اور سول کے پاس اونکا نام کس زمرہ مین لکھا جاتا اور ھیجشمون مین اونکی کس درجہ کی ہیچمدانی اور بے غیرتی ثابت ہوتی کیسا ہی بے غیرت مسلمان ہو ممکن نہین کہ اتنی باتین سنکر اوسکی رگ حمیت جوش مین نہ آئے۔ مرزا صاحب اگر گورنمنٹ کی حمایت مین نہوتے تو دیکھتے کہ قادیان ہی کے لوگ کیا کرتے اب بھی کسی اسلامی سلطنت مین اپنے تصنیفات لے جاین اور پھر دیکھین کہ کیا کیفیت ہوتی ہے۔ مرزا صاحب کو گورنمنٹ کا بہت شکریہ کرنا چاہیے مگر بجاے شکریہ کے گورنمنٹ کو دجال کہتے ہین جیساکہ رسالہ عقاید مرزا مطبوعہ امرت سر مین لکھا ہے اور وہ قادیان کی گورنمنٹ کو ظالم قرار دیتے ہین کیونکہ اسکو دمشق کے ساتھ تشبیہ دے رہے ہین جسکا مطلب صاف ظاہر ہے کہ جیسے دمشق کی حکومت ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر ظلم اور بیداد کے احکام جاری ہوئے قادیان کی حکومت سے بھی ایسا ہی ہوا ورنہ ہر شخص جانتا ہے کہ حضرت امام حسینؓ پر دمشق مین ظلم نہین ہوا جس سے مرزا صاحب کی مظلومیت قادیان مین بطور تشبیہ ثابت ہو۔ لسان شرع شریف سے تو دمشق کی مدح ثابت ہے مگر مرزا صاحب

اوسکی مذمت اس بنا پر کرتے ہین کہ اوس مین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے پچاس برس بعد ظلم ہوا حالانکہ حضرت نے شہادت کا واقعہ جو بیان فرمایا اوس مین اگر دمشق کا
نام بھی ہوتا تو یہ سمجھا جاتا کہ یہ شہر دار الظلم ہوگا برخلاف اوس کے خاص طور پر صراحۃً دمشق کی تعریف
کی جیسا کہ ابھی معلوم ہوا اگر صرف اس بنا پر کہ کسی زمانہ مین کسی شہر مین ظلم ہوا اور ایسے شہر کا نام لینے
سے اوس ظلم کی طرف اشارہ ہوتا ہو تو یہ لازم آئیگا کہ جہان کہ معظمہ کا نام قرآن وحدیث مین آیا ہے
اون تمام اذیتون کی طرف اشارہ ہو جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دس بارہ سال تک
ہوتی رہین جن کا حال متعدد احادیث مین موجود ہے۔ اہل اسلام پر اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی ادنے تکلیف کا صدمہ اسقدر ہونا چاہئے کہ اپنی یا اور کسی کی موت سے ہو چہ جائیکہ اتنی
مدت مدیدہ تک پیہم صدمات وتکالیف شاقہ جاری رہے جس سے ہجرت کی نوبت پہونچے
اگر ذکر مکہ سے اشارہ اون تمام اذیتونکی طرف ہو تو وہ شہر مبارک بقول مرزا صاحب معاذ اللہ مبغوض
ہونا چاہئے حالانکہ نہ کسی حدیث سے مرزا صاحب اوس کا مبغوض ہونا ثابت کرسکین گے نہ کوئی
مسلمان اوسکو مبغوض کہہ سکتا ہے کیونکہ چند بدمعاشون کے ظلم وزیادتی سے کوئی متبرک اور
ممدوح شہر مبغوض نہین ہوسکتا۔

مرزا صاحب جو دمشق کو مبغوض قرار دے رہے ہین صرف کارسازی اور خود غرضی ہے مقصود صرف
الکنایہ ہے عوام الناس کو جو ظاہر بین ہوتے ہین ایک واقعہ جانکاہ یاد دلاکر اوسکی خرابی کی جہت
کی طرف متوجہ کردین اور ساتھ ہی وہی جہت قادیان مین قائم کرکے دمشق سے مراد قادیان کو بنین
جس سے اپنی عیسویت جہلا کے پاس جم جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود صریح
فوت ہو جائے اسلئے کہ مقصود اوس حدیث شریف سے اسیقدر ہے کہ عیسے علیہ السلام دمشق
مین اتر ین گے نہ اوسکے سیاق وسباق مین امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام ہے نہ دمشق کی خرابی
نہ کسی طرف اشارہ ہے اب دیکھئے کہ یہ کیسی کھلی کھلی تحریف ہے۔

مرزا صاحب کو منظور تھا کہ قادیان کو دمشق ثابت کرین اسلئے یہ واسطہ قائم کرنے کی ضرورت ہوئی
کہ قادیان کے لوگ یزیدی الطبع ہین اگر اسکو مکہ بنانا منظور ہوتا تو یہ آیہ شریفہ ان اول بیت وضع
للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین پیش کرکے وہی تقریر فرماتے کہ مکہ کا

لفظ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وہان نہایت ظلم ہوا اور قادیان مین ابوجہلی الطبع لوگون نے اپنے پر ویسا ہی ظلم کیا اس لئے مکہ سے قادیان مراد ہے بمناسبت مردم یزیدی الطبع قادیان دمشق ہو تو یہ مناسبت ابوجہلی الطبع قادیان مکہ بنے کو کیا دیر۔

مرزا صاحب کی غم خواری حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نسبت سلام رد ستائی سے کم نہین ان حضرت کو ان امور سے کام ہی کیا۔ وہان تو علانیہ بے دھڑک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر اعتراضات ہوتے ہین کہ انہون نے خواہ مخواہ سلطنت مین مداخلت کر کے مخالفت کی جیسا کہ صاحب عصائے موسے نے مدلل لکھا ہے اور خط مولوی نور الدین صاحب جو مرزا صاحب کے اعلے درجہ کے حوارین مین سے ہین نقل کیا ہے جسکا حاصل مضمون یہ ہے کہ لایلدغ المومنین من جحر واحد مرتین وارد ہے حضرت امام اس حجر مین کیون جا گھسے صحابہ کی مشورت کے خلاف کیون کیا۔

لیجئے جب حضرت امام حسین کی حرکت مخالفت قابل مواخذہ و اعتراض ٹھہرے تو یہ اظہار خوش اعتقادی غرض آمیز نہین تو کیا ہے۔ اگر مرزا صاحب کی خوش اعتقادی دلی ہوتی تو اون کے مریدین کو کبھی ایسی تقریرون کی جرات نہوتی۔

تحریر فرماتے ہین کہ یقینی طور پر سے معلوم ہوگیا کہ جیسے دمشق مین مثیل یہود کے تھے ایسا ہی قادیان مین مسیح کا مثیل آئیگا۔ سبحان اللہ کجا دمشق کجا قادیان پھر طرفہ یہ کہ تمام مسلمانون کو یقین بھی آگیا مرزا صاحب کو یقین ایسے باتون کا ہوا کرتا ہے لیکن احادیث صحیحہ پر یقین نہین آتا اللھم انا نعوذ بک من شرور انفسنا۔ یہ چند تحریفین جو مرزا صاحب کی لکھی گئین مشتے نمونہ از خروارے ہین۔

انشاء اللہ تعالی عنقریب فرصت و فرقت اور بھی لکھی جائینگی اسوقت اکثر احباب کی یہ رائے ہوئی کہ بالفعل یہ رسالہ انوار الحق جسقدر لکھا گیا طبع کرا دیا جائے تاکہ جسکو توفیق ازلی ہو اوس سے بہرہ یاب ہو اسلئے اس حصہ کو مین اس دعا پر ختم کرتا ہون کہ الہی بطفیل اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل اسلام کو توفیق عطا فرما کہ جو راہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی اور صحابہ نے جسکا اہل حق کا اتفاقی اجماع رہا اوسکی پیروی مین مصروف اور نئے نئے دین وائین و خیالات سے محترز اور محفوظ رہین آمین۔

تاریخ طبع زاد جناب معلے القاب مولوی مظفر الدین صاحب المتخلص بہ معلے عم فیضہٗ

چو مولاے من مقتدائے زمن	درین نسخہ فرمود اظہار حق	شود از خیالات باطل برون
کند غور اگر ہر طلب گار حق	نمودم چو فکر سنہ طبع او	پے شکر و تحسین این کار۔ حق

معلے دلم گفت تاریخ طبع — زہے جلوۂ فیض انوار حق ۱۳۲۲ھ

غلط نامہ انوار الحق

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	سطر	صفحہ	غلط	صحیح
۳	۱۱	یَقِفُنُوْنَ	یُقْتَنُوْنَ	۸	۱۹	لے	کے
۳	۱۱	مَرْتَیْن	مَرَّتَیْنِ	۸	۲۰	ہوٹا	ہوتا
۴	۶	کو	گو	۹	۱۰	ورنہ	اورنہ
۴	۸	کو	گو	۱۰	۱۰	بھر	پھر
۵	۲	کا	۰	۱۳	۲	پڑھا دیتے	بڑھا دیتے
۵	۳	لقیمۃ	القیمۃ	۱۴	۵	اللہ	لِلّٰہِ
۵	۲۲	شخش	شخص	۱۴	۹	گھڑا	کھڑا
۶	۱۴	نماز	و نماز	۱۴	۱۵	کوج	کوچ
۷	۱۲	ابوالہب	بولہب	۱۷	۲۱	بیدو	بیدو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸	۱۲	پسند	بسند	۲۵	۱۵	قتلت	قتلتُ
۱۸	۲۰	اور	وہ	۲۵	۱۵	حیتہ	احییتہ
۱۹	۱	بینہا	بینھما	۲۶	۱۰	ہوے	ہوتا ہے
۱۹	۱	یعیش	یعیش	۲۷	۱۵	بصیر	بصیرۃً
۱۹	۷	ادك	ادرك	۲۷	۲۰	ضروے	ضرور ہے
۲۱	۲۲ ۶	ربك والخنازیو	ربکھ والخنازیر	۲۸	۱۳	ہزارون	ہزاون
۲۲	۱۱	ہوجاے	ہوجائیگی	۲۸	۲۰	جاتا	جاتا
۲۲	۱۵	قار	قال	۲۸	۲۱	متن	تین
۲۴	۴	از	اشد	۲۹	۱۶	مریان	عمریان
۲۴	۱۱	کر ر	کرنے	۲۹	۱۸	ملاقاتیون	ملاقاتیون
۲۴	۱۴	گردی	کردی	۳۱	۲	تاول	تاویل
۲۵	۱۲	تنی	تلی	۳۱	۵	سمجھتے	سمجھے

صفحہ	سطر	غلط	صفحہ	سطر	صحیح
۳۲	۱	یتیع	۵۲	۱۶	یَتَّبِعُ
۳۳	۱	فرماوہے	۵۲	۲۱	فرمارہے
۳۳	۹	فرمانے	۵۲	۲۳	فرماتے
۳۴	۱۶	یلتبون	۵۲	۲۳	یکتبون
۴۳	۵	ہے	۵۳	۱	ہی
۴۳	۹	مایوٗل	۵۳	۳	مایؤول
۴۳	۱۱	مایوٗل	۵۳	۱۲	مایؤول
۴۴	۹	تہا	۵۵	۳	نتہا
۴۵	۲	آرہےہیں	۵۶	۱	آرہی ہے
۴۶	۴	خلفاے	۵۶	۲	خلفاے
۴۹	۲۲	اوس کی	۵۶	۲	اُسکی
۵۰	۱۷	فرمادیاکی	۵۶	۱۶	فرمادیایاکوئی

غلط	صحیح
منی	منہا
ے	سے
لے	نے
م	تمام
ایسا	
آیت	آپ
ممکن	مکن
ین	مین
ر	رض
.	کہ
حدیثوں	حدیثوں
تقرر	تقریر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۷	۶	مولوی	مرزا	۶۴	۵	تعین	تعیئین
۵۷	۱۷	کے	کہ	۶۴	۱۱	بنتے	بننے
۵۷	۲۰	نصب	نصیب	۶۵	۱۷	نے	ہونے
۵۸	۱۸	پڑ ہا	پڑ ہا	۶۸	۵	مشہور	مشہود
۵۹	۱۰	الحق	الی الحق	۶۸	۸	پرواد	پرواہ
۵۹	۱۸	کر	کو	۷۲	۲۱	بلادونگا	بلاؤنگا
۵۹	۲۰	یُئل	یُسئلُ	۷۴	۲۳	جواری	خواری
۵۹	۲۲	سے	سے	۷۵	۱۴	ہی	حیّ
۶۰	۳	میں	ہیں	۷۶	۵	بیبر	بمیر
۶۱	۷	اپنے	اوسکے	۷۶	۲۰	آئین گی	آئینگی
۶۱	۱۸	اوس	اوس	۷۸	۷	ذی الخویصہ	ذی الخویصرۃ
۶۲	۷	فنسے	فَنَسِیَ	۷۸	۱۴	۰	کہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۸	۲۰	کرشان	کسرشان	۸۷	۵	تقروہ	نقروہ
۸۰	۱۵	اوو	اور	۸۸	۱۲	بیاد	بباد
۸۱	۱	ھذہ	ھذہ اللہ	۹۰	۱	کیف	قالت کیف
۸۱	۴	ننشرھا	ننشزھا	۹۰	۲	اثرالدّ	اثرالدم
۸۲	۵	استعباد	استبعاد	۹۰	۵	گی	کی
۸۳	۷	ون	دن	۹۰	۱۹	چنا	چنانچہ
۸۵	۱۱	عزیز	عزیر	۹۱	۱۲	انتے	مانتے
۸۵	۱۷	امانۃ	امانت				
۸۵	۱۷	بعثہ	بعثت	۹۲	۱۰	برسول ایانی	برسول یاتی
۸۵	۱۷	پیا	پینا	۹۳	۲۰	ہہ	۔۔ہہ
۸۶	۶	امات	اماتت	۹۴	۶	کئے	گئے
۸۶	۱۳	فرماتا	فرمایا	۹۵	۱۵	ملی	ملی
۸۷	۱	تفجر	یفجر	۹۶	۳	یہ	۴

فہرست انوار الحق

مضمون	صفحہ
ابطال فسق باطلہ	۲
امتیاز فسق و باطل	۳
مرزا صاحب کی گالیاں	۷
مسلم بن عقبہ نے مدینہ کی بے حرمتی کی	۸
امر بالمعروف کے شرائط	۹
اہل ہوا سے دور رہنے کا حکم	۱۱
قصہ خوارج	۱۳
ولی کو پہچاننا مشکل ہے	۱۷
زمانہ کا تنزل بحسب حدیث	۱۹
تاجروں سے دین کی تائید	۲۰
مرزا صاحب کی جہالت و عیسویت کی جو تمہید کی غلط ہے	۲۱
فضایل امت نبوی ۔	۲۲
خوف فتنہ دجال	۲۳
عیسیٰ علیہ السلام کا بالوجہ احترام امت	۲۴
دجال کا مردہ کو زندہ کرنا ۔	۲۵
پادری دجال ہو سکتے ہیں یا نہیں	۲۷
موضوعیت احادیث	۲۹
مرزا صاحب کل مسلمانوں کو مشرک قرار دیا	۳۰
دجال اعور کے معنے	۳۲
علامات قیامت	۳۷
ابن صیاد کا ذکر اور وہ دجال نہ تھا	۳۸
قسم کے اقسام	۴۴
حدیث تمیم داریؓ در بارہ دجال	۴۶
دجال کے خوارق عادات	۵۲
سب کام مشیت و تخلیق سے ہوتے ہیں	۵۸
سکاشفہ	۶۵
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند کشف	۶۹
فتنہ وہابیان	۷۷
مرزا صاحب کی تحریفین	۸۰
قصہ عزیز علیہ السلام	۸۰
مرزا صاحب کا دعوی رسالت	۹۳
قرآن مجید میں قادیان کا نام	۹۶
الہام کے اقسام	۱۰۰
قادیان و دمشق میں مشابہت	۱۰۳
غلطنامہ کتاب ہذا	۱۰۷

اعلان

اہل اسلام کو بشارت دیجاتی ہے کہ حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی محمد انوار اللہ صاحب قبلہ کے تصانیف جنکی بحسب اقتضائے زمانہ نہایت سخت ضرورت ہے ہمارے یہان موجود ہین شایقین کو طلب پر دستیاب ہوسکتے ہین۔

انوار احمدی۔ اسمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور درود شریف کے فوائد اور صحابہ کرام وغیرہم کے آداب اور چند ضروری مسائل کے تحقیقات ہین جنکی عموماً اہل اسلام کو ضرورت ہر جو اپنی خوبی اور پسندیدگی کے باعث ہاتون ہاتھ تقسیم ہوچکی تھی اب پھر شایقین کے تقاضہ پر کرر طبع ہوی ہے قیمت ۱۲ر

کتاب العقل۔ اسمین عقل کی حقیقت کھولدی گئی ہے کہ دینی ابواب مین کہان تک چل سکتی ہے اور حکمت قدیمہ وفلسفہ جدیدہ کا اثر جن مسائل پر پڑتا تھا اونکے جوابات عقل سے دیئے گئے ہین قیمت ۱۲ر چکنا کاغذ کہرا کاغذ ۸ر

افادۃ الافہام۔ ہر دو حصہ یہ کتاب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ازالۃ الاوہام کا جواب ہے نہایت ہی محققانہ ومدلل جواب دیئے گئے ہین جنکے ضمن مین کئی دینی ضروری مسائل کی تحقیقات اور نیز بہت سے تاریخی حالات مندرج ہین اس کتاب کے دیکھنے سے مذہب قادیانی کے مفاسد سے بخوبی آگاہی ہوجاتی ہے قیمت ہر دو حصہ چکنا کاغذ عمدہ ..... کھرا کاغذ عمدہ ۸ر

مقاصد الاسلام۔ ہر چار حصہ جن مین مباحث اخلاق تمدن فقہ کلام اور تصوف وغیرہ ہین قیمت عمدہ ۴ر

حقیقۃ الفقہ۔ ہر دو حصہ جنمین محدثین اور فقہا کے فرائض منصبی اون کے کارنامہ اور حدیث فقہ اور اجتہاد کی ضرورت نہایت مدلل طور پر ثابت کیگئی ہے خصوصاً امام صاحب کی جانفشانیان اور فضائل جو اکابر محدثین کے اقوال سے ثابت ہین نہایت شرح وبسط سے لکھی گئی ہین قیمت عمدہ ۴ر

ضمیمہ رسالہ مقاصد الاسلام۔ متمم رسالۂ مذکور کی تقریر جو علوم عربیہ کی ضرورت پر جلسہ دستار بندی مین ہوی تھی بعض حضرات کے اصرار پر چھاپ دی گئی ہے قیمت ۱ر

المعلن

محمد اکرام علی عفا عنہ حیدرآباد دکن
بازار سلیمانجاہ انوار منزل

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ

بعون خداوند لایزال دانائے ہر ممکن و محال رسالہ فائقہ و عجالہ نافعہ مؤلفہ زبدۂ اصحاب فضل و کمال و عمدۂ ارباب وجد و حال قدوۃ المحققین والمدققین فخر المتکلمین مرجع المتصوفین جناب فضیلت مآب حضرت مولانا ابو المنظفر محمد سعید الدین صاحب (اول المدرسین مدرسۂ فیض عام اہلسنت والجماعت واقعہ بمحلہ کتاب الدین سرکار مرحوم محلہ حاجی پاڑہ سبالدہ کلکتہ) حنفی مذہبا چشتی مشربا انصاری نسبا رامپوری مولدا أبقاہ اللہ تعالے

لقمع ہفوات الوہابیین الضالین (آمین)

معروف بہ تحفۂ نظامیہ

وموسومہ بہ

غایۃ التحقیقات

فی

علم الباری للممتنعات

حسب فرمایش

طبیب لبیب و ادیب اریب واقف رموز شریعت و طریقت حامی مذہب اہلسنت و الجماعت جناب فیضمآب حضرت حکیم مولانا سید شاہ محمد راحت حسین صاحب نقشبندی و قادری حنفی بہاری (مؤلف کتب فوائد الصبیان و سراج القواعد وغیرہما و مہتمم مدرسۂ مذکورہ و مدرسۂ فیض الغرباء (کاگنارہ من مضافات کلکتہ) و مالک بونانی مذبل ہال مجھوا بازار اسٹریٹ نمبر ۶۳ کلکتہ) دام ظلہ العالی و عم فیضہ المتعالی

وباہتمام تام و حسن انتظام مفتی محمد ماجد علی منیجر مطبع بغایت صحت و خوبی

بماہ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

در مطبع کلیمی واقع کلکتہ مطبوع طبائع و مرغوب خلائق گردید

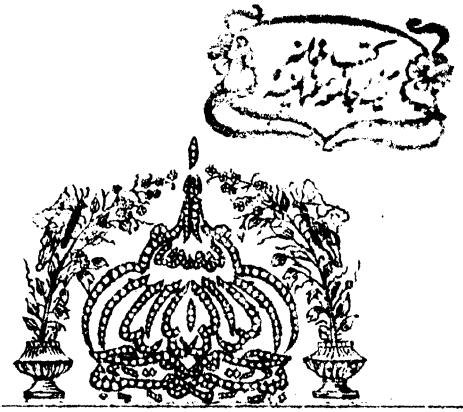

الحمد لله الذی لا یعزب عنه مثقال ذرة فی السموات
ولا فی الارض ولا اصغر من ذلك ولا اکبر الا فی کتاب
مبین یعلم خائنة الاعین وما تخفی الصدور ۵ الا یعلم
من خلق وهو اللطیف الخبیر بلی وهو الخلاق العلیم
ولا یحیطون بشیئ من علمه الا بما شاء انه علیم
بذات الصدور ۵ لا تخفی علیه خافیة وعنده
علم الساعة ویعلم ما فی الارحام وعنده
مفاتح الغیب ان الله عالم غیب السموات
والارض ۔ قد احاط بکل شیئ علما ۵ واحصی
کل شیئ عددا وهو العلی العظیم ۵ والصلوة والسلام
علی من بعث معلما وهو سید المرسلین ۵
واوتی جوامع الکلم واوتی علوم الاولین والاخرین

وعلمہ ربہ مالم یعلم وجعلہ خاتم النبیین
صلی اللہ علیہ وعلی آلہ الطاہرین واصحابہ
الکاملین واھل بیتہ وعترتہ واولیاء امتہ
اجمعین وسلم تسلیما کثیرا الی یوم الدین
اما بعد۔ عبد ضعیف ابوالمظفر انصاری عفا عنہ الباری برادران
اسلام کی خدمت مین عرض کرتا ہے۔ اس نحیف کو بلدۂ حیدرآباد دکن
مین حاضر ہوئے چوتھا مہینہ ہے اور آجکل مسجد عبدالنبی شاہ صاحب مرحوم
مین کہ عقب حویلی راجہ راؤ رنبھا و محاذی مکان جناب زبیر علی صاحب
کوتوال سابق واقع ہے محض مسافرانہ مقیم ہے۔ اس مدت مین
جا بجا شہرہ اور چرچا سنا کہ آجکل یہان علم باریتعالی کے متعلق اختلاف
پھیلا ہوا ہے اور جانبین سے رسائل طبع ہوکر شائع ہو رہے ہین
منجملہ اُن کے پانچ رسالے ایک مہربان نے مجھکو بھی دئے۔
(۱) اعلام المومنین فی علم رب العالمین (۲) ھدایۃ
المومنین فی علم رب العالمین (۳) الھدیۃ البرکاتیہ
فی مسئلۃ العلم الالھی (۴) ھدیۃ الکبری (۵)
آفتاب ھدایت۔ ان کے علاوہ اور بھی چند رسائل (۶)
ایقاظ المومنین (۷) صراط المستقیم۔ وغیرہ ہین
جنکی تلاش ہے اور ہنوز دستیاب نہین ہوئے ہین۔ ان رسائل کو
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بے ادب کے فتوی کے رو مین

یہ رسائل شائع کئے گئے ہین۔ مگر افسوس اس کا ہے کہ مصرع
مرض بڑھتا گیا جون جون دوا کی۔ ہر ایک رسالہ مین کچھ نہ کچھ مرض کا
اضافہ محسوس ہوا۔ شفا تو کجا چنانچہ آیندہ معلوم ہوگا مجھکو یہ حال دیکھکر
عبرت ہوئی اور ضرورت محسوس ہوئی کہ محض لوجہ اللہ اظہار حق
کردون شعر گر نیاید بگوش رغبت کس ✦ بر رسولان بلاغ باشد
وبس (تنبیہ) بعض ناواقف حضرات علماء کے اختلافات کو
بُری نگاہ سے دیکھتے ہین اور نفسانیت پر محمول کرتے ہین حالانکہ
یہ کام علماء کا فرض منصبی ہے کہ احقاق حق وابطال باطل کرتے
رہین البتہ باخود ہاسب وشتم اور تہتک کرنا جاہلون کا کام ہے
علما کو اس سے پرہیز چاہئے نیز افراط وتفریط نہونی چاہئے حق تعالیٰ
فرماتا ہے واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان
اور قائم کرو وزن کو انصاف سے اور مت گھٹاؤ ترازو کو
یعنی ہر کام مین عدل وانصاف کو ہاتھ سے نہ دو اور افراط وتفریط
(زیادتی وکمی) نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سب انسانون کو توفیق دے
کہ جادۂ اعتدال وصراط مستقیم سے قدم نہ ہٹائین آمین
الحمد للہ الذی ھدینا لھذا وما کنا
لنھتدی لولا ان ھدینا اللہ حسبی اللہ ونعم
الوکیل وھو یقول الحق ویھدی السبیل (مقدمہ)
جاننا چاہیے کہ جب کسی مسئلہ مین نزاع واقع ہو تو جس فن کا

وہ مسئلہ ہے اسکے علماء سے پوچھنا چاہئے مثلاً۔ طب کا مسئلہ طبیب سے اور فقہ کا فقیہہ سے نحو کا نحوی سے صرف کا صرفی سے جبکہ علم باری کا مسئلہ جو کہ زیر بحث ہے علم کلام کا مسئلہ ہے اور اسی فن کو علم اصول و علم عقائد بھی کہتے ہین لہذا اس کے متعلق متکلمین رحمہم اللہ کے اقوال معتبر کتابون سے نقل کئے جاتے ہین تاکہ یہ مسئلہ بخوبی واضح ہو جائے (۱) علامہ کمال الدین بن شریف رسالہ مسایرہ کی شرح مین فرماتے ہین متعلق العلم اعم من متعلق القدرۃ فان العلم یتعلق بالواجب والممکن والممتنع۔ (ترجمہ) علم الٰہی کا تعلق عام ہے قدرت الٰہی کے تعلق سے۔ کیونکہ علم الٰہی واجب و ممکن و ممتنع تینون سے متعلق ہوتا ہے اور قدرت الٰہی صرف ممکن سے علاقہ رکھتی ہے نہ واجب و ممتنع سے (تشریح) یہ عبارت تصریح کے ساتھ بتا رہی ہے کہ محال چیزون کو بھی خدائے تعالیٰ کا علم شامل ہے لہذا ضروری ہوا کہ حق تعالیٰ اپنے شریک کو جانتا ہے کہ وہ بھی ایک امر محال ہے منجملہ حالات کے۔ (۲) علامہ سید شریف جرجانی رحمہ اللہ شرح مواقف مین فرماتے ہین۔ علمہ تعالیٰ یعم المفہومات کلہا الممکنۃ والواجبۃ والممتنعۃ فہو اعم من القدرۃ لانہا مختصۃ بالممکنات دون الواجبات والممتنعات

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کا علم مفہومات ممکنہ و واجبہ و ممتنعہ سب کو شامل ہوتا ہے پس وہ قدرت سے عام ہے کیونکہ قدرت ممکنات سے خصوصیت رکھتی ہے واجبات و ممتنعات سے علاقہ نہیں رکھتی ہے (تشریح) اس عبارت میں بھی جمع کے صیغے لام تعریف کے ساتھ لاکر باری تعالیٰ کے علم کا عموم و شمول کلی بیان کیا ہے جس سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ (۳) رسالہ عضدیہ میں ہے **ولا یصح علیہ الحرکۃ والانتقال ولا الجھل ولا الکذب** (ترجمہ) اور نہیں جائز ہے خدا پر حرکت کرنا اور جانا اور نہ جاننا اور نہ جھوٹ بولنا۔ شارح رحمہ اللہ اسی قول کی دلیل میں فرماتے ہیں (۴) **لانھما نقص فی حقہ تعالیٰ محال** (ترجمہ) کیونکہ نہ جاننا اور جھوٹ بولنا عیب ہیں اور عیب خدا کی نسبت محال ہے (تشریح) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ کہنا کہ فلاں شئے کو اللہ تعالےٰ نہیں جانتا یا نعوذ باللہ یوں کہنا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ اپنے ایمان کو خیرباد کہنا ہے۔ قائلین امکان کذب باری بھی ذرا اس عبارت سے عبرت لیں اور توبہ کریں۔ (۵) شرح عقائد نسفی میں ہے **ولا یخرج من علمہ وقدرتہ شیئ لان الجھل بالبعض او العجز عن البعض نقص**

وافتقار الی مخصص مع ان النصوص ناطقة
بعموم العلم وشمول القدرة فهو کل شیئ علیم
وعلی کل شیئ قدیر ۵ (ترجمہ) اور نہیں باہر ہوتی ہے
اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت سے کوئی چیز اس لئے کہ بعض چیز کو
نہ جاننا یا بعض چیز (ممکن) سے عاجز رہنا نقصان ہے اور
محتاجی ہے کسی خاص کرنیوالے کی باوجودیکہ دلائل ناطق ہیں
علم کے عام ہونے اور قدرت کے شامل ہونے پر پس حق تعالیٰ
ہر چیز کا عالم ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ (۶) قال محشیہ۔ فلا
یخرج من علمہ شیئ من الاشیاء کلها علی الاطلاق
کلیا کان او جزئیا موجودا کان او معدوما ممکنا
کان او ممتنعا (ترجمہ) شرح عقائد نسفی کے محشی رحمہ اللہ
نے کہا ہے کہ پس نہیں باہر ہوتی ہے خدا کے علم سے کوئی
چیز تمام چیزوں میں سے مطلقاً کلی ہو یا جزئی موجود ہو یا معدوم
ممکن ہو یا محال (تشریح) یہ عبارت مع حاشیہ کس قدر صفائی
سے بتا رہی ہے کہ حق تعالیٰ کے علم سے کوئی شئے باہر نہیں ہے
مطلقاً چاہے محال اور معدوم ہی کیوں نہ ہو۔ اب یہ کہنا کہ مصداق
شریک باری اور قضایائی کاذبہ کا علم نعوذ باللہ خدا کو نہیں ہے
ان تصریحات کے مخالف ہے یا نہیں (۷) شرح عقائد امام
سنوسی رحمہ اللہ میں ہے والعلم المتعلق بجمیع الواجبات

والجائزات والمستحيلات (٨) علمه تعالى
هي صفة موجودة بذاته تعالى ينكشف به
اي يتضح به كل معلوم من واجب وجائز
ومستحيل وليس العلم من الصفات المؤثرة
بل هو صفة كشف ولهذا واجب تعلقه
بكل واجب وجائز ومستحيل (ترجمہ) اور ہمارے
مولی تعالیٰ کے صفات کمال مین سے علم ہے جو کہ متعلق
ہوتا ہے تمام واجبات وممکنات ومحالات سے (شارح
فرماتے ہین کہ) اللہ تعالیٰ کا علم ایک صفت ہے کہ ذات حق
تعالیٰ کے ساتہ موجود ہے کہل جاتا ہے یعنی ظاہر ہو جاتا ہے
اُس سے ہر معلوم واجب وممکن ومحال اور علم صفات موثرہ
سے نہین ہے بلکہ صفتِ کشف ہے اسی وجہ سے اس کا
تعلق ضروری ہے ہر واجب وممکن ومحال کے ساتہ (تشریح)
یہ عبارت مع شرح کے آفتاب روشن کی طرح علم الٰہی کے
عموم تام اور شمول کلی کو بتا رہی ہے تمام واجبات اور ممکنات
ومحالات کے لئے اور شارح رحمہ اللہ نے جو تصریح کی ہے کہ علم
صفات موثرہ سے نہین ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ اگر
علم بہی مثل قدرت صفات موثرہ سے ہوتا اور صفات
کشف سے ہوتا تو قدرت کی طرح اسکا تعلق صرف ممکنات سے

ہوتا اور واجبات ومحالات سے متعلق نہوتا لیکن علم صفت کشف ہے اس لئے ضرور ہوا کہ سب معلومات سے متعلق ہو۔ اب غور فرمائیے کہ ان تصریحات کے مقابلہ مین مولانا برکات احمد صاحب ہدیہ برکاتیہ مین فرماتے ہین۔ پس وجوہ مذکورہ وعبارات متکلمین سے ثابت ہوا کہ **نص واللہ بکل شیئ علیم** ہرگز ممتنع ذاتی کو شامل نہین ہے اور یہ عقیدہ عقیدۂ اہل سنت ہے اور ایسے عقیدہ والے کو کافر جاننا سخت جہالت ہے اور تمام علمائے شریعت کی تکفیر کرنا ہے البتہ سابقا واضح ہو چکا ہے کہ ممتنع ذاتی کا علم موجب اثبات نقص اور جہل ہے جناب باری تعالیٰ کی شان مین **وھو لا یلیق بحال المسلم**

اقول مجیب صاحب اپنے مزعومات کاذبہ کی بناء پر اس قدر جہل مرکب مین مبتلا ہو گئے ہین کہ باوجود ان تصریحات مذکورہ کے تمام اہل سنت وجماعت کو بھی زبردستی اپنے ساتھ کلمہ کفر مین جس سے نعوذ باللہ تجہیل باری تعالیٰ کا ارتکاب لازم آتا ہے شریک کرنا چاہتے ہین۔ گویا عقائد حقہ کی کنجی آپ کے ہاتھ مین ہے آپ کے فرمانے سے راز بستہ کا عقدہ حل ہوا ہے۔ اپ کے فرضی مقدمات پر عقائد حقہ کی بنا ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ ہم کو جناب مجیب صاحب کے اس قول کا رد کرنے کی حاجت نہین ہے پبلک کے سامنے ہمنے خود عبارات متکلمین کو معہ ترجمہ کے پیش کر دیا ہے وہ آپ فیصلہ کر لیگی کہ مجیب صاحب اپنے اس قول مین کہانتک سچے ہین (ر د ۹) سرح مقاصد کی دوسری جلد مین ہے

علم اللہ تعالیٰ غیر ممتنع بمعنی انہ لا ینقطع ولا یصیر بحیث لا یتعلق بمعلوم ومحیط بما ھو غیر متناہ کل اشکال ونعیم الجنان

وشامل لجمیع الموجودات والمعدومات الممکنة والممتنعات
وجمیع الکلیات والجزئیات۔ اما سمعاً فلمثل قولہ تعالیٰ واللہ بکل
شیئ علیم عالم الغیب والشہادۃ لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ یعلم
خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور یعلم ما تسرون وما تعلنون
الی غیر ذالک۔ واما عقلاً فلان مقتضی العالمیۃ ھو الذات
اما بواسطۃ المعنی اعنی العلم علی ما ھو رای الصفاتیۃ او بدونھا
کما ھو رای النفاۃ والمعلومیۃ امکانھا ونسبۃ الذات الی
الکل علی السویۃ فلو اختصت عالمیۃ للبعض دون البعض لکان
مخصص وھو محال لامتناع احتیاج الواجب فی صفاتہ وکمالاتہ
ومنافاۃ الوجوب والغنی المطلق (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود ہے
یا یہ کہ نہیں تمام ہوتا ہے اور نہیں ہوتا ہے اس طرح پر کہ کسی معلوم سے
متعلق نہو اور محیط ہے بسبب اپنے غیر محدود ہونے کے تمام صورتون اور
بہشت کی نعمتون کو اور شامل ہے سب موجودات اور معدومات کو ممکنہ
ہون یا محالات اور سب کلیات اور جزئیات کو اس کا ثبوت دلیل نقلی
سے پس جیسے یہ آیتین ہین۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔ عالم ہے
چھپے اور کھلے کا۔ نہین مخفی رہتی ہے اُس سے ذرہ برابر کوئی چیز۔
جانتا ہے آنکھون کے نظر چرانے کو اور جو کچھ چھپاتے ہین سینے (یعنی
دلون کے بھید کو) جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو
ان کے سوا اور یہی آیتین ہین اور دلیل عقلی سے پس اس وجہ سے

کہ عالم ہونے کی مقتضی ذات حق ہے خواہ بواسطہ صفت علم کے جیساکہ قائلین صفات
(اہل سنت وجماعت) کی رائے ہے خواہ بلاواسطہ جیساکہ منکرین صفات (معتزلہ)
کی رائے ہے اور معلوم ہونیکو مقتضی امکان معلوم ہونے کا ہے اور یہ کہ ذات حق
کی نسبت کل اشیاء کی طرف یکسان ہے پس اگر بعض کا علم اس کو ہو بعض کا نہو
تو کسی خاص کرنیوالیکی وجہ سے ہوگا اور یہ محال ہے کیونکہ واجب تعالی کا اپنی
صفات اور کمالات مین محتاج ہونا باطل ہے اور منافی ہے اُس کے وجوب ذاتی
اور مطلق بے نیازی کے (تشریح) یہ عبارت بھی نہایت مفصل اور مدلل ہے
بدلیل نقلی وعقلی۔ دلیل نقلی مین شئے سے مراد عام معنی ہے جو ممتنعات کو بھی
شامل ہے ورنہ دلیل دعویکے مطابق نہوگی اور دلیل نقلی کا ذکر تبرعاً ہے
ورنہ صفت علم کا اثبات اس پر موقوف نہین ہے اور دلیل عقلی مین امکان
معلومیۃ سے اشارہ ہے اس طرف کہ کسی چیز کا معلوم ہونا چاہے وہ چیز محال
ولاشئے محض ہی کیون نہو فی نفسہ محال نہین ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ
معلوم ہونا امر ممکن ہے محال نہین ہے اور علم الہی خود ذات الہی کا مقتضی
ہے پس ضرور ہوا کہ سب معلومات کو شامل ہو کیونکہ نظام عالم کو دیکھنے سے
اشیائے موجودہ کا معلوم باری تعالی ہونا تو یقینی ہے اب اگر صرف انہین
تک اس کا علم محدود مانا جائے تو بلا مرجح کے ترجیح یا مرجح کی حاجت لازم
آئیگی اور یہ باطل ہے۔ پس ضرور ہوا کہ سب کا علم پروردگار کو حاصل ہے
اور جو شخص کسی شئے کا اُسکے علم سے استثنا کرے وہ بیشک معاند یا جاہل ہے۔ اب اس صاف اور صریح
عبارت کے مقابلہ مین مجیب صاحب کی تحقیق ملاحظہ ہو اس عبارت کے متعلق فرماتے ہین قول ۱۳

عبارت مین والمعلومیۃ امکانھا موجود ہے یعنی مقتضی معلومیۃ امکان
معلومیۃ ہے اور امکان معلومیۃ مصداق متنع ذاتی مین نہین ہے **اقول**
اگر ایسا ہوتا تو متکلمین رحمہم اللہ تعالیٰ ہرگز متنعات کے داخل علم باری تعالیٰ ہونیکے
قائل نہ ہوتے کیونکہ اس تقدیر پر متنعات کا ذکر لغو قرار پاتا ہے بلکہ مخالف مدعا ہے
کیونکہ واجب ۔ ممکن ۔ متنع مین مصداق ہی کے لحاظ سے منافات ہے اور
مفہوم کے لحاظ سے سب ممکن ہین یعنی تینون کا مفہوم کلی ہے جو اذہان عقلا
مین متصور ہے البتہ اعیان مین ہر ایک کا وجود دوسرے کے منافی ہے (۱۰)
محقق دوانی رحمہ اللہ رسالہ عضدیہ کی شرح مین فرماتے ہین ولا الجھل ولا
الکذب لانھما نقص والنقص علیہ تعالیٰ محال وانت تعلم ان بعد قیام
البرھان علی انہ تعالیٰ عالم بجمیع المعلومات وانہ لایجوز علیہ
التبدل لاحاجۃ الی سلب الجھل ۔ (ترجمہ) نہ جاہل ہونا اور نہ جھوٹ بولنا
کیونکہ یہ دونون صفات نقصان ہین اور نقصان اللہ تعالیٰ کی نسبت محال ہے
اور تجھکو معلوم ہے یہ کہ بعد برہان قائم ہونے کے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ سب
معلومات کا عالم ہے اور اس پر کہ اس کے علم مین تغیر جائز نہین ہے سلب
جہل کی حاجت نہین ہے (تشریح) محقق دوانی کا یہ فرمانا کہ بعد برہان قایم ہونے
کے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ سب معلومات کا عالم ہے تصریح صریح ہے اس
بات کی کہ متنعات سے بھی علم باری تعالیٰ متعلق ہوتا ہے اور کسی چیز سے سلب
علم باری تعالیٰ جائز نہین ہے مگر اس کے برخلاف مولوی برکات احمد صاحب
فرماتے ہین کہ کل متنعات ذاتیہ عنوان بلا مئونہ پین مصداق اس کا نہ ہنا

موجود ہے نہ خارج پس علم اُن کے ساتھ کیونکر متعلق ہو سکتا ہے اور فرماتے ہیں
(علم مساوق تمیز ہے اور تمیز مالیس بشیئ کی محال ہے اور حقیقت ممتنع مالیس بشیئ
ہے پس تعلق علمی اس کے ساتھ محال ہے) اقول پہلی دلیل آپ کی اگر صحیح ثابت
ہو تو معدومات ممکنہ میں بھی عدم علم ثابت ہوتا ہے حالانکہ اُن میں آپ علم کے
قائل ہیں اور منکر علم کی نسبت آپ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے
کہ اللہ تعالیٰ معدومات کو مطلقاً نہیں جانتا تو یہ شخص کافر ہو جائے گا پس
آپ کی دلیل مذکور سے آپ کا فتویٰ آپ ہی پر عائد ہوتا ہے۔ اور اگر آپ
معدومات ممکنہ کی تخصیص کی وجہ بیان کریں تو وہی وجہ ہم ممتنعات میں
بھی جاری کریں گے فما ھو جوابکم فی المعدومات فھو جوابنا فی الممتنعات
آپ کی دوسری دلیل میں تین قول ہیں (۱) علم مساوق تمیز ہے (۲) اور
تمیز مالیس بشیئ کی محال ہے (۳) اور حقیقت ممتنع مالیس بشیئ ہے۔ پہلا قول
ممنوع ہے اس وجہ سے کہ باوجود علم کے تمیز نہیں ہوتا ہے بلکہ لحاظ جدید اور
توجہ خاص کا محتاج رہتا ہے مثلاً حافظ قرآن سے جب کوئی آیت پوچھی جائے
کہ کس پارہ اور کس سورہ اور کس رکوع میں ہے تو تامل اور غور کے بعد
جواب پر قادر ہوتا ہے اسی طرح شاعر سے جس کو ہزارون شعر مختلف
شعرائے کے معلوم ہیں جب پوچھا جائے کہ فلان شاعر کے کتنے اشعار تم کو معلوم
ہیں تو غور و تامل مزید کے بعد جواب دیگا اسی طرح ہر شخص کے ذہن میں
ہزارون معلومات ہیں جنمیں کچھ تمیز نہیں لحاظ جدید سے امتیاز ہوتا ہے
بلکہ کبھی یاد دلانے سے بھی بدقت تمام تمیز ہوتا ہے۔ اور اگر ہم اس قول

کو مان بھی لین تو یہ قول ہمارے علم مین جاری ہوسکتا ہے کیونکہ ہمارا علم متبدل اور معلوم کا تابع ہے اور باری تعالیٰ کا علم غیر متبدل ہے اور معلوم کا تابع نہین ہے بلکہ معلوم اس کے علم کا تابع ہے لہذا علم باری کہ علت تمیز ہے نہ مسادق تمیز اس قول سے ارفع ہے۔ دوسرا قول ممنوع ہے اس وجہ سے کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکوراً۔ (ترجمہ) بیشک آدمی پر ایک وقت زمانہ سے ایسا گذرا ہے کہ اس وقت وہ لیس بشئ تھا اگر لیس بشئ کا تمیز محال ہوتا تو حق تعالیٰ کے علم مین آدمی کا حال لیس بشئ ہونے کے وقت کیونکر متمیز ہوتا۔ معلوم ہوا کہ آپ کا دوسرا قول بھی مثل پہلے قول کے ادعائے محض ہے اور خلاف واقع۔ اور تیسرا قول بھی ممنوع ہے اس وجہ سے کہ شئ کا استعمال دو معنی مین ہوتا ہے (۱) موجود ممکن (۲) جو چیز جانی جائے اور اس کی خبر دیجائے۔ پہلے معنی کے لحاظ سے البتہ واجب اور ممکن موجود اور شئ لیس بشئ کے افراد ہین لیکن دوسرے معنی کے لحاظ سے ہرگز لیس بشئ نہین بلکہ شئ کے افراد سے ہین پس آپ کا تیسرا قول مطلقاً کیونکر صحیح ہوسکتا ہے اگر آپ فرمائین کہ ہم نے پہلے ہی معنی ارادہ کئے ہین تو ہم کہینگے تب تو بڑی خرابی یہ لازم آئیگی کہ آپ کی دلیل سے واجب تعالیٰ کا اپنی ذات کو بھی نہ جاننا لازم آئیگا کیونکہ پہلے معنی کے لحاظ سے واجب تعالیٰ بھی لیس بشئ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ آپ کی یہ دونون دلیلین باطل اور تار عنکبوت سے زیادہ ضعیف ہین اور انہین دلیلون کی بنا پر آپنے تمام متکلمین کی عبارات کو تاویلات رکیکہ سے اپنے مزعوم باطل پر منطبق کرکے فرمایا ہے (پس وجہ

مذکورہ وعبارات متکلمین سے ثابت ہوا کہ نفی واللہ بکل شیء علیم ہرگز ممتنع ذاتی
کو شامل نہیں ہے اور یہ عقیدہ عقیدہ اہل سنت ہے اور ایسے عقیدہ والے کو
کافر جاننا سخت جہالت ہے اور تمام علمائے شریعت کی تکفیر کرنا ہے)

اقول کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون شعر

ترا بوقت سحر آشکار خواہد بود کہ باکہ باختۂ نرد در شب دیجور

(۱۱) اور تہذیب الکلام کی شرح تنقیح المرام میں ہے وعلمہ تعالی لا یتعلق
ولا یقتصر اے لا یصیر بحیث لا یتعلق بمعلوم۔ بل یعم المفہومات
کلہا الممکنۃ والواجبۃ والممتنعۃ فہو احیم من القدرۃ لانہا
تختص بالممکنات دون الواجبات والممتنعات وانما قلنا
بعمومہ للمفہومات کلہا لمثل ما مر فی القدرۃ ولان المرجب
للعلم ذاتہ والمقتضی للمعلومیۃ ذوات المعلومات ومفہوماتہا
ونسبۃ الذات الی الکل سواء فاذا کان عالما ببعضہا کان
عالما بکلہا (ترجمہ) اور باری تعالی کا علم وسیع اور غیر محدود ہے۔
یعنی ایسا نہیں ہے کہ بعض اشیائے سے متعلق ہو اور بعض سے متعلق نہ ہو
بلکہ تمام مفہومات کو شامل ہے ممکن ہوں یا واجب یا ممتنع لہذا اس کا
تعلق قدرت کے تعلق سے عام ہے اس لئے کہ قدرت کا تعلق ممکنات
ہی سے خصوصیت رکھتا ہے اور واجبات وممتنعات سے اس کا
تعلق نہیں ہے اور علم کا تعلق قدرت سے عام ہونے کا قول ہم نے
اس وجہ سے کیا ہے کہ جو دلیل قدرت کے ممکنات کے ساتھ خاص ہونے

گذری ہے وہی دلیل علم کا تعلق عام ہونے کو چاہتی ہے اور دوسری دلیل یہ ہے
کہ صفت علم کو مقتضی ذات باری تعالیٰ ہے اور معلوم ہونیکی مقتضی معلومات کی
ذوات اور اون کے مفہومات ہین اور عالم ہونیکی حیثیت سے ذات
حق تعالیٰ کی نسبت سب کی طرف یکسان ہے پس جبکہ بعض ذوات و مفہومات
کا عالم ہوا تمام ذوات و مفہومات کا عالم ہونا بھی ثابت ہوگیا (تشریح)
سبحان اللہ وبحمدہ مسلمانو اپنے علمائے متکلمین سابقین رحمہم اللہ تعالیٰ
کے اقوال مین غور کرو اور دیکھو کس قدر صراحت اور وضاحت کیساتھ
باری تعالیٰ کے علم کا عموم اور غیر محدود و غیر متناہی ہونا دلائل سے ثابت
کر رہے ہین اور فرماتے ہین کہ ایسا نہین ہے کہ علم باری تعالیٰ بعض اشیاء
سے متعلق ہو اور بعض سے نہو بلکہ سب ممکنات و واجبات و ممتنعات
کے ساتھ متعلق ہوتا ہے بخلاف قدرت کے کہ وہ صرف ممکنات ہی سے
متعلق ہوتی ہے اور اس عبارت مین مفہومات سے پہلے ذوات کا
لفظ بھی موجود ہے جس سے یہ شبہ بھی دفع ہوجاتا ہے کہ حق تعالیٰ کو
ممتنعات کے صرف مفہومات کا علم ہے نہ اُن کے ذوات اور مصادیق کا
پس یہان سے رد ہوگیا صاحب ہدیۂ بریکا یہ قول کہ دلیل قول فیصل یہ ہے
کہ ممتنعات واجبہ کے مصداق کے ساتھ ہرگز علم متعلق نہین ہے اور مفہوم
کے ساتھ متعلق ہوتا ہے) اس لئے کہ مصداق ہی کے لحاظ سے تو ممتنع
ممتنع ہوا ہے جیسا کہ کلمات فرضیہ کی نسبت تقسیم کل کے مقام مین کہا جاتا ہے
امتنعت افرادہ او امکنت یعنی محال ہون افراد کلی کے یا محال نہ ہون

پس ممتنعات ذاتیہ کے مصادیق سے علم باری تعالیٰ کی نفی بعینہ ممتنعات ذاتیہ کے علم کی نفی ہے اور یہ سراسر خلاف مذہب اہل حق کے کہ متکلمین اہل سنت و جماعت کا فرقہ ہے اس لئے کہ وہ بالاتفاق تصریح کرتے ہین کہ علم باری تعالیٰ غیر محدود اور غیر منحصر ہے تمام ممکنات و واجبات و ممتنعات کو شامل اور محیط ہے اور اس قول فیصل کی بنا پر محدود اور منحصر ہو جاتا ہے صرف ممکنات و واجبات مین اور ممتنعات سے علم باری کا تعلق باقی نہین رہتا ہے بلکہ اس قول فیصل کی دلیل سے جس کو ہم ابھی باطل کر چکے ہین تو واجبات سے بھی علم باری کی نفی لازم آتی ہے بلکہ معدومات ممکنہ سے بھی ۔ صرف ممکن موجود کے ساتھ علم باری کا تعلق باقی رہجاتا ہے جس سے لازم آیا کہ علم کا تعلق قدرت کے تعلق سے عام نہو حالانکہ اقوال مذکورہ مین متکلمین رحمہم اللہ نے تصریح کی ہے کہ علم کا تعلق عام ہے قدرت کے تعلق سے پس یہ دوسرا خلاف لازم آیا مذہب اہل حق کے اور یہ کہنا کہ مفہوم کے ساتھ علم متعلق ہوتا ہے قائل قول فیصل کو کچھ مفید نہین ہے اس لئے کہ واجب و ممکن و ممتنع مین فرق مصداق ہی کے لحاظ سے ہے یعنی واجب وہ کلی ہے جسکے مصداق مین صفت وجوب ذاتی پائی جائے اور ممکن وہ کلی ہے جس کے مصداق مین صفت امکان ذاتی پائی جائے نہ صرف مفہوم کے لحاظ سے کیونکہ مفہوم کے لحاظ سے تینون ممکن بالذات ہین اسی وجہ سے ہر ذی علم تینون کے مفہوم کا تصور کرتا ہے اور اُن پر احکام جداگانہ جاری کرتا ہے پس ممتنعات کے احکام صرف اُن کے مفہوم پر جاری نہین ہوتے ہین مثلاً شریک الباری ممتنع ہے

واجتماع النقیضین محال ان دونون قضیون مین امتناع کا حکم مصداق کے لحاظ سے ہے ورنہ دونون قضیے کاذب ہون گے کیونکہ صرف مفہوم ان کے موضوع کا ہرگز ممتنع نہین ہے اس لئے کہ ممتنع کا وجود نہین ہو سکتا ہے اور ان کا موضوع ذہن مین موجود ہے تب تو امتناع کا حکم اُس کے واسطہ سے افراد پر کیا گیا۔ اور اس عبارت مذکورہ کی دلیل مین مقتضی معلومیۃ کا ذوات معلومات کو قرار دیا ہے نہ معلومیت کے امکان کو پس صاحب ہدیہ پر کاتبہ کا وہ استدلال بھی رد ہو گیا جو کہ شرح مقاصد کی عبارت والمعلومیۃ امکانہا کے ظاہر الفاظ سے انہون نے کیا ہے اور فرمایا ہے (اس عبارت مین والمعلومیۃ امکانہا موجود ہے یعنی مقتضی معلومیۃ کا امکان معلومیۃ ہے اور امکان معلومیۃ مصداق ممتنع ذاتی مین نہین ہے **اقول** جس دلیل سے آپ نے مصداق ممتنع ذاتی سے امکان معلومیۃ کی نفی کی ہے کما مر سابقا اُسی دلیل سے امکان معلومیت کی نفی ذات واجب تعالیٰ سے بھی ثابت ہوتی ہے حالانکہ واجب تعالیٰ کے اپنے ذات وصفات کا عالم ہونے کو آپ تسلیم کرتے ہین پس جو جواب واجب کی نسبت آپ دین گے وہی جواب ممتنع کی نسبت ہماری طرف سے ہوگا۔ اب رہا استدلال اس قائل کا جس کی بنا پر اس قول فیصل کا قائل ہوا ہے تار عنکبوت سے زیادہ ضعیف ہے چنانچہ مین اس کو معہ شبہ نقل کرتا ہون **قال** کسی مستفسر نے فقیر سے یہ شبہ بیان کیا کہ مسئلہ منصوصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم جمیع اشیاء پر محیط ہے۔ پس ضرور ہوا کہ ممتنعات ذاتیہ بھی داخل علم جناب باری تعالےٰ ہون

ورنہ علمی احاطہ جناب باری تعالیٰ کا تام نہوگا وھو خلاف النص اور جہل
لازم آئیگا وھو خلاف النقل والعقل **اقول** یہ شبہ نہایت قوی اور
صحیح ہے اور اس کا صحیح جواب نعم ہے جیساکہ عبارات منقولہ سابقہ سے
ظاہر ہوچکا ہے مگر مجیب نے شبہ کی دونون شق کو رد کیا ہے اور جواب
بنفی دیا ہے چنانچہ فرماتے ہین **قولہ** یہ شبہ جب وارد ہوتا ہے کہ متنع شیٔ
مین داخل ہو حالانکہ متنع لاشیٔ محض ہے علم باری تعالیٰ انتہا پر مجمل ہے اور
متنع شے نہین ہے **اقول** ومن اللہ التوفیق اس مقام پر مجیب کو
تصریحات ائمہ علم کلام سے کام لینا تھا مگر نہین لیا اور محض اپنے مزعومات
پر جواب دیا اسی وجہ سے ہر ہر قدم پر لغزش ہوئی (۱) احاطہ تامہ علم کی
دلیل مین لفظ شے کو دخل نہین ہے چنانچہ تنقیح الکلام کی عبارت مذکورہ سے
واضح ہوچکا ہے بلکہ ہمارے متکلمین رحمہم اللہ تعالیٰ تو تصریح کرتے ہین کہ
علم باری کا اثبات سمعیات سے کرنا دور کو چاہتا ہے اور دور محال ہے
چنانچہ تہذیب الکلام اور اس کی شرح تنقیح المرام مین ہے واثباتہ
بالسمع ای بالادلۃ السمعیۃ من الکتاب والسنۃ والاجماع
دور فان التصدیق بارسال الرسل وانزال الکتب یتوقف
علی التصدیق بالعلم فیدور بخلاف القدرۃ والکلام
فان اثباتہ بالادلۃ السمعیۃ لا یوجب الدور (ترجمہ)
اور علم باری تعالیٰ کا سمعی دلیلون یعنی کتاب سنت اجماع سے ثابت
کرنا دور کو مستلزم ہے (دور اصطلاح مین شے کے اپنے نفس پر موقوف

ہونے کو کہتے ہین) اس لئے کہ رسولون کے بھیجنے اور کتابون کے نازل کرنے کی تصدیق موقوف ہے اس پر کہ صفتِ علمِ حق تعالیٰ کی تصدیق ہوے۔ پس ادلۂ سمعیہ کا دلیل ہونا موقوف ہے صفتِ علم کے اثبات پر اب اگر صفتِ علم کو ادلۂ سمعیہ سے ثابت کیا جاے تو صفت علم کا اثبات موقوف ہوگا صفتِ علم کے اثبات پر اور اسی کو دور کہتے ہین اور قدرت و کلام کی یہ حالت نہین ہے پس ان کو سمعی دلائل سے ثابت کرنا دور کو نہین چاہتا ہے (۲) لفظ شئے دو معنی مین مستعمل ہوتا ہے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے پہلے معنی خاص ہین صرف ممکن موجود کے ساتھ اور دوسرے معنی ممکن و واجب ممتنع سب کو شامل ہین لہذا مجیب کا یہ قول کہ ممتنع لاشئے محض ہے مطلقاً کیونکر صحیح ہو سکتا ہے (۳) مجیب کا یہ کہنا کہ علم باری تعالیٰ اشیاء پر محیط ہے اور ممتنع شئے نہین ہے دلیل کا محتاج ہے ومن ادعیٰ فعلیہ البیان پس یہ قول اسوقت صحیح ہوگا جبکہ کسی دلیل سے حصر ثابت کیا جاے کہ علم باری تعالیٰ صرف اشیاء یعنی ممکنات تک محدود ہے اور اس کا ثبوت مجیب کے ذمہ ہے (۴) جس معنی کے لحاظ سے ممتنع لاشئے ہے واجب تعالیٰ بھی لاشئے ہے پس مجیب نے اگر اپنا دعویٰ انحصار علم بالاشیاء ثابت کیا تو لازم آئیگا کہ واجب تعالیٰ کو اپنی ذات و صفات کا علم بھی نہو اور یہ باطل ہے پس معلوم ہوا کہ مجیب کا دعویٰ ہی باطل ہے قولہ ممتنع ذاتی دو قسم ہین ایک وہ کہ جس کا وجود ممتنع ہے جیسے اجتماع النقیضین اور دوجو موجود غیر متناہی

دوسرے وہ کہ جس کا عدم ممتنع ہے جیسے عدم واجب **اقول** ممتنع ذاتی کی یہ تقسیم کس نے کی ہے اس کا ثبوت مجیب کے ذمہ پر ہے یہ تقسیم تو بالبداہتہ باطل ہے اس لئے کہ جس کا عدم ممتنع ہے وہ تو واجب ہے نہ کہ ممتنع کی قسم نیز عدم واجب کا جب عدم ممتنع ہوا تو وجود یعنی عدم واجب ضروری ہوا اور یہ نقیض ہے واجب کا پس لامحالہ اس بنا پر محال ہوگا ۵ ھو خلاف العقل والنقل لا یقول بہ جاہل فضلا عن العالم اور وجود غیر متناہی سے مراد اگر لا یقف عند حد ہے تو اس کا امتناع غیر مسلم ہے اور اگر غیر متناہی بالفعل مراد ہے تو معلومات باری تعالیٰ کا وجود اس کے مناقض ہے فلا یتم بہ المنع مطلقاً الحاصل یہ محال تو استدلال کی شق اول کا ہے اب شق ثانی یہی بطور نمونہ ملاحظہ ہو **قولہ** اب رہا یہ شبہ العیاذ باللہ جہل لازم آئیگا یہ بھی لغو ہے علم اور جہل میں تقابل عدم وملکہ ہے اور اس قسم تقابل میں یہ شرط ہے کہ محال عدمی صالح وجودی کا ہو **اقول** لفظ محال اس جگہ بے محل ہے البتہ لفظ محل کا یہاں محل ہے **قولہ** چونکہ حقیقت ممتنع صالح باتصاف العلم نہیں صالح باتصاف للعدمی بھی نہیں پس وہ جیسے معلوم نہیں ہوسکتا ہے اسی طرح مجہول بھی نہیں ہوسکتا ہے پس یہ لازم نہ آیا کہ واجب تعالیٰ کو اس کا علم نہ ہو تو جہل ہوا **اقول** اگر جہل نہ ہوا نہ ہو بے علمی تو قائم رہی جسکے کہ اگر کوئی جاہل نہ کہے بے علم کہے تو معلوم ہوگا کہ سلب علم سے کیا اثر ہوتا ہے اسکے علاوہ جاہل سے بے علم کا مرتبہ گھٹا ہوا ہے کیونکہ جاہل میں علم کی صلاحیت تو ہوتی ہے اور بے علم میں تو صلاحیت

بھی معتبر نہین اسی وجہ سے در و دیوار شجر حجر کو بے علم کہہ سکتے ہین اور جاہل نہین کہہ سکتے پس وہ مثل راست آئی کہ نانی سے بہلگے اور سنڈاس مین جا گرے نعوذ باللہ حق تعالیٰ کو ممتنعات کے علم کی نفی سے جمادات کے برابر کر دیا کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا اس کے علاوہ حقیقت ممتنع معلوم اور مفعول علم و جہل ہے نہ کہ محل و موصوف جیساکہ ظاہر ہے پس محل علم و جہل اس کو قرار دیکر کلام اس پر مبنی کر بنائے فاسد علی الفاسد ہے لہذا جس قدر کلام اس پر مبنی کیا ہے سب فاسد ہے **قولہ** اس وجہ سے کہ وہ تعلق علم اور جہل دونون سے بری ہین **اقول** یہ کلام سراسر ہذیان ہے اس لئے کہ تمام مخلوق اپنے خدا کو جانتی پہچانتی ہے

شعر

جہان متفق بر الٰہیتش ۔۔۔ فرماندہ در کنہ ماہیتش

صفات و افعال کے لحاظ سے مخلوقات کا علم اسکے متعلق ہے اور کنہ ماہیت کے لحاظ سے مخلوق کا جہل اسکے متعلق ہے پس اسکی ذات پاک سے مخلوق کا علم و جہل دونون متعلق ہین پھر دونون سے بری ہونا چہ معنی دارد **قولہ** اسکا محال جب ہوتا کہ عدم تعلق علمی سے جہل لازم آتا جیساکہ ممکنات کو معاذ اللہ اگر نہ جانے تو جہل لازم آویگا اس وجہ سے کہ ممکنات شایان تعلق علمی ہین اگر ان کے ساتھ علم متعلق نہو تو جہل لازم آویگا **اقول** مانا کہ جہل لازم نہ آیا مگر بے علمی تو قائم رہی جو کہ جہل سے بھی بدتر ہے جسکی وجہ سے پروردگار عالم کی جمادات کے ساتھ مشارکت لازم آتی ہے تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا اور علم باری کی نفی کرنیوالے کے لئے اگرچہ وہ نفی معدوم ممتنع کے مصداق ہے

کی گئی ہو بحر الرائق مین کفر کا فتوی موجود ہے جیساکہ خود مجیب نے ضمیمہ ہدیہ بریکا تیہ
مین نقل کیا ہے فلیتذکر و لیعتبر ثانیا تمام شجر حجر جمادات کا مجیب کے
اس قول سے جاہل ہونا لازم آتا ہے کیونکہ ممکنات کا ان کو علم نہین ہے
اور ممکنات شایانِ تعلق علمی ہین حالانکہ کوئی عاقل اُن کو جاہل نہین کہتا ہے
س تقدیر پر خدائے پاک کے مرتبہ کا انحطاط جمادات سے لازم آیا کیونکہ مجیب
خدائے پاک کی بعلمی تسلیم کرتا ہے اور جاہل ہونیکی نفی کرتا ہے اور جمادات
کے لئے اُس کے قول سے جاہل ہونا مسلم ہے والجاھل افضل من مسلوب
العلم لان الاول صالح للعلم بخلاف الثانی وھذا اکفر صریح وراٰی
قبیح یجب علی قائلہ التوبۃ والا فھو مصر علی الحوباء عجب لطیفہ
یہ ہے کہ صلاحیت وجودی کی محل عدمی یعنی عدمی کے موصوف مین دیکھی
جاتی ہے جیساکہ اندھا وہ شخص ہے کہ فاقد البصر ہے اور بصر کی صلاحیت
رکھتا ہے اسی طرح جاہل وہ شخص ہے کہ علم نہ رکھتا ہو پر علم کی صلاحیت
اس مین ہے اس بنا پر دیوار کو نہ جاہل کہہ سکتے ہین نہ اندھی مگر مجیب کے
قول سے لازم آیا کہ دیوار جاہل بھی ہے اور اندھی بھی فاعتبروا یا اولی
الابصار الحاصل یہ شق بھی مثل شق اول استدلال مجیب کے طویل الذیل رد کو
چاہتی ہے اور مقصود اصلی رہا جاتا ہے اس لئے اصل مقصود کی طرف
رجوع ہوتا ہون ومن حسن اسلام المرء ترک مالا یعنیہ فائدہ
اس رسالہ ہدیہ بریکا تیہ کا ضمیمہ دیکھکر معلوم ہوا کہ مجیب صاحب نے اصل رسالہ
شاید عالم خواب مین لکھا تھا جیساکہ اہل بصیرت پر فساد استدلال کے بیان سے

مخفی نہین رہا مگر تاہم عبارات شرح مقاصد و شرح فقہ اکبر و بحر الرائق سے
انہون نے فائدہ نہ اٹھایا اور خاص کر بحر الرائق کے فتوے و یکفر لقولہ
المعدوم لیس بمعلوم اللہ تعالیٰ سے اپنے ایمان کی حفاظت نہ کی
کیونکہ ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ کافر ہو جاتا ہے اس قول کے کہنے سے
کہ معدوم خدا کو معلوم نہین ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ لفظ معدوم اپنے معنی کے
لحاظ سے شامل ہے معدوم ممکن اور معدوم ممتنع دونون کو اور سلب علم
کی وجہ سے کفر کا فتویٰ ہے نہ اثبات جہل سے اور مجیب صاحب نے
قول فیصل مین سلب علم باری تعالیٰ کا قول ممتنعات ذاتیہ کے مصداق
سے کیا ہے اور کہا ہے کہ ممتنعات ذاتیہ کے مصداق کے ساتھ ہرگز علم
متعلق نہین ہے اب اہل علم خود فیصلہ کر لیوین کہ یہ قول بحر الرائق کے فتویٰ
کا مورد ہے یا نہین (۱۲) شرح فقہ اکبر مین ہے فاللہ تعالیٰ عالم
بجمیع الموجودات لایغرب عن علمہ مثقال ذرۃ فی العلویات
والسفلیات وانہ تعالیٰ یعلم الجھر والسر وما یکون اخفی منہ من
المغیبات بالاحاطۃ بکل شیء علما من الجزئیات والکلیات
والموجودات والمعدومات الممکنۃ والمستحیلات فھو بکل شیء
علیم (ترجمہ) حق تعالیٰ عالم ہے سب موجودات کا نہین مخفی
رہتی ہے اس کے علم سے ذرہ برابر کوئی چیز عالم علوی اور عالم سفلی
کی چیزون مین اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے ظاہر اور پوشیدہ کو اور زیادہ
پوشیدہ کو غیب کی چیزون سے بلکہ ہر شے کو محیط ہے اپنے علم سے

خواہ وہ شئے کلیات وجزئیات سے ہو خواہ موجودات ومعدومات سے ہو
اور معدومات ممکنہ سے ہو یا ممتنعہ سے پس وہ ہر شئے سے واقف ہے
(تشریح) سبحان اللہ والحمد للہ کس قدر اجلی اور صاف اور مفصل طور
پر یہ عبارت پروردگار عالم کے احاطۂ علمی کو بتا رہی ہے اور شئے کا لفظ
اس عبارت مین عام معنی مین مستعمل ہوا ہے جو کہ معدوم ممکن وممتنع کو
بھی شامل ہے اسی وجہ سے من بیانیہ لاکر اس کے معنی عام بتائے
اور قاعدہ فن بلاغت کا ہے کہ جمع معرف باللام سے جمعیت باطل اور
استغراق لازم ہو جاتا ہے پس حاصل معنی یہ ہوا کہ ہر ایک جزئی اور ہر ایک
کلی اور ہر ایک موجود اور ہر ایک معدوم کو خواہ وہ معدوم ممکن ہو یا محال
خدا کا علم شامل ہے پھر بطور نتیجہ فرمایا کہ پس حق تعالیٰ ہر شئے سے واقف ہے
جبکہ یہ عبارت مولف ہدیہ برکاتیہ کے مزعوم کو باطل کرتی تھی اس لئے
نہایت متفکر ہو کر ضمیمہ لکھا اور صحیح عبارت کو اپنے مزعوم باطل پر اس
طرح منطبق فرمایا **اقول** صدر عبارت کو ملاحظہ فرمائیے عالم بجمیع الموجودات
اشارہ بلکہ تصریح ہے کہ علم موجودات کے ساتھ متعلق ہوتا ہے **اقول**
کس نے کہا تھا کہ علم موجودات کے ساتھ متعلق نہین ہوتا ہے جس کے
جواب مین آپ زور دیکر اشارہ بلکہ تصریح کو بیان فرما رہے ہین۔
اقول علی ھذا **اقول** بل احاطۃ بکل شئ علما یہی نص ہے
کہ معلوم کے واسطے شئے ہونا ضرور ہے اور ممتنع لاشئے ہے پس صالح
تعلق علمی نہین ہے **اقول** ممتنع کا لاشئے ہونا اس عبارت مین کیونکر

منصوص ہوا اور اس پر طرفہ یہ کہ صالح تعلق علمی نہونا بھی منصوص پہ آپ ہی
کا کمال علمی ہے ہم اس کمال سے بے بہرہ ہین اس کے علاوہ جس معنی
کے لحاظ سے ممتنع لاشئے ہے واجب تعالیٰ بھی لاشئے ہے پس بقول آپکے
واجب تعالیٰ کا صالح تعلق علمی نہ ہونا بھی منصوص ہوا **قولہ** معدومات
ممکنہ کی دو قسم ہین ایک معدومات ممکنہ بحسب المفہوم والمصداق دوسرا
ممکنہ بحسب المفہوم مستحیلہ بحسب المصداق یہ دونون قسم متعلق العلم ہین۔
اسی وجہ سے شارح فقہ اکبر نے فرمایا والموجودات والمعدومات
الممکنۃ والمستحیلات **اقول** ومن اللہ التوفیق شارح
فقہ اکبر کی اس عبارت مین مفہوم اور مصداق کا اصلا ذکر نہین ہے یہ
تو صرف جناب کی طباعی ہے جو روغن بادام اگرچہ گندہ لیکن ایجاد بندہ
کی مصداق ہے نیز معدوم کی دو قسمین ہین ممکن اور مستحیل انہین کی طرف
بغرض تعمیم معدومات کی تقسیم بیان کی اور کہا والمعدومات الممکنۃ
والمستحیلات اس لئے کہ گو معدومات کا لفظ دونون کو شامل تہا
پر شاید آپ ایسے حضرات اس کو ممکنہ کے ساتہ محدود نہ سمجہ لین اس لئے
والمستحیلات کی بہی تصریح کردی مگر اس تصریح پر بہی آپ
پیچہا نہین چہوڑتے اور مقسم مین جو کہ معدومات ہے ممکنہ کی قید اضافہ
کرکے اس کی دو قسمین مفہوم و مصداق کا فرق نکال کر ایجاد فرمارہے
ہین نیز جبکہ امکان مفہوم دونون اقسام مین ہے صرف مصداق
مختلف ہے تو ذکر مفہوم کا لغو ہے صرف یہ کہنا چاہئے کہ معدوم کی

دو قسمین ہین ایک ممکن دوسری مستحیل انہین دو کو شارح فقہ اکبر نے بتا دیا اور آپکی طباعی محض لغو قرار پائی **قولہ** اخیر قول مین دلیل بیان کی فھو بکل شیئ علیم **اقول** نہین بلکہ نتیجہ تصریح ماسبق کا بیان کیا اور شئے کے معنی عام ارادہ کئے ہین اگر دلیل مراد ہوتی تو فانہ بکل شیئ علیم کہتا نیز دلیل احاطۂ علمی کی عقلی ہے نہ سمعی **قولہ** اور علم کلام مین مذہب علمائے متکلمین مشروح ہے کہ شئے مساوق وجود ہے قال فی شرح المقاصد اما الشئیۃ فیساوق الوجود بمعنی ان کل موجود شئ و بالعکس پس فھو بکل شیئ یعنی بکل موجود علیم ہے پس متنع کہ لاشئے ہے نص اس کو کیونکر شامل ہوگی **اقول** مین اوپر لکھ چکا ہون کہ شئے کا اطلاق دو معنی مین ہے ایک معنی عام ہین اور دوسرے خاص علوم مین اکثر بالمعنی العام مستعمل ہے اور شرائع مین بالمعنی الخاص پس یہان بھی کہ علم کلام کی کتاب ہے بالمعنی العام مستعمل ہے اس لئے نص اس کو شامل ہے اور اگر بقول مجیب یہان بمعنی موجود مستعمل ہے اور یہ بھی فرماتے ہین کہ یہ قول دلیل ماسبق ہے تو تقریب تام نہوگی اس لئے کہ دعوی اوپر مستحیلات کو بھی شامل ہوا ہے اور دلیل صرف موجود کو متناول اور مستحیل سے ساکت وھو کما تری لا یلیق بنا لعلما فضلا عن الکملاء اس کے علاوہ جس معنی کے لحاظ سے متنع لاشئے ہے واجب تعالی بھی لاشئے ہے پس اگر متنع کو نص شامل نہین تو واجب کو بھی شامل نہین فما ھو جوابکم فھو جوابنا نیز شئے مساوق وجود نہین بلکہ شیئۃ مساوق موجود ہے جیسا کہ عبارت منقولہ مین مذکور ہے اور

وجود کے ساتھ امکان کی قید بھی معتبر ہے پس واجب تعالیٰ شئے کے
مفہوم سے بالضرور خارج ہے لہذا آپ کی دلیل صرف ممکنات کو شامل
رہی پس دعوی کی ثبت نہوئی نیز خود متکلمین نے تصریح کردی ہے
کہ لفظ شئے کا استعمال دو معنی مذکور مین از روئے لغت شائع ہے ۔

قال فی شرح المقاصد ان ما ذکرنا من الاختلاف والاحتجاج
انما ھو فی شیئیۃ المعدوم بمعنی ثبوتہ فی الخارج واما انہ
یطلق علیہ لفظ الشیئ فبحث لغوی یرجع فیہ الی النقل والاستعمال
وقد وقع فیہ اختلافات نظرا الی الاستعمالات فعندنا
اسم للموجود لما اجازہ شائع الاستعمال فی ھذا المعنی ولا
نزاع فی استعمالہ فی المعدوم مجازا کما فی قولہ تعالیٰ انما
امرنا لشیئ اذا اردناہ الخ وقولہ تعالیٰ وقد خلقتک من قبل
ولم تک شیئا لا ینفی الاستعمال المجازی بل الحقیقی (ترجمہ)
کہا شرح مقاصد مین کہ ہم نے جو اختلاف اور استدلال بیان کیا وہ معدوم
کے شئے ہونے کے متعلق ہے اس کے ثبوت فی الخارج کے لحاظ سے
رہا یہ امر کہ معدوم پر لفظ شئے کا اطلاق کیا جاتا ہے پس یہ لغوی بحث ہے
جس کا رجوع نقل و استعمال کیطرف ہے اور استعمالات مختلفہ کی وجہ سے
لفظ شئے کے معنی مین بہت اختلاف واقع ہوا ہے پس ہمارے نزدیک
لفظ شئے اسم ہے موجود کا کیونکہ ہم اس کو اس معنی مین شائع پاتے ہین
باقی مجازا اس کا استعمال معدوم کے لئے بھی ہوتا ہے اس معنی کسی کو

نزاع نہین جیسا کہ آیۂ کریمہ انما امرنا لشیٔ الخ اور آیہ کریمہ ولم ترک
شیئا مین معدوم پر اس کا اطلاق ہوا ہے بلکہ اس کو حقیقی استعمال بھی
کہنا ہمارے منافی نہین۔ اب ہمارے مجیب صاحب کا یہ قول کہ پس
ممتنع کہ لاشئے ہے نص اُس کو کیونکر شامل ہوگی دفع ہوگیا فافہم۔
(فقیر عرض کرتا ہے) کہ جب شئے کا لفظ قدرت کے بیان مین آتا ہے۔
جیسے ان اللہ علی کل شیئ قدیر تو قرینہ موجود ممکن کے معنی کا ہوگا کیونکہ
معدوم ابدی اور ممتنع اور واجب محل قدرت نہین ہین اور جبکہ علم کے بیان
مین واقع ہو جیسے فھو بکل شیئ علیم اور قد احاط بکل شیئ علما
تو عام معنی لیا جائے گا اس لئے کہ علم کا تعلق عام ہے جائزات و واجبات
وممتنعات سب کو شامل ہے اس لئے نص ممتنعات کو اس مقام مین ضرور
شامل ہے (۱۳) حضرت مخدوم الملک شرف الحق والدین بہاری قدس سرہ
شرح آداب المریدین کے صفحہ ۳۲ مین فرماتے ہین کہ اہل سنت وجماعت کا
اجماع ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ کے لئے صفات ہین واقعی کہ حق کے ساتھ
موصوف ہے جیسے صفت علم وقدرت اور معتزلہ صفات کے منکر ہین اور
کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ عالم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جاہل نہین ہے
یعنی اس سے مراد جہل کی نفی ہے نہ علم کا اثبات اور جب قادر کہتے ہین تو
مراد عجز کی نفی لیتے ہین نہ قدرت کا اثبات اور کہتے ہین کہ اگر ہم حق تعالیٰ
کے لئے صفات کو تسلیم کرین تو اس کو اُن صفات کا محتاج ماننا پڑے گا
اور ہم کو کہنا لازم آئیگا کہ فاعل جو کام کرتا ہے خود نہین کرتا ہے بلکہ صفات کے ذریعہ سے

کرتا ہے اور جو غیر کا محتاج ہوتا ہے خدا نہین ہے ۔ اہل سنت وجماعت
صفت علم سے نفی جہل اور اثبات علم دونون کا ارادہ کرتے ہین اور قدرت سے
عجز کی نفی اور قدرت کا اثبات دونون مراد لیتے ہین کیونکہ اگر صرف جہل کی
نفی سے عالم کہنا جائز ہو تو چاہئے کہ سب جمادات عالم ہو جائین اس لئے
کہ جہل جمادات مین نہین ہے اور اون کو عالم کوئی نہین کہتا ہے اسکی
وجہ یہی ہے کہ صفت علم ان مین نہین ہے جیسا کہ جہل نہین ہے اور اگر
عجز کی نفی سے قادر کہنا درست ہو سب جمادات یعنی بے جان چیزین
کہلائین اس لئے کہ عجز جمادات مین نہین ہے اور انکو قادر کوئی نہین
کہتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ان مین جیسا کہ عجز نہین ہے قدرت
بھی نہین ہے ثابت ہو گیا کہ کسی صفت کی نفی سے اس کے ضد کا اثبات
لازم نہین آتا ہے جب تک کہ اُس ضد کا وجود نہ پایا جائے پس معلوم ہوا
کہ حق تعالیٰ کو صرف جہل کی نفی سے ہم نے عالم نہین کہا ہے بلکہ نفی جہل
اور ثبوت علم دونون کی وجہ سے ہم نے اُس کو عالم کہا ہے اور صرف عجز
کی نفی سے ہم نے اس کو قادر نہین کہا ہے بلکہ نفی عجز اور ثبوت قدرت
دونون کی وجہ سے قادر کہا ہے اور دوسری صفات الٰہیہ کو بھی اسی طرح
سمجھنا چاہئے اور معتزلہ کا جواب یہ ہے کہ محتاج کسی چیز کا اُس کو کہتے ہین
کہ اُس چیز کا ہونا نہونا دونون ہو سکین جبکہ وہ چیز ہو تو وہ بے پروا ہو جائے
اور جب نہو تو محتاج رہے اور ہمارے نزدیک حق تعالیٰ کی صفات واجب الوجود
ہین ممکنات سے نہین ہین لہذا محتاج ہونا لازم نہین آتا ہے اور نیز جو شخص

کسی چیز کا محتاج ہوتا ہے تو اُس چیز کے ہونے سے اُس میں کمال اور زیادتی ہوتی ہے اور نہونے سے نقصان اور کمی لازم آتی ہے اور حق تعالیٰ کی وہ ہستی جو نقصان و تمامی سے پاک ہے اور حقیقت الامر یہ ہے کہ حق تعالیٰ قدیم ہے اُس کی صفات بھی قدیم ہیں یہ ممکن نہیں ہے کہ حق تعالیٰ ہو اور اسکی صفات نہوں لہذا احتیاج حق تعالیٰ کی نسبت محال ہے۔ فقیر عرض کرتا ہے۔ کہ اس کلام بلاغت نظام میں حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ نے کس قدر خوبی اور صفائی سے اہل سنت کی تائید اور معتزلہ کی تضعیف فرمائی ہے موافق حدیث شریف خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَ دَلَّ کے اس عبارت میں الفاظ کم اور معانی بہت ہیں مطلق علم اور مطلق جہل کے ذکر سے یہ افادہ فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے محالات ہوں یا قضایائے کاذبہ اور کسی چیز سے بے علم نہیں ہے متنعات کے مفہومات ہوں یا مصادیق جیسا کہ بلاغت کا قاعدہ ہے کہ کبھی فعل متعدی کا مفعول نہیں ذکر کرتے ہیں تاکہ ہر مفعول کو شامل ہو جائے اور کہتے ہیں کہ فلان شخص عطا کرتا ہے اور پہناتا ہے یعنی ہر طرح کی عطا اور ہر قسم کا لباس ایسا ہی اس کلام بلیغ میں ثبوت علم سے ہر چیز کے علم کا ثبوت اور نفی جہل سے ہر چیز سے بے علمی کی نفی مراد ہے پس رد ہو گئے اس سے اقوال اُن حضرات کے جنہوں نے متنعات کے مصادیق اور قضایائے کاذبہ سے حق تعالیٰ کی بے علمی کا قول کیا ہے تعالی اللہ عنہ علوا کبیرا اسی طرح رد ہو گیا قول سید ابراہیم صاحب ادیب کا جو کہ انہوں نے ہدایۃ المومنین کے صفحہ ۲ میں فرمایا ہے کہ رب رہے نہایات و جہادات اعیان

بھی مثل حیوانات علم کی صفت موجود ہے اور وہ عالم بھی کہلاتے ہین اور جاہل بھی
یعنی شجر حجر ڈھیلے پتھر گدھے خچر مولوی صاحب کے فن ادب کی بلاغت کے قاعدہ
سے عالم اور جاہل کہلاتے ہین گو تمام دنیا کے لوگ علم اور جہل کی ان سے
نفی کے قائل ہون (۱۴) مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی جو کہ مولوی برکات
احمد صاحب کے دادا استاد تھے رسالہ امتناع نظیر کے صفحہ ۹ مین فرماتے ہین
پس ہیچ مومن را از اعتقاد اینکہ سلب اتصاف او سبحانہ بترکب و لبساط
خواص ممکنات و سلب اتحاد او سبحانہ بجمیع ممکنات جواہر باشند یا اعراض
ذوات باشند یا اوصاف ضروری بالذات ست و ضرورت این امتناع ذاتی
مسلوب ست و کسیکہ ازین انکار دارد او را گزیر نیست از بودن او سبحانہ در مرتبہ
ذات حقہ مرکب و جزو انسان و حیوان و غیرھا من الامور الغیر المتناھیۃ
(ترجمہ) کسی مومن کو اس اعتقاد سے چارہ نہین ہے کہ حق تعالی کا مرکب
ہونے اور اوصاف ممکنات (جہل کذب بے علمی وغیرہ) سے موصوف ہونے
اور ممکنات کے مماثل متحد (اوصاف ممکنات مین) ہونے سے پاک اور منزہ
ہونا ضروری ہے خواہ وہ ممکنات جوہر ہون یا عرض ذات ہون یا صفت
اور ان امور سے پاک ہونیکی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ یہ امور حق تعالی
کی نسبت محال اور ممتنع بالذات ہین اور جو شخص اس سے انکار رکھتا ہے
اور ان امور کا اللہ تعالی کی ذات مقدس مین پایا جانا ممکن خیال کرتا ہے
(جیسا کہ قائلین امکان کذب اور قائلین بے علمی از مصادیق ممتنعات و قضایائے
کاذبہ) اس کو چارہ نہین ہے اس سے کہ وہ حق تعالی کا مرتبہ ذات مین

جزو ہونا انسان ہونا حیوان ہونا وغیرہ امور غیر متناہی تسلیم کرے تعالی اللہ عن ذلک وعلوا کبیرا (تشریح) یہ عبارت بھی مثل پہلی عبارت کے نہایت بلیغ اور چست اور الفاظ و معانی کے اعتبار سے بہت فصیح اور درست واقع ہوئی ہے اور تمام صفات محدثات و خصائص ممکنات سے تنزیہ رب العباد کا افادہ کرتی ہے اور قائلین امکان کذب و ظلم و بے علمی و نادانی وغیرہ کے حق میں سیف قاطع و برہان ساطع کا حکم رکھتی ہے چاہئے کہ اہل بصیرت اس سے فائدہ حاصل کریں اور اس کو نظر غور سے دیکھیں

شعر

دیکھو اسے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو — اس کو سنو جو گوش حقیقت نیوش ہے
اگر صدائے حکمت پیغمبر نادان — بخواند آیدش باز بچہ در گوش
نگوید از سر بازیچہ حرفے — کز و پندے نگیرد صاحب ہوش

حق تعالی فرماتا ہے فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ یعنی بشارت دے میرے اُن بندوں کو کہ بات سنکر اس کے عمدہ اور بہتر کی پیروی کرتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں پاتا ہے لے لیتا ہے (۱۵) اس کے بعد صفحہ ۶۱ میں فرماتے ہیں و اتصاف واجب الوجود سبحانہ بنقائص وخصائص وقبائح و خصائص حوادث و ممکنات تزد ہر مومن ممتنع بالذات ست همچنین اتصاف ممکنات بصفات کمالیہ او سبحانہ محمل بالذات ست (ترجمہ) اور موصوف ہونا حق تعالی کا کہ واجب الوجود ہے تمام صفات نقصان اور برائیوں اور قباحتوں اور حوادث اور ممکنات کے

اوصاف سے (جن مین کذب وظلم واتخاذ ولد وتادانی وبیعلمی بھی ہین) ہر یاندار
کے نزدیک محال بالذات ہے اور اسی طرح موصوف ہونا ممکنات کا اللہ تعالے
کی صفات کمالیہ سے محال بالذات ہے اس کے بعد اس دعوے کی دلیل صفحہ
مین فرماتے ہین (۱۶) وجہ امتناع جملہ نقائص در ذات حقہ مقدسہ این ست کہ ذات
حقہ واجب بالذات ست وہمائن بالذات ست ذوات وماہیات ممکنہ وخواص
ممکنات واوصاف انچہ از خصائص ممکنات ست بالذات آبی ست پس فرض
اتصاف ذات حقہ واجبہ بخواص ممکنات وحوادث واتحاد آن بذوات ممکنات
فرض اجتماع امکان ووجوب ست در آن واجتماع وجوب ذاتی وامکان ذاتی در ذات
حقہ ممتنع بالذات ست پس مصادیق اینہمہ کہ مجمع وجوب ذاتی وامکان ذاتی ست
محال بالذات ست (ترجمہ) حق تعالی کی ذات مقدس کی نسبت تمام صفات
نقصان (جنمین کذب وظلم وجہل وبیعلمی بھی ہین) محال ہونیکی وجہ یہ ہے کہ ذات
حق تعالی واجب بالذات ہے اور ممکنات کی ذوات وماہیات واوصاف سے
بالذات مغائر ہے اور صفات ممکنات کے ساتھ موصوف ہونے سے ذاتی انکار
رکھتی ہے پس یہ امر فرض کرنا کہ ذات حق تعالی جو کہ واجب الوجود ہے ممکنات
وحوادث کے اوصاف سے جیسے کذب وظلم وبیعلمی وغیرہ موصوف ہو سکتی ہے
اور ممکنات کے ذوات کے ساتھ (اوصاف مذکورہ مین) متحد ہو سکتی ہے امکان
اور وجوب کے جمع ہونیکو تسلیم کرنا ہے ذات حق تعالی مین اور وجوب ذاتی
وامکان ذاتی کا ذات واحد وعین جمع ہونا محال بالذات ہے پس ان دونون
مصداق کہ وجوب ذاتی وامکان ذاتی کا مجمع ہے محال بالذات ہے

(تشریح) سچ ہے ان من البیان لسحرا۔ بعض بیان جادو ہوتا ہے اور یہ بدیع جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے ۔ واجب ۔ ممکن ۔ ممتنع ۔ ان تینون لفظون کے معنی ایک دوسرے کے مقابل اور مخالف ہین ۔ واجب وہ شئے ہے جو اپنے وجود مین غیر کی محتاج نہو جیسے حق تعالی کی ذات و صفات (ممکن) وہ شئے ہے جو اپنے ہونے اور نہونے مین غیر کی محتاج ہو جیسے سارا جہان (ممتنع) وہ شئے ہے جو اپنے ہونے مین غیر کی محتاج نہو جیسے شریک باری ۔ اجتماع نقیضین ۔ ارتفاع نقیضین وغیرہ ان تینون مواد کا آپس مین جمع ہونا محال ہے یعنی واجب ممکن یا ممتنع نہین ہو سکتا ہے اور ممکن واجب یا ممتنع نہین ہو سکتا ہے اور ممتنع واجب یا ممکن نہین ہو سکتا ہے کیونکہ انقلاب ایک حقیقت کا دوسری حقیقت کیطرف لازم آتا ہے اور یہ بداہتہً باطل ہے جیسا کہ مولانا فضل حق مرحوم رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۱۳ مین فرماتے ہین ۔ باید دانست کہ مواد ثلاثہ یعنی وجوب ذاتی و امکان ذاتی و امتناع ذاتی باہم متقابل اند معنی وجوب ذاتی شئے آنست کہ تقرر وجود آن ضروری باشد محتاج بجعل فاعل نباشد و معنی امتناع ذاتی آن آنست کہ عدم آن ضروری باشد معلل بعلتے نباشد و معنی امکان ذاتی آن آنست کہ تقرر وجود و عدم بالقیاس الی نفس ذاتہ ضروری نباشد ۔ اور صفحہ ۱۴ کے آخر مین فرماتے ہین انقلاب از امتناع ذاتی سوئے امکان ذاتی مستحیل بالذات ست باتفاق ہمہ عقلاء و باجماع متکلمین و فلاسفہ قال فی شرح المواقف فی ابحاث الممکن ان الامکان لازمۃ للماہیۃ الممکنۃ لایجوز انفکاکہا عنہ والا لجاز خلو الماہیۃ عنہ فینقلب الممکن ممتنعا او واجبا

ان کان خلوها عنه بزوال عنها او بالعکس ای بانقلاب الممتنع
او الواجب ممکنا ان کان خلوها عنه بحدوثه بعدها بعد ما لم یکن
وابنه ای جواز خلوها عنه علی احد الوجهین ینفی الامان عن
الضروریات فیرتفع الوثوق عن حکم العقل بوجوب الواجبات
واستحالة المستحیلات وجواز الجائزات جواز انقلاب بعضها
الی بعض حینئذ وذلک سفسطة ظاهرة البطلان (ترجمہ)
عبارت اخیرہ کا یہ ہے کہ امتناع ذاتی کی صفت کا امکان ذاتی سے بدلجانا۔
(جیسے کہ کذب وظلم وبے علمی کہ حق تعالیٰ کی نسبت ممتنع بالذات ہین اگر ممکن
مانے جائین) محال بالذات ہے (مثل اجتماع نقیضین وارتفاع نقیضین
وغیرہ کے) اور اس کے محال ہونے پر تمام عقلاء ومتکلمین وحکماء متفق ہین
جیساکہ شرح مواقف مین ممکن کے احوال مین مذکور ہے کہ صفت امکان ذاتی
ممکن کے لئے لازم ہے جو کہ ممکن سے جدا نہین ہوسکتی ورنہ جائز ہوجائیگا ماہیت
ممکن کا امکان کی صفت سے خالی ہوجانا پس ممکن ممکن نہ رہے گا بلکہ واجب
یا ممتنع ہوجائے گا اگر ماہیت ممکن کا خالی ہونا صفت امکان کے زوال سے
ہوگا یا واجب وممتنع کا ممکن ہونا لازم آئیگا اگر صفت امکان کا وجود اس مین
عدم کے بعد ہوا ہو اور دونون صورتون مین ماہیت ممکن کا صفت امکان سے خالی
ہونا بدیہیات سے امان کی نفی کرتا ہے جسکی وجہ سے عقل کے احکام پر بھروسہ
نہ رہے گا جو کہ واجب کے واجب ہونے اور محالات کے محال ہونے اور ممکنات کے
ممکن ہونے پر اس نے دئے ہین کیونکہ اس حالت مین جائز ہوگا کہ ممکن واجب

یا ممتنع ہوجائے اور واجب ممکن یا ممتنع ہوجائے اور ممتنع واجب یا ممکن ہوجائے
اور یہ امر صریح باطل ہے۔ فقیر عرض کرتا ہے۔ کہ یہاں سے رد ہوگیا قول
مولوی احمد حسین صاحب شیعی مدرس دارالعلوم اور مولوی برکات احمد صاحب سنی
مولف ہدیہ برکاتیہ اور ان کے تمام اتباع حضرات کا جو کہ انہوں نے کہا ہے کہ ممتنع
کے مصداق مین صلاحیت معلوم ہونیکی نہین ہے اس لئے حق تعالیٰ کا علم اسکے
متعلق نہین ہوسکتا ہے اور اسی طرح قضایائے کاذبہ کا بھی اسکو علم نہین ہے
نعوذ باللہ منہ اس لئے کہ علم کا ثبوت حق تعالیٰ کے لئے واجب بالذات ہے
اور نفی علم کی اُس سے ممتنع بالذات ہے پس جبکہ ان لوگون نے نفی علم کا قول تسلیم کیا
تو صفت علم کا خلو لازم آیا صفت وجوب ذاتی سے طرف امتناع ذاتی کے اور
اسی طرح نفی علم کا خلو لازم آیا صفت امتناع ذاتی سے طرف وجوب یا امکان
ذاتی کے اور یہ محال ہے اور مصداق ممتنع و قضایائے کاذبہ مین صلاحیت
معلوم ہونیکی نفی غیر مسلم ہے اس لئے کہ معلوم ہونیکی مقتضی نفس ذات معلوم ہے
نہ اُس کا وجود یا تقرر ورنہ لازم آئیگا کہ معدومات ابدی اور ممکنات کا علم بھی
اُن کے وجود و تقرر سے پہلے حق تعالیٰ کو نہو حالانکہ اس کے یہ حضرات قائل نہین
ہین اور جو مقدمات انہون نے اس نفی کے لئے قائم کئے ہین ان کو ہم باطل کرچکے
ہین نیز جبکہ ان کو حق تعالیٰ کے انحاء علم اور ماہیت علم پر پوری اطلاع نہین ہے
تو ان کا نفی علم پر اصرار بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ کا مصداق ہے والانکہ
حق تعالیٰ نے خود فرمایا ہے ولا یحیطون بشیئ من علمہ الا بما شاء۔
اور جس چیز کا علم نہو اُس مین کلام کرنے سے نہی وارد ہے ولا تقف

مالیس لك به علم پس ان کو چاہیئے کہ ان دلائل پر غور کریں اور
عبرت لیں۔ (۱۶) حضرت مخدوم الملک بہاری شرح آداب المریدین میں فرماتے ہیں
قولہ لیس ذاتہ کالذوات ولا صفاتہ کالصفات (ترجمہ) نہیں ہے
حق تعالیٰ کی ذات دوسری ذاتوں کے مانند اور نہیں ہیں حق تعالیٰ کی صفتیں دوسری
صفتوں کے مثل اس لئے کہ تمام موجود چیزیں جسم ہیں یا جوہر ہیں اور اللہ تعالیٰ
نہ جسم ہے نہ جوہر ہے اور تمام موجود چیزیں جگہ میں ہیں یا زمانہ میں ہیں اور
اللہ تعالیٰ زمان و مکان سے پاک ہے پس ثابت ہوا کہ خدائے تعالیٰ
کی ذات کسی ذات کے مشابہ نہیں ہے اور اس کی صفتیں بھی دوسری صفات کے
مشابہ نہیں ہیں اس لئے کہ دوسری چیزوں کی صفات عرض ہیں اور
اللہ تعالیٰ کی صفات عرض نہیں ہیں اور اس کی صفتوں کا وجود ضروری
اور فنا ہونا محال ہے اور دوسری چیزوں کی ذات و صفات کے لئے فنا لازم
اور بقا محال ہے پس ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور تمام صفات
کمال مخلوقات کی ذات و صفات کے مشابہ نہیں ہیں پس ہم اللہ تعالیٰ کو ایسی
پاک توحید کے ساتھ پہچانتے ہیں جسمیں تعطیل اور تشبیہ کو دخل نہیں ہے
اور اس نعمت کے ملنے پر اس کا شکر کرتے ہیں اور اس نعمت کے باقی
رہنے کی اللہ تعالیٰ سے آرزو رکھتے ہیں (تشریح) سبحان اللہ کیا کلام
جامع و مانع ہے موتی پروئے ہیں (تعطیل) سے مراد کسی صفت کمالیہ کی
نفی و انکار ہے اور (تشبیہ) سے مراد کسی صفت مخلوقات کا حق تعالیٰ کیلئے
اثبات اور ماننا ہے پس منکرین علم مصادیق ممتنعات و قضایائے کاذبہ کے

قول سے تعطیل یعنی صفت علم کا انکار اور تشبیہ یعنی بعلی کا کہ صفت مخلوق ہے
اثبات دونون قباحتین لازم آگئین تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا
(۱۸) پھر فرماتے ہین سوال پھر خدا کو پہچاننے کی حد عارفون کے لئے کیا ہے
جواب معرفت خدا کی انتہا عارفون کے لئے اُن کا عاجز ہو جانا ہے خدا کو
پہچاننے سے اور حقیقت مین خدا کو پہچاننا ہے خدا کو اُنہون نے (جیسا کہ خدا کے
نہین پہچانا (ما عرفناک حق معرفتک) کیونکہ یہ امر محال ہے کہ کوئی شخص
سوائے خدا کے خدا کو جیسا کہ وہ ہے پہچان سکے اور پروردگار کی ذات اور صفات
کی حقیقت کو علم و ادراک کے ذریعہ سے احاطہ کر سکے سوا حق تعالی کے جب یہ
معرفت اُن کو حاصل ہو گئی اور کھل گئی تو بیشک خدا کو پہچان لیا یعنی اُس کمال کو
پالیا جو کہ مخلوق کے حق مین ممکن ہے اللہ تعالی کی معرفت کے باب مین۔
سوال پھر جبکہ ذات الٰہی کی حقیقت کو نہین پہچانتے ہین اور اُس کا پہچاننا
محال ہے تو کیا اسماء و صفات الٰہیہ کو کماحقہا پہچان سکتے ہین جواب یہات
یہ امر بھی دور ہے یہ معرفت بھی کماحقہ خداوند تعالی کے سوا کسی کو حاصل نہین
ہو سکتی ہے یہین سے اہل معرفت کہتے ہین کہ خدا کو خدا کے سوا کوئی نہین
پہچانتا ہے اور یہ تمام تقریر امام غزالی کی نقل کی ہے اُن پر خدا کی رحمت
کے ساتھ دانل سبیل المومنین انتہی (تشریح) اس کلام ہدایت نظام مین
تنبیہ شدید ہے اُن لوگون کو جو خدائے ذوالجلال والاکرام کی ذات و صفات کے
متعلق بڑھ بڑھ کر کلام اور دعوے کیا کرتے ہین اور دلائل تفصیلی قائم کرتے ہین کہ
اجمالی قول پر قناعت کرین اور اس میدان مین زیادہ معرکہ آرائی نہ فرمائین

نہ ہر جائے مرکب توان تاختن شعر کہ جاہا سپر باید انداختن

(۱۹) عاشق جانباز صمدانی یکہ تاز میدان عشق ربانی حضرت عین القضاۃ ہمدانی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب تمہیدات مین فرمایا ہے کہ (مجکو متکلمین کے اس قول سے شرم آتی ہے کہ اللہ تعالی کی تنزیہ و تقدیس کے لئے کہتے ہین خدا جسم نہین ہے۔ جوہر نہین ہے عرض نہین ہے اور اس کو بڑا کام سمجھتے ہین حالانکہ یہ امر ایسا ہے کہ کوئی کہے کہ اس شہر کا بادشاہ پتھر نہین ہے ڈھیلا نہین ہے کیا تم کہوگے کہ اس سے بادشاہ کی تعریف سمجھی جائیگی کہ پروردگار جل جلالہ کی عزت کی قسم ہے کہ اُس نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے ہین اُن مین ادنی درجہ کا عالم عالم اجسام ہے اقسام موجودات مین ادنی عالم صورت ہے۔ اب چونکہ نا جنسون کی صحبت مین مبتلا ہوگیا ہون اس لئے انہین کے لب و لہجہ مین مجکو بات کرنی چاہئے تاکہ مصطفی صلی اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی اس حدیث پر میرا عمل ہو جائے کہ من کان لہ صبی فلیتصاب لہ (ترجمہ) جس کے کوئی بچہ ہو تو چاہئے کہ اس کے لئے خود بچہ بنجائے۔ خدائے لایزال کی عزت کے جلال کی قسم ہے کہ اگر کسی بچہ کو میرے آگے بٹھا کر کہین کہ اس بچہ کو حروف تہجی سکھا دے تو مجکو اس قدر دشواری نہوگی کیونکہ اس فعل مین مجکو بے ادبی کا خوف نہین ہے بخلاف اس کے کہ مجھ سے کہلایا جائے کہ پروردگار جسم نہین ہے جوہر نہین ہے عرض نہین ہے کیونکہ اس کے کہنے سے مجھکو بے انتہا شرم آتی ہے پر کیا کیا جائے الضرورات تبیح المحذورات ضرورتونکی وجہ سے ممنوعات

بھی مباح ہو جاتی ہین (تشریح) اس قول کے آخری فقرہ مین متکلمین کی
جانب سے عذر بیان کیا گیا ہے یعنی ان امور کو تنزیہات باری تعالیٰ
مین متکلمین کا ذکر کرنا مجبوری کیوجہ سے ہے وہ یہ کہ انہون نے ان تنزیہات
کے بیان مین رد کیا ہے اہل بدعت مجسمہ۔ حشویہ۔ قدریہ۔ جہمیہ۔ وغیرہم کا
جو کہ نادانی کی وجہ سے خدائے تعالیٰ کے جسم ہونے اور جہت علو مین ہونیکے
قائل ہو گئے ہین ورنہ فی الواقع رب العالمین کی صفات مین ان چیزون کا
بیان گو بطور نفی ہی ہی سوء ادبی سے خالی نہین ہے ع چہ نسبت خاک را
با عالم پاک۔ (۲۰) حضرت مخدوم الملک بہاری قدس سرہ العزیز شرح آداب
المریدین کے صفحہ ۳۳ مین ارشاد فرماتے ہین (اور اجماع کیا ہے مشائخ کرام
رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس پر کہ جو کچھ آیات و احادیث نبویہ مین وارد ہوا ہے
وجہ۔ ید۔ نفس۔ سمع۔ بصر۔ وغیرہ حق تعالیٰ کی صفات سے ثابت ہے بغیر
تمثیل و تعطیل کے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے لیس کمثلہ شیئ وھو السمیع
البصیر نہین ہے مانند اس کے کوئی چیز اور وہی سنتا دیکھتا ہے سوال
کیا جائز ہے کہ کتاب خدا مین ایسی چیز ہو جس کے علم کا بندون کے لئے کوئی
راستہ نہو جواب اکثر فقہا و محدثین اور تمام صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے
نزدیک جائز ہے کہ کتاب خدا مین ایسی چیز ہو جس کو ہم نہ جانین اس لئے کہ
حق تعالیٰ نے آیات متشابہات کے متعلق فرمایا ہے وما یعلم تاویلہ الا
اللہ اس جگہ ٹھہرنا لازم ہے (ترجمہ) اور اس کی تاویل خدا کے سوا کوئی
نہین جانتا ہے۔ اور عقلی دلیل یہ ہے کہ جن افعال کی ہم کو شرع سے نکلنا

دی ہے دو قسم کے ہین ایک قسم وہ ہے جسمین ہم کو اپنی عقل سے حکمت شرعی
معلوم ہوجاتی ہے جیسے نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ دوسری قسم وہ افعال ہین
جنمین کوئی حکمت عقل سے دریافت نہین ہوتی ہے جیسے حج کے افعال
پس جبکہ افعال دو طرح کے ہوئے کیون نہین جائز ہے کہ اقوال بھی دو
طرح کے ہون اور تمام مشایخ صوفیہ کرام رحمہم تعالیٰ کا قول ہے کہ جسقدر
متشابہات ہین سب اللہ تعالیٰ کی صفات ہین اس طور پر کہ اُس کی ذات پاک کے
لائق ہے اس سے زیادہ ہم اور کچھ نہین کہتے ہین البتہ اتنا ہم کہہ سکتے ہین
کہ جس قدر قرآن شریف مین یا حدیث صحیح مین ہم پڑھتے ہین سب حق ہے
اور یہی طریقہ سلامتی کا ہے کیونکہ جب ہم نے کہا امنا بما قال اللہ وعلی ما
اراد اللہ وامنا بما قال رسول اللہ وعلی ما اراد رسول اللہ
یعنی ایمان لائے ہم اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے کہا اور اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے
ارادہ کیا ہے اور ایمان لائے ہم اس پر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہا ہے اور اس پر کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا ہے اس قدر
کہنے سے ہمارا ایمان صحیح ہوگیا اس کے بعد ہم پر واجب نہین ہے کہ سب
متشابہات کے معنی کو ہم جانین۔ تم نہین دیکھتے ہو کہ ہم تمام نبیون کو نہین
پہچانتے ہین اور نہ سب کتابون کو جانتے ہین اور نہ سب فرشتون کو جانتے ہین
مگر جبکہ ہم سب پر ایمان لے آئے بس ہمارا ایمان صحیح ہوگیا صفات متشابہات
مذکورہ کا بھی یہی جواب ہے کہ ہم ان پر ایمان لاتے ہین اور ان مین بحث
کرنے اور اُن کے جاننے مین مشغول نہین ہوتے ہین اس لئے کہ ہوسکتا ہے

کہ ان کی کسی تاویل کا اعتقاد کیا جائے اور حق تعالیٰ کی مراد اُس کے برخلاف
ہو پس ہمارا ایمان برباد ہو جائے۔ تقلیدی ایمان بہتر ہے اُس تحقیق سے
جو کہ ایمان برباد کرے (تشریح) منجملہ صفات مذکورہ صفت علم بھی ہے
جس کی تاویل اپنی عقل سے کرنے مین لغزش کا خطرہ ہے پس جبکہ آیات
واحادیث وبراہین عقلیہ واقوال متکلمین رحمہم اللہ تعالیٰ صفت علم کے عموم
وعدم انحصار پر دال ہین اور تصریح موجود ہے کہ علم الٰہی ممتنعات کو بھی
شامل ہے اب یہان تاویل کرنا کہ ممتنعات سے مراد مفاہیم ان کے ہین نہ
مصادیق اور قضایا سے مراد قضایائے صادقہ ہین نہ کاذبہ خلاف راہِ صواب ہے
پس ایسی جگہ کفِ لسان بہتر ہے بسط بیان سے اور تقلید بہتر ہے تحقیق سے
بقول حضرت مخدوم الملکؒ کہ تقلیدی ایمان بہتر ہے اُس تحقیق سے جو کہ ایمان
کو برباد کرے فافہم واستقم اس کے بعد ارشاد فرماتے ہین (دوسری
وجہ یہ ہے کہ اگر متشابہات کی تاویل واجب ہوتی تو اول پیغمبر علیہ السلام
پر واجب ہوتی کیونکہ مخلوق کے طرف آپ اس لئے مبعوث ہوئے ہین
کہ طریق معرفت کو بیان فرمائین جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہ کیا
اور تاویل نہ کی تو یہ دلیل ہے اس امر کی کہ تاویل واجب نہین (تشریح)
جبکہ نصوص اور براہین قطعیہ دلالت کریں ہین صفت علم کے عموم وشمول
مطلق اور عدم تناہی اور عدم انحصار پر اور جہل وبے علمی سے پاک اور منزہ
ہونے پر جیسا کہ محقق دوانیؒ کی تصریح سے جس کو ہم رسالہ عقیدیہ کی شرح
سے نقل کر چکے ہین معلوم ہوا نیز عبارات متکلمین بصراحت ممتنعات کے

علم پر دلالت کرتی ہے جیساکہ اوپر گذرا ہے نیز فقہاء رحمہم اللہ فتوی دیتے ہین کہ جو شخص کہے کہ معدوم کا خدا کو علم نہین ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے جیساکہ بحر الرائق سے خود مجیب صاحب نے نقل کیا ہے ایسی حالت مین تاویلات رکیکہ کرنا کہ معدوم سے مراد ممکن ہے اور ممتنع سے مراد مفہوم اُس کا ہے نہ مصداق پھر اس تاویل سے یہ نتیجہ نکالنا کہ شریک الباری کے مصداق اور قضایائے کاذبہ کا علم اللہ تعالی کو نہین ہے کیونکہ اس کے قائل ہونے سے باری تعالی کیلیے جہل مرکب اور عجز لازم آتا ہے اور اس پر یہ حاشیہ چڑھانا کہ تمام علمائے اہل سنت وجماعت کا یہی عقیدہ ہے کسقدر بیباکی ہے نعوذ باللہ منہ حق تعالی فرماتا ہے واما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ (ترجمہ) بہرحال جنکے دلون مین کجی ہے تو وہ درپے ہوتے ہین قرآن کی متشابہات کے فتنہ برپا کرنے اور تاویل نکالنے کی غرض سے حالانکہ ان کی تاویل خدا کے سوا کوئی نہین جانتا ہے اس آیہ کریمہ سے واضح ہو گیا کہ صفات پروردگار کے متعلق ایسی بحث کرنا جس سے لوگون کے ایمان مین فساد آئے اور نصوص شرعیہ وبراہین عقلیہ اس کے برخلاف ناطق ہین خدا کے نزدیک فتنہ پردازی وحیلہ سازی ہے

شعر

کار مردان روشنی دگرست　　کار دونان حیلہ ودلی شرمی ست

الا ان حق الحق ابطل گئی جاء الحق وذھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ حق آیا اور باطل گیا بیشک باطل جانیوالا تھا

پھر ارشاد فرماتے ہین (اور جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ سے آیات متشابہات کو لوگون نے پوچھا تو فرمایا اقرؤھا کما جاءت علی ما اراد اللہ یعنی پڑھو ان کو جس طرح سے وارد ہوئی ہین اور عمل کرو اُس معنی پر جو اللہ تعالی نے ارادہ کئے ہون یعنی تاویل مت کرو اور امام توری رحمۃ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے نقل کیا ہے کہ علوم قرآن چار طرح کے ہین (۱) وہ علم ہے جسمین جہل جائز نہین ہے اور وہ حلال و حرام کا علم ہے (۲) وہ علم ہے جسکو عرب جانتے ہین اور وہ علم اسماء ہے (۳) وہ علم ہے کہ جسمین جہل بکثرت ہے اور وہ علم تفسیر و قصص و شان نزول ہے (۴) وہ علم ہے جسکو خدا کے سوا دوسرا نہین جانتا ہے اور وہ اللہ تعالی کا قول ہے وما یعلم تاویلہ الا اللہ یعنی آیات متشابہات کا علم جنکی تاویل خدا کے سوا کسی کو معلوم نہین ہے سوال کیا حکمت مین یہ امر جائز ہے کہ اللہ تعالی پیغمبر کو بھیجے اور اسپر کتاب بھیجے پھر اس پیغمبر پر کچھ حصہ اُس کا پوشیدہ رکھے جواب یہ مقتضائے حکمت ہے تاکہ کوئی پورے طور پر خدا کے علم سے واقف نہو اور دلیل اسپر یہ ہے کہ علم کلام کی بعض کتابون مین علمائے کلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالی نے قلم کو حکم دیا کہ لکھے لوح محفوظ مین فلان سعید ان شقی و فلان شقی ان شئت و فلان لکن ان شئت فلان نیک بخت ہے اگر مینے چاہا اور فلان بد بخت ہے اگر مینے چاہا اور فلان ایسا ہے اگر مین نے چاہا تاکہ لوح محفوظ نہ جانے اور قلم نہ جانے اور جو فرشتے کہ ان کی نظر لوح محفوظ پر ہے نہ جانین علم الہی کو پوری طور سے۔

فائدہ جلیلہ

متشابہات کو اس وجہ سے متشابہات کہتے ہیں کہ اُن کے اسماء بندوں کی صفات پر بھی بولے جاتے ہیں جیسے وجہ۔ ید۔ عین۔ نفس۔ اصبع ۔ علم۔ سمع۔ بصر ارادہ۔ قدرت۔ کلام۔ حیات۔ نزول۔ استواء۔ وغیرہ۔ پس نام کی شرکت سے اشتباہ ہوتا ہے کہ ان صفات میں خدا کے ساتھ بندے بھی شریک ہیں حالانکہ خدا کی نسبت اِن الفاظ کے معانی اور ہیں جو کہ خدا کی عظمت و جلال کے شایان ہیں اب رہا یہ سوال کہ وہ معانی کیا ہیں اس کا جواب باصواب یہی ہے کہ خدا کی صفتیں خدا ہی جانے ہم کو اُن کے درپے ہونے کا حکم نہیں ہے ہاں یہ بات ہم یقیناً جانتے ہیں کہ ہماری نسبت ان الفاظ کے جو معانی متعارف ہیں اُن سے پروردگار عالم پاک ہے بحکم آیۂ کریمہ لیس کمثلہ شیئ وھو اللطیف الخبیر کہ نہیں ہے خدا کے مانند کوئی چیز وہی ہے پاک خبردار۔ لہذا ہم اُنپر ایمان لاتے ہیں اور اون کی تاویل خدا کے حوالہ کرتے ہیں (۲) متکلمین رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات میں جو کہ علم باری تعالیٰ کے متعلق ہیں اشیائے معلومہ کا ذکر مختلف عنوانات سے کیا گیا ہے کہیں معلومات اور کہیں مفہومات اور کہیں اشیاء اور کہیں واجب۔ ممکن۔ ممتنع۔ اور کہیں ہر شئے جزئیات۔ کلیات۔ موجودات۔ معدومات ممکنہ۔ ومستحیلات وغیرہ وغیرہ۔ مگر مصداق اور مضمون سب کا حقائق اشیاء اور ان کی نفس ذات ہے جیسے کتب فقہ میں مذکور ہے

المعانی الناقضۃ للوضوء یہان معانی سے مراد امور ناقض وضو ہین نہ ان کی صور ذہنیہ پس اسی طرح معلومات باری تعالیٰ نفس ذوات اشیا ہین خواہ وہ ہمارے لحاظ سے الفاظ ہون یا مفہومات حقائق ہون یا مصادیق جواہر ہون یا اعراض نفس الامری ہون یا انتزاعی موجود ہون یا معدوم ممکن ہون یا ممتنع معلوم ہون یا مجہول حق ہون یا باطل صادق ہون یا کاذب وغیرہ وغیرہ پس نعوذ باللہ یہ کہنا کہ حق تعالیٰ کو قضایائے کاذبہ اور ممتنعات کے مصادیق کا علم نہین ہے اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے اور طرفہ یہ کہ اس پر دلائل قائم کی جاتی ہین ما قدروا اللہ حق قدرہ نہین قدر کی انہون نے اللہ تعالیٰ کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ بلکہ جھٹلایا انہون نے اس چیز کو جسکے علم کا احاطہ انہون نے نہین کیا ہے ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء اور نہین احاطہ کرتے اس کے علم سے کچھ بھی مگر جتنا کہ خدا نے چاہا ولا تقف ما لیس بہ علم اور مت درپے ہو اس چیز کے جس کا تجھکو علم نہین ہے اس پر بھی اگر عبرت نہو اور بحکم الحق یعلو ہماری بات ناگوار معلوم ہو تو ہم کو کچھ اصرار نہین ہے ۔۔ شعر

گر نیاید بگوش رغبت کس بر رسولان بلاغ باشد و بس

رسالہ ہدایۃ المومنین اور اس کی تقریظ اخیر دیکھکر خوشی اس بات کی ہوئی کہ مولف و مقرظ دونون نے حق بات کی تائید اور باطل کی توہین کی ہے مگر افسوس اس بات کا ہوا کہ مولف صاحب نے دیوار و در و شجر و حجر

واسپ وخر سب کو عالم وجاہل بنادیا اور جو امور خوارق عادت کے قبیل سے ہین اور معجزات مین شمار کئے جاتے ہین اُن کی بنا پر امور مبنی علی العادۃ کا ابطال کیا حالانکہ یہ بات اصول کے خلاف ہے کہ علم شرع پر علم حقائق سے اور علم حقائق پر علم شرع سے نقض وارد کیا جائے کیونکہ ہر ایک علم کا مبنیٰ جدا ہے

ع ہر سخن موقع و ہر نکتہ مکانی دارد۔ اور مفسرین اہل سنت وجماعت پر جنمین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما و شیخ اکبر و امام رازی و علامہ بیضاوی و دیگر اکابر دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی داخل ہین بلا استثنا راحدی و بلا نقل اقوال جرح و تخطیہ کیا چنانچہ آگے معلوم ہوگا اور مولف و مقرظ دونون نے منطق و حکمت اور ان کے علما کی ہجو و مذمت بیان کی مثلاً منطقیین کو مناطقہ اور سقراط و بقراط کو سقر بقر سے تعبیر کیا حالانکہ گذشتہ لوگون کا نام خصوصاً جو مشاہیر سے ہون برائی سے نہ لینا چاہئے

شعر

نام نیکِ رفتگان ضائع مکن تا بماند نام نیکت برقرار

حق تعالےٰ فرماتا ہے ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان اور مت بگاڑو لقب لوگون کے برا ہے بڑا نام ایمان لانیکے بعد۔ معلوم ہوا کہ نامون مین عیب لگانا اور ان کو بگاڑنا حق تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے اور طرفہ یہ ہے کہ خیر سے ایک صاحب ادیب ہین اور دوسرے حضرت واعظ

شعر

لا تنہ عن خلق وتاتی مثلہ عار علیک اذا فعلت عظیم

ادیب صاحب کے ادب کی حالت ملاحظہ ہو ایک دن سعودی عبد النقاد صاحب

صوبہ دار پشنہ کے مکان پر مین اپنے ایک دوست کیساتہ گفتگو کر رہا تہا
وارجلکم الی الکعبین کے جر کی نسبت مینے کہا کہ یہ جر جوار ہے اس سے مسح کا حکم
ثابت نہین ہوتا ہے یکایک ادیب صاحب تشریف لے آئے اور فرمایا کہ
جر جوار خلاف فصاحت ہے قرآن مین مستعمل نہین ہو سکتا ہے ۔ مین نے کہا کہ
حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہ افصح العرب والعجم تہے فرمایا ہے
مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ عَتَقَ عَلَيْهِ اس حدیث مین محرم کو جر جوار ہے ذی رحم
کے جر کیوجہ سے ورنہ نصب ہوتا کیونکہ ذا رحم کی صفت ہے ۔ اب ادیب صاحب
کیا کہین ادب کا موقع ہے ۔

شعر

نہ ہر جائے مرکب توان تاختن کہ جاہا سپر باید انداختن

اس کے علاوہ ادیب صاحب کو یہ بہی خبر نہین ہے کہ امرء القیس افصح شعرائے
عرب نے اپنے مشہور قصیدہ لامیہ مین کہا ہے

شعر

كَأَنَّ ثَبِيرًا فِي عَرَانِينِ وَبْلِهِ كَبِيرُ أُنَاسٍ فِي بِجَادٍ مُزَمَّلِ

زوزنی اس کی شرح مین فرماتے ہین کہ مزمل کا جر بجاد کے جوار کیوجہ سے ہے
ورنہ قیاس چاہتا ہے کہ وہ مرفوع ہو کیونکہ کبیر اناس کی صفت ہے جو کہ مرفوع
ہے خبر کأنّ ہونیکی وجہ سے اسی طرح عرب کا مقولہ ہے جحر ضبٍ خربٍ
ظاہر ہے کہ خربٍ باوجود جحر کی صفت ہونیکے جوار ضب کیوجہ سے مجرور ہے
ورنہ مرفوع ہونا چاہئے الحاصل جر جوار کو خلاف فصاحت کہنا خلاف ادب ہے

جس کو بات سے نہ دینا چاہئے

شعر

حافظا علم ادب ورز کہ در مجلس شاہ ہر کہ را نیست ادب لائق صحبت نبود

اسی طرح مفسرین رحمہم اللہ کا ادب بھی ادیب صاحب سے رہگیا ملاحظہ فرمایئے **قولہ** تنبئون اللہ بما لا یعلم فی السموات ولا فی الارض سبحانہ وتعالی عما یشرکون ۱۰ یعنی کہدو اے محمد کیا تم اللہ کو ایسی شئے کی خبر دیتے ہو جسکو وہ آسمانوں اور زمین میں نہیں جانتا پاک ہے وہ اور برتر ہے مشرکین کے شرک کرنے سے۔ اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کی تاویل پر دو وجہ سے فساد لازم آتا ہے ایک تو یہ کہ آیہ کریمہ مطلقاً عدم علم جناب باری کو بتلاتی ہے نعوذ باللہ من ذالک کہ جس شے کی اس کو خبر دی جارہی ہے اُس کو وہ بالکل نہیں جانتا مفہوماً نہ وجوداً یہ تو سراپا باطل ہے دوسرا یہ کہ مفہوماً جانتا ہے اور وجوداً و مصداقاً نہیں جانتا یہی ایک پہلو ہے جو زیر بحث ہے ایسا کہنا جائز ہے یا نہیں **اقول** پہلے مفسرین رحمہم اللہ کی تاویل و تفسیر کو نقل کرنا مناسب تھا تب دو وجہ کے فساد کا لزوم معلوم ہوتا۔ حالانکہ اُن کی تاویل ان دونوں فساد سے پاک ہے چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے کل مفسرین کا قول تفسیر کبیر سورۂ یونس صفحہ ۵۵۲ من نقل فرمایا ہے وھو ھذا **اقول** قولہ تعالی قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السموات ولا فی الارض سبحانہ وتعالی عما یشرکون ۱۰ اعلم ان المفسرین قرروا وجہا واحدا وھو ان المراد من نفی علم اللہ تعالی بذالک تقریر نفیہ فی نفسہ وبیان انہ لا وجود لہ البتہ وذلک لانہ لو کان موجودا لکان معلوما للہ تعالی وحیث لم یکن معلوما للہ تعالی وجب

ان لا یکون موجودا و مثل ھذا الکلام مشھور فی العرف
فان الانسان اذا اراد نفی شیٔ عن نفسہ یقول ما علم اللہ
ھذا منی و مقصودہ انہ ما حصل ذلک قط (ترجمہ)
اللہ تعالیٰ کا قول قل اتنبئون اللہ تا آخر۔ جانو کہ مفسرین نے
ایک وجہ قرار دی ہے اور وہ یہ ہے کہ مراد اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی سے
بیان کرنا ہے خود اُس چیز کی نفی کا اور اظہار اس بات کا ہے کہ اس
چیز کا وجود قطعاً نہین ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اگر وہ چیز موجود ہوتی
البتہ خدا کو معلوم ہوتی اور جبکہ خدا کو معلوم نہوئی ضرور ہوا کہ وہ موجود نہین
ہے اور ایسا کلام عرف عام مین مشہور ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے نفس
سے کسی چیز کی نفی چاہتا ہے کہتا ہے کہ نہین جانا اللہ تعالیٰ نے اس کو
مجھسے اور مقصود اس کا یہ ہے کہ یہ کام ہرگز مجھسے ہوا ہی نہین —
الحاصل کل مفسرین کے نزدیک اس آیت مین نفی علم سے نفی معلوم
مراد ہے اور یہ بالکل ٹھیک اور قاعدۂ بلاغت کے موافق ہے وہ یہ کہ
جب نفی مقید پر آتی ہے تو صرف قید کی نفی ہوتی ہے نہ مطلق کی
مثلاً آیہ کریمہ ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم (ترجمہ)
نہین ہے اللہ کہ ان کو عذاب دے اس حال مین کہ آپ ان مین
موجود ہین یہان مقصود یہ ہے کہ آپ کے ہوتے ہوئے اللہ انکو
عذاب دینے والا نہین ہے نہ یہ کہ سرے سے عالم مین خدا ہی
نہین ہے ۔ اُردو مین سمجھو جب کوئی مسجد مین لغو باتین کرتا ہے

تو کہتے ہین کہ تمہارے باتین کرنے کو مسجد نہین بنائی گئی ظاہر ہے کہ مسجد کی نفی اس کلام سے مقصود نہین ہے بلکہ صرف لغو باتین کرنیکی نفی مقصود ہے اسی طرح آیہ کریمہ قل اتنبئون اللہ مین اللہ تعالے کے علم کی نفی ہرگز مراد نہین ہے بلکہ معلوم کی نفی مقصود ہے اب حضرات ناظرین غور فرمائین کہ جب مفسرین کے نزدیک اس آیت مین نفی علم مقصود ہی نہین ہے تو اُنپر یہ سوال کیونکر عائد ہوسکتا ہے کہ نفی علم مفہوماً و مصداقاً مراد لیتے ہو یا صرف مصداقاً و وجوداً۔ سچ ہے ع وہ الزام ہمپہ رکھتے تھے قصور ان کا نکل آیا پس معلوم ہوا کہ مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کی تاویل اس الزام سے بالکل بری ہے اب آیندہ ملاحظہ ہو کیا فرماتے ہین **قولہ** مفسرین نے جب یہ دیکھا کہ اگر بالکلیہ نہین جانتا ہے کہا جائے یعنی وجہ اول اختیار کیجائے تو بڑی خرابی لازم آتی ہے (یعنی حق تعالیٰ کی بے علمی) اس لئے تاویل یہ کی وہ مفہوماً جانتا ہے اور وجوداً و مصداقاً نہین جانتا ہے **اقول** امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر سے جو تاویل مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کی نقل کیگئی صاف بتا رہی ہے کہ مفسرین کے نزدیک یہان نفی علم مراد ہی نہین ہے پس اس کا بار ثبوت ادیب صاحب کے ذمہ ہے کہ مفسرین اس کے قائل ہین کہ حق تعالیٰ مشرکین کے شرکائے باطلہ کو صرف مفہوماً جانتا ہے اور وجوداً مصداقاً نہین

نہین جانتا ہے نعوذ باللہ منہ میرے نزدیک یہ سب معرکہ آرائی اور خامہ فرسائی محض طبعزاد ہے جو کہ اس زمانہ کے خوش استعداد ذی علم حضرات کے اجتہاد کا نتیجہ ہے مگر یاد رہے کہ قرآن شریف کوئی مجموعہ قوانین شاہی نہین ہے کہ ہر وکیل دبارسٹر و مقدمہ شناس کو اُس مین رائے زنی کا حق ہو اور جو چاہے آیت قرانیہ کے معنی قرار دیلے قرآن کے متعلق صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہین کہ من فسر القران برایہ فلیتبوء مقعدہ من النار یعنی جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے تیار کرلے۔ مفہوم و مصداق کا فرق باری تعالیٰ شانہ کے علم مین نکالنا اور بہر تاویل مفسرین کے سر تھوپنا افترا محض ہے

و من یکسب اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بہتانا و اثما مبینا (ترجمہ) جس نے گناہ کیا پھر کسی بیگناہ پر لگایا پس اس نے بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا

شعر

مت بار گنہ اٹھا تو چرکین یہ ٹوکرا گو کا پھینک سر سے

قولہ بہر صورت ایسی تاویل سے عوام الناس کے روبرو ایک فساد کا وسیع دائرہ کھول دیتا ہے **اقول** جس نے ایسی تاویل کی ہے اُس کو خدا سمجھے گا مگر آپ تو برائے خدا مفسرین کی جانب اس کو منسوب نہ کیجئے **قولہ** صفحہ ۳۸۔ اور سیاق آیہ کریمہ (اتقتلون النفس) جس پہلو پر ہم تقریر کر رہے ہین

اسی کو تبلا رہا ہے نہ دوسرے پہلو کو جو مفسرین نے ذکر کیا ہے

اقول جناب ادیب صاحب مفسرین رحمہم اللہ کی تاویل کا بھی یہی مطلب ہے جس کو آپ فخریہ اپنی طرف منسوب کرتے ہین یہ تو ایک محاورہ کی بات ہے جس کو عام اہل زبان جانتے ہین اس مین زیادہ کد و کاوش کی ضرورت نہین ہے مثلاً مین اس وقت حیدر آباد مین ہون بہار شریف مین نہین ہون پس مجکو حق تعالیٰ بہار شریف مین نہین جانتا ہے بلکہ حیدر آباد مین جانتا ہے اور اگر مراد وجود صفۂ ہستی ہی مین نہ ہو تو مجکو حق تعالیٰ نہ زمین پر جانے کا نہ آسمان پر پس اس کے معنی یہ نہ ہون گے کہ نعوذ باللہ حق تعالیٰ بے علم ہے بلکہ یہ معنی ہون گے کہ میرا وجود ہستی مین نہین ہے کیونکہ اگر ہوتا تو حق تعالیٰ سے مخفی نہ رہ سکتا پس ایسی چیز جس کا وجود عالم مین حق تعالیٰ کو معلوم نہ ہو محال اور باطل ہے جس طرح اجتماع نقیضین و ارتفاع نقیضین محال اور باطل ہے پس جب شئے کا بطلان ثابت کرنا منظور ہوتا ہے تو ایک طریقہ یہ بھی کہ کہتے ہین یہ چیز خدا کے علم مین نہین ہے یا یہ چیز عالم مین نہین ہے یہ بھی باطل اور محال ہے کیونکہ اگر ہوتی تو عالم ہی مین ہوتی اور عالم الغیب سے ہرگز مخفی نہ رہتی۔ اب انصاف کیجئے کہ اس کلام سے عالم کی یا خدا کے علم کی نفی سمجھی جاتی ہے یا خود اُس شئے کی جس کی نسبت کلام مذکور کہا گیا ہے اور یہی مطلب ہے تاویل مفسرین کا جس کو امام رازی رحم

رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے اور مثال دیگر اسی طرح سمجھایا ہے جس طرح
مینے ابھی مثال دیگر بیان کیا فافہم واعتبر اس بیان سے یہ
بھی ظاہر ہوگیا کہ مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک آیہ کریمہ
قل اتنبؤن اللہ اور آیہ کریمہ ان اللہ یعلم ما یدعون من دونہ
من شیئ مین تعارض نہین ہے کیونکہ تعارض جب ہوتا کہ اُن کے
نزدیک پہلی آیت سے نفی علم مراد ہوتی بلکہ دوسری آیت پہلی آیت
کی مفسّر اور مبین ہے نہ کہ منافی اور معارض لہذا دفع ہوگیا دوسرا
الزام بھی جس کو ادیب صاحب مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ پر عائد
کرتے ہین اور فرماتے ہین **فوائد** اگر مفسرین کا پہلو اختیار کیا جائے
تو باوجود اُن خرابیون کے جو ہم ذکر کر آئے ہین اور کر رہے ہین
(حالانکہ وہ خرابیان خود بدولت ہی کیا کم سے ہین) ایک بڑی
خرابی یہ بھی پیدا ہوتی ہے کہ نعوذ باللہ آیہ مذکورہ دوسری آیت
کے قطعاً مخالف ظاہر ہوتی ہے اور وہ دوسری آیہ کریمہ ہے
ان اللہ یعلم ما یدعون من دونہ من شیئ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ
جانتا ہے اُس چیز کو جو پکارتے ہین (عبادت کرتے ہین) اس کو
سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی شئے کیون نہ ہو۔ مفسرین پہلی آیت
مین عدم علم کے قائل ہوگئے اور دوسری آیت مین انہین لاعلمی
طور پر علم کے قائل ہونا ہوگا ورنہ کفر صریح ہے **اقول ع**
مردم اندر حسرت فہم درست ۔ اس قدر بیباکی اور سفاکی سے جو

ادیب صاحب مفسرین کی نسبت حملہ پر حملہ کر رہے ہین کیا انہون نے
علم تفسیر نہین پڑہا ہے یا اگر پڑہا ہے تو صرف کسی ادیب سے پڑہا
ہے کیونکہ کسی مفسر سے پڑہا ہوتا تو حق استادی کی وجہ سے کچھ تو
شرماتے بہرحال جو کچھ بھی ہو اب سوال یہ ہے کہ ماشاء اللہ آپ
مدرس بھی ہین اگر اسی قسم کی تحقیقات طلبہ کے سامنے زیر بحث
رہی اور اسی طرح کے رسالے ہدایت مومنین کے لئے شائع
ہوتے رہے تو آیندہ چل کر علم تفسیر کا کیا حشر ہوگا اور طلبہ
وعوام الناس کے خیالات مین مفسرین رحمہم اللہ تعالی کی کیا
وقعت باقی رہیگی نعوذ باللہ منہ خدا رحم کرے ہم لوگون کی
بے علمی اور سادہ لوحی پر اور ہم کو سابقین اولین کے ساتھ حسن اعتقاد
اور اُن کے کلام وعلم کلام کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اہل
سنت وجماعت کے صحیح عقائد کا پابند رکھے آمین
اب ذرا متفرق اغیر حضرت واعظ صاحب کی جولانی علم تفسیر کے میدان
مین ملاحظہ ہو قولہ درحقیقت آیہ کریمہ انتم اعلم باللہ سے عدم
علم الٰہی عز اسمہ کا استنباط بہ نسبت شریک باری بجائے خود نہین
ہے اور آیہ کریمہ ان اللہ یعلم ما یدعون من دونہ من شیئ
سے چشم پوشی کی گئی ہے اقول ذرا اس چشم پوشی اور استنباط کرنیوالے
کا مصداق بھی بتانا تھا اور یون گول گول تقریر کرتے ہوئے چلے جانے
اور ادیب صاحب کی وقت نظری وحدت بصری کی مدح وثنا فرمانے

بھی ثابت ہوتا ہے کہ جناب بھی اس بحث مین ادیب صاحب کے
ہم خیال اور مفسرین اہل سنت وجماعت رحمہم اللہ کو ہدف ملامت
بنانے مین اُن کے شریک ہین لہذا جو الزامات ادیب صاحب
کی نسبت مذکور ہوئے جناب بھی اُن سے بری نہین سمجھے جاتے
ہین جناب کو لازم تھا کہ پہلے ادیب صاحب کے اقوال کو کتب
تفاسیر دیکھکر جانچ لیتے اس کے بعد تقریظ کے لئے قلم اٹھاتے
قولہ اگر یہ بات مان لیجائے کہ ان دونون آیتون مین تعارض
ہے تو عند التعارض اصول مین یہ امر مقرر ہے کہ وجہ ترجیح اُن
دونون متعارض دلائل مین تلاش کر لیجائے **اقول** بیان
سابق سے ظاہر ہو چکا ہے کہ مفسرین رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک
ان دونون آیتون مین تعارض نہین ہے دوسری آیت
پہلی کی مفسر و مبین ہے پھر فرضی تعارض تسلیم کرکے رفع تعارض
کے دلائل کا بیان تطویل لا طائل اور لغو کام ہے پس حسب
آیہ کریمہ والذین ھم عن اللغو معرضون واعظ صاحب کو
لغو کام سے اعراض کرنا چاہئے اور تلاش کی صحت بھی کتب
لغت سے تلاش فرمائیون تاکہ آیندہ کام آئے اور اس
الف کو ضائع نہ ہونے دین بلکہ لفظ لغی مین جو کہ آپ کی عبارت
رجوابا دشاہ کا دشمن یا لغی ہوا مین واقع ہے اضافہ فرمائین
کیونکہ لغی بلا الف یہان چسپان نہین ہے یہ کلام تو واعظ صاحب

کے متعلق میدان تفسیر میں جولانی کی نسبت ہے اب رہا معقولی حصہ آپکی
تقریظ کا اس کا حال بھی کچھ لکھا جاتا ہے قولہ اب رہی معقول
غیر مقبول عند اھل العقول والفحول کی بحث سے فلاسفہ
کی گل کاریاں و رنگ آمیزیاں اور اُن کا تشدق اور منہ بھاڑ
بکواس ایک وسواس خناس کے سوا اور کوئی نتیجہ بخش امر
نہیں ہے خوبند و خوشند و بوندارند اقول اس کلام بے محل میں
واعظ صاحب نے اپنا وقت عبث ضائع کیا اور فن معقول کو ناحق
برا کہا اور جو برائی کی واقع کے خلاف بیان کی مولانا رومی فرماتے ہیں

شعر

منطق و حکمت زبہر اصطلاح ✤ گر بخوانی اند کے باشد مباح

کیا حضرت مولانائے روم مرحوم آپ کے نزدیک اہل العقول
والفحول سے خارج ہیں کیا۔ مولانا محب اللہ بہاری و غلام یحیی بہاری
و میر زاہد ہروی و میر سید شریف جرجانی و مولانا قطب الدین رازی
و صدر اللہ و قاضی و مولانا عبد العلی بحر العلوم و ملا حسن و محقق جلال الدین
دوانی و امام محمد غزالی و علامہ سعد الدین تفتازانی و صدر الدین شیرازی
و ملا محمود جونپوری و ملا نظام الدین و ملا کمال الدین سہالوی و مولانا
عبد الحکیم سیالکوٹی و غیرھم الذین لا یحصی عددھم
جملگی متوک و شروح و حواشی فن معقول میں دائر و سائر و بین العلماء
شائع و معتبر ہیں یہ سب کے سب کیا ہوئے علما آپکے نزدیک اہل العقول

والفضول نہ تھے ۔ ایاز قدر خود بشناس ع چرا کاری کند عاقل کہ باز آید
پشیمانی ۔ اپنے مرتبہ کو دیکھئے اور ان اکابر کے کمال کا اندازہ
کیجئے تو خود آپ پر روشن ہو جائے گا کہ آپ نے کیا کہا ہے اور
کس کی نسبت کہا ہے افسوس صد افسوس ہندی مثل ہے ناچ نہ
جانوں آنگن ٹیڑھا ۔ منطق و حکمت سے اگر آپ بہرہ ور ہوتے
تو ہرگز ایسا کلام نہ فرماتے آپ کو یہ بھی خبر ہے کہ مسئلہ زیر بحث
جس کے رسالہ کی تائید میں آپ نے تقریظ لکھی ہے علم کلام کا
مسئلہ ہے اور متاخرین علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے منطق کو علم کلام کا
مقدمہ تسلیم کیا ہے اسی وجہ سے علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ
نے جو کہ علم کلام کے امام اور مولف شرح مقاصد ہیں تہذیب المنطق
والکلام تصنیف فرمائی اور مولانا محب اللہ بہاری رحمہ اللہ نے
جہاں مسلم الثبوت لکھی اس کے لئے سلم العلوم بھی تالیف
فرمائی پھر اگر آپ ان حضرات اور انکی تالیفات کو کراہت کی
نگاہ سے دیکھتے ہیں تو دیکھئے اور تبرا کیجئے آپ کا اندازہ اور
مبلغ معلوم ہو گیا ورنہ توبہ کیجئے اور آئندہ ایسے دل آزار کلمات سے
بنکے اثر سے اپنے ہی مذہب کی ہیچ کنی ہوتی ہے باز آئیے
اور ایسی تحریرات کی وجہ سے بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ
کا مصداق نہ بنئے فوائد ۔ اب آیئے ذرا ہم ان فلاسفہ کے چند
کلمات کی تحقیق کریں اور دیکھیں کہ صرف الفاظ ہی الفاظ ہیں یا کوئی

معنی بھی ہین ہم کو فرصت نہین ہے اور نہ ہمارا دل ایسے خرافات
کی طرف مائل صرف مجبوراً ہم ان فلاسفہ کے ایک دو اصطلاح
کے متعلق کچھ عرض کر دیتے ہین جو مسئلہ مبحوث عنہا سے متعلق ہے
واجب ۔ ممکن ۔ ممتنع ۔ یہ تین لفظ ہین جس کو انہین حضرات فلاسفہ
نے وضع فرمایا ہے اقول اے ترک من مناظرہ کہ ترکی تمام شد
پہلے ان تینون لفظون کی وضع کا انحصار فلاسفہ کی نسبت
جس کا جناب نے دعوی کیا ہے ثابت کیجئے اس کے بعد اپکی
جرح اپنر مسموع ہو سکتی ہے اور یہ بھی فرمائیے کہ آیہ کریمہ
وعلم آدم الاسماء کلھا مین یہ تینون لفظ بھی تھے
یا نہ تھے اگر تھے اُس وقت موضوع کس معنی کے لئے تھے
جس کے بعد فلاسفہ نے دوسرے معنی کے لئے وضع کیا اور
ظاہر ہے کہ یہ تینون عربی زبان کے الفاظ ہین پس ثابت
کیجئے کہ کسی فلسفی نے کس زمانہ مین کس معنی کے لئے وضع کیا
جس سے آپ کو انحراف و خلاف ہے کیا حق تعالے کو واجب
اور شریک باری کو ممتنع اور باقی موجودات کو ممکن فلاسفہ ہی
نے مانا ہے اور آپ کا ایمان اس کے برخلاف ہے نعوذ
باللہ من سوء الفہم وغلبۃ الوھم قولہ اور ظاہر ہے
کہ لفظ کی وضع بمقابل موضوع لہ ہوا کرتی ہے اور نیز موضوع لہ
وجوداً لفظ موضوع سے مقدم ہوتا ہے اقول آپکے اس قول مین

دونون مقدمے ممنوع ہین پہلا اس وجہ سے کہ لفظ کی وضع
کبھی غایت ترکیب کے لئے بھی ہوا کرتی ہے جیسے حروف ہجا
کہ ان کی وضع کسی معنی کے لئے نہین ہے بلکہ غایت ترکیب کے لئے
ہے ملاحظہ ہو شرح جامی مین لفظ وضع لغۃً کی شرح اور دوسرا
مقدمہ اس وجہ سے ممنوع ہے کہ موضوع لہ کا تقدم لفظ موضوع
پر وضع کے لئے لازم نہین ہے اللہ تعالے نے قبل تخلیق آدم
علیہ السلام ملائکہ کرام سے کہا انی خالق بشرًا من طین
فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین
(ترجمہ) مین بشر کو پیدا کرنیوالا ہون مٹی سے پھر جبکہ مین
اس کو ٹھیک بنالون اور اس مین اپنی روح ڈال لون تو
تم اس کے لئے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا۔ اس آیت مین
بشر کا لفظ آدم علیہ السلام کے لئے وضع کیا گیا ہے اور
ہنوز ان کا وجود نہ ہوا تھا۔ لہذا پہلے یہ دونون مقدمے
ثابت کر لیجئے اس کے بعد آپ کی جرح قابل سماعت
ہو سکتی ہے اس کے علاوہ یہ اصطلاحات تمام دنیا کی مسلمہ
ہین مخصوص فلاسفہ کے زعم کے ساتھ نہین ہین پس امور
مسلمہ عند الکل پر جرح وارد کرنا آپ ہی کا حصہ ہے ع
عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو عقل کا مقتضی یہ نہین ہے
کہ غایت غیظ و غضب مین آکر کسی کی خوبیون پر بھی پانی

پھیر دیا جائے فلاسفہ پر گرفت اگر ہے تو اُن کے عقائد
باطلہ کی نسبت ہے جو خلاف عقائد اسلام اور غیر موید بوحی
والہام ہین اور اس مین وہ معذور بھی تھے کیونکہ عقول بشریہ
آخر کہان تک دوڑ سکتی ہین ۔ پس اسلام نے ان کے
عقائد کی خرابیون کی اصلاح کر دی ان کے سوا اور باتین
حکما کی مفید اور قابل اتباع ہین خود شارع علیہ السلام نے
فرمایا ہے الحکمۃ ضالۃ المومن اینما وجدھا اخذھا
حکمت مومن کی گمی ہوئی چیز ہے جہان اس کو پاتا ہے لیتا
ہے اور حق تعالے نے فرمایا ہے من یوتی الحکمۃ فقد
اوتی خیرا کثیرا جس کو حکمت دیگئی اس کو بڑی نیکی دیگئی
پس علمائے اسلام کو چاہئے کہ ہر بات مین عدل و انصاف
کو ملحوظ رکھین اور افراط و تفریط و افترا و تضحیک سے کام
نہ لین اللہ تعالے ہم کو نیک توفیق دے ا مے

والسلام علی من اتبع الھدی

باقی رسلے حضرات مومنین شیعیان علی علیہ السلام
دوازدہ امام کے ہین ان کے متعلق ہم اپنے برادران اہل سنت
والجماعت کثرھم اللہ تعالے کو اسی قدر ہدایت کافی
سمجھتے ہین کہ ہر فرقہ کے اصول علیحدہ ہین اصول ہی کے اختلاف
سے نیا فرقہ بنتا ہے لہذا وہ لوگ اپنے اصول پر جو کچھ کلام کرین

ہم کو اُن سے تعرض کرنے کی حاجت نہین ہے اور نہ
ان کی تالیفات کیطرف ہم کو التفات کرنا چاہیئے کیونکہ
جب اُن کے اصول ہی جدا ہین تو فروع مین جھگڑنا عبث ہے
وہ اگر حضرت علی کو خدا اور امامون کو انبیا سمجھتے ہین اور
عورتون سے متعہ اور خدا سے بدا جائز اور جبرئیل امین سے
وحی پہنچانے مین خطا اور خلفائے ثلاثہ سے جور و جفا باور
کرتے ہین تو کریں ان کا دین و ایمان اُن کے ساتھ ہے
من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعليها
(ترجمہ) جس نے نیک عمل کیا تو اپنے نفس کے لئے کیا
اور جس نے برائی کی تو اپنے نفس پر کی شعر
جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند
البتہ جناب آقا حاجی سید جواد صاحب حسینی شیعی کا رسالہ
اعلام المومنین فی علم رب العالمین قابل ذکر اور اسم بامسمی ہے
جس کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ مولف موصوف نے نہایت
انصاف اور متانت سے مسئلہ عموم علم باری تعالیٰ کے اثبات مین داد
تحقیق دی ہے مجکو اسمین ایک جگہ کلام ہے وہ یہ کہ جناب نے صفحہ ۹ کے
وسط مین غیب و شہادت کی تفسیر امام علیہ السلام سے نقل فرمائی ہے ھو الله
قوله تعالیٰ عالم الغیب والشهادة جاننے والا غیب کا اور شہادت کا اور
امام علیہ السلام سے مروی ہے کہ غیب وہ چیز ہے جو نہین ہے اور شہادت

وہ چیز ہے جو ہے اقول میرے خیال ناقص میں امام علیہ السلام کی شان
اس تفسیر سے ارفع ہے کیونکہ اس تفسیر کی بنا پر صرف معدومات
غیب کا مصداق قرار پاتے ہیں پس اگر یہ بات صحیح مان لیجائے تو
اللہ تعالیٰ کے قول ھدیً للمتقین الذین یؤمنون بالغیب
کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ قرآن ہدایت ہے اُن پرہیزگاروں
کے لئے جو معدومات پر ایمان لاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ معدومات
پر ایمان لانا کوئی موجب کمال نہیں ہے اور حافظات
للغیب بالکل لغو قرار پاتا ہے نعوذ باللہ منہ لہذا یہ
تفسیر بالکل خلاف عقل و نقل ہے جس کی نسبت امام علیہ السلام
کیطرف کرنے سے ان کی منقصت لازم آتی ہے ۔
فلا نسلمہ ھذا ما تیسر لی فی الحال بفضل اللہ
المتعال و اصلی و اسلم علی رسولہ سید
المرسلین و آلہ و اصحابہ الطاہرین
و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تمت

تقریظ دلپذیر ریختہ قلم مرحمت شکم واعظ شیرین بیان واجد عارف نشان طبیب لبیب ادیب اریب حضرت حکیم مولانا سید شاہ محمد راحت حسین صاحب بہاری۔
(مالک یونانی میڈیکل ہال۔ مچھوا بازار اسٹریٹ نمبر ۶۳ کلکتہ۔ ومہتمم مدرسہ وکتب خانہ اہل سنت وجماعت واقعہ بہ مسجد کتاب الدین سرکار مرحوم محلہ حاجی پاڑہ سیالدہ کلکتہ۔) مدظلہ العالی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی الْمُصْطَفٰی وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ ذَوِی الْمُرُوَّۃِ وَالْوَفَا۔ اما بعد کتاب غایۃ التحقیقات فی علم الباری للممتنعات میری نظر سے گذری اللہ تعالے مؤلف علامہ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور قوم کی توجہ اسکی طرف مبذول کرے۔ خوب ہی داد تحقیق دی ہے۔ نہایت تہذیب سے تقریر کی ہے۔ عبارت سلیس اردو میں علم کلام کے دقیق مسائل کو عام فہم کر دیا ہے۔ گویا دریا کو زہ میں بھر دیا ہے۔ علمائے محققین سے امید ہے کہ بعد ملاحظہ اس کتاب کی قدر فرمائینگے۔ اور اپنے تعارف سے مؤلف علامہ کی ہمت بڑھائینگے کہ دوسرے ایڈیشن میں اسکے ساتھ طبع کر کے پبلک میں شائع کر دی جائیں۔

ولہ ایضاً تاریخ طبع سن ہجری وعیسوی (اردو)

واہ کیا نسخہ ہدایت ہے	ناصر قول اہل سنت ہے
علم باری کا اسمیں ہے اثبات	اسکا ماخذ حدیث وآیت ہے
ممتنع کو بھی جانتا ہے خدا	اہل حق کی یہی حکایت ہے
اب بھی منکر اگر کرے اصرار	اسکی ہٹ دھرمی و جہالت ہے
لکھ دو تاریخ طبع تم راحت	علم باری کی یہ فضیلت ہے

۱۳۲۵

فارسی

چہ خوش طبع شد نسخہ علم باری	سنہ گر بگویم فیوضات غیبی
برائے سن عیسوی سال طبعش	رقم کرد راحت فتوحات غیبی

۱۹۰۷

مختصر فہرست

اُن ادویات بحرات کی جنکو جناب حکیم مولانا سید شاہ محمد راحت حسین صاحب حنفی بہاری دام ظلہ العالی نے بہ ہزار دقت و مصیبت و خرچ کثیر نسخہ ہائے متقدمین اطباء و کاملین اولیا کو حاصل کرکے برسوں غور و فکر کے بعد ہزاروں مریضوں کو پوری صحت و عافیت پہونچاکر نہایت تجربہ و آزمائش کے ساتھ (محض بنظر فاہ عام) پیٹنٹ کرکے دنیا میں شائع کردیا ہے۔ جن سے بیشمار آدمی مستفید ہو رہے ہیں۔ اور بعد صحت ہر وقت جناب حکیم صاحب موصوف کی شکر گذاری میں بہ دل و جان و بہ ذریعہ تقریر و تحریر مشغول ہیں۔

عرق راحت

ہر قسم کے بخار اور ورم جگر و طحال کھانسی اور اعضا شکنی اور قبض کو دور کرنے میں بیمثل و مجرب ہے۔ درد شکم و نخوت و درد معدہ و درد قولنج کو بہت جلد دور کردیتا ہے بھوک زیادہ کرنے میں اور غذا کو تحلیل کرنے میں اسقدر سریع التاثیر ہے کہ احاطہ تحریر سے باہر ہے قیمت فیشیشی ۹ خوراک آٹھ آنہ ۸

شربت احتباس طمث

عورتوں کے لیئے شربت حیات ہے کیونکہ ان کو ماہواری بند ہوجانے سے اعضا شکنی اور سستی اور درد کمر اور ہاتھ اور پیر میں لہر اٹھنے میں جلن اور اسکے علاوہ بہت سی شکایتیں پیدا ہوجاتی ہیں ان سبھوں کے دور کرنے میں یہ عجیب اکسیر ہے اور اپنے حکم مسیحائی سے فوراً ماہواری جاری کرادیتا ہے قیمت فیشیشی ۹ خوراک ایک روپیہ ۱۴

سرمہ بدر

ضعف بصر و نزلہ بارد و موتیا بند ابتدائی و بالہ و ناخونہ و دھندی و سرخی چشم و دھند و سوزش وغیرہ جملہ شکایات چشم کو فوراً دور کردیتا ہے قیمت فیشیشی ایک روپیہ ۱۴

شربت دمہ

جتنا ہی پرانا دمہ ہو اسکے استعمال سے بہت جلد دور ہو جاتا ہے اور لطف یہ ہے کہ قوت جسمی و دماغی کو فوراً زیادہ کرتا ہے اسکے مجرب ہونے پر بہت سے اسناد موجود ہیں آپ بھی آزمائش کے بعد اسکو مستند سمجھیں قیمت فیشیشی ۲ خوراک ۱۴

روغن حسن آرا

یہ تیل اپنی خوش رنگی اور خوشبوئی اور صفائی کے علاوہ در پیر ضعف ملغ آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہوجانے اور جلن پیدا ہونیکو استعمال کرتے ہی دور کردیتا ہے اور سر کے بال بڑھانے اور نرم کرنیکیلیے عجیب قوت رکھتا ہے اور قبل از وقت سفید ہونے یا کرنے کو مانع ہے اور اڑی ہوئی بالونکو سیدا کرنے اور گھنے بنانے میں وہ برقی قوت رکھتا ہے کہ تحریر سے باہر ہے یا ناک سے اگر خون آتا ہو تو اوسکو بھی دافع ہے اور فوراً روک دیتا ہے قیمت فیشیشی ایک روپیہ ۱۴

عرق شفا

بدہضمی یا ورڈ کا کھٹی و جلی و شدت پیاس و درد شکم اور دست و قے و متلی کو فوراً دور کردیتا ہے اور منہ یا ناک سے اگر خون آتا ہو تو اسکو بند کردیتا ہے قیمت فیشیشی ۱۴

جوہر اسنان

دانت کے درد اور ورم و درد مسوڑھا کو دور کرتا ہی - اور ہلتے دانتوں کو مضبوط بناتا ہے خون اگر جاری ہو تو بند کردیتا ہی دانتو کو موتی کیطرح چمکا دیتا ہی صرف صبح و شام اس سے دانتو نکو ملکر کلی کرلین قیمت فی ڈبیہ ۴ر

کراماتی مرہم

کھجلی اور داد اور ہر قسم کے زخم کو بہت جلد اچھا کردیتا ہی پھر کبھی نہین ہو سکتا - (نوٹ) کھجلی یا داد اگر ہو - تو وہان پر مالش کرین - اور زخم پر کپڑے کی پٹی مین لگا کر باندھین - قیمت فی ڈبیہ ۴ر

سفوف قبض

قبض سے بہت سی امراض پیدا ہوتے ہین یہ سفوف آسانی سے اسکو دور کرتا ہی (نوٹ) رات کو سوتے وقت ۶ ماشہ لیکر کھائین اور اوپر سے تازہ پانی پی جائین - قیمت فی شیشی ۴ر

سفوف سوداک

سوداک وہ مرض ہی جس سے انسان کی زندگی تلخ ہی اس کے استعمال سے یہ مرض جڑ سے غائب ہو جاتا ہی اور پھر کبھی نہین پلٹتا ہی - (نوٹ) صبح و شام ۶ ماشہ سفوف کھائین اور نوزا تازہ پانی مین بعض صنیدل ڈالکر پی جائین - قیمت فی شیشی عمر

سفوف صحت - غذا کو اچھی طرح تحلیل کرنے اور درست قے و بدہضمی وڈکار جلی و کھٹی کو دور کرنے و درد شکم و یاح و بائی گولہ و قبض وغیرہ کو زائل کرنے مین بہت مستعد و آمادہ ہی - بھوک خوب بڑھاتا ہی قیمت فیشیشی ۸ر

روغن مجیب

ہر قسم کے درد کو مفید ہی نقرس گٹھیہ اوجاع مفاصل عرق النسا فالج لقوہ کو بہت جلد دور کردیتا ہے قیمت فی شیشی عمر

حب شرف - برص - جذام - کوڑہ - گری - سوزاک پرانا سن نامردی اس کے استعمال سے چالیس دن مین دور ہو جاتا ہے اور داغ سفید وغیرہ غائب ہو جاتا ہے - قیمت فیشیشی ۴۰ گولی عمر

حب بوا سیر - یہ گولی بواسیر خونی مویا بادی دونون کو استعمال کے بعد بہت جلد دور کرتین فرد ہی قیمت فیشیشی ۱۲ گولی عمر

حب لطف حیات - جماع سے ایک گھنٹہ پہلے استعمال کیجیے اور امساکی قوت کی زیادتی دیکھیے کیسا مزہ ہاتھ آتا ہی جو زندگی مین کبھی نہ آیا ہوگا قیمت فیشیشی ۱۲ گولی عمر

حب آتشک - مرض آتشک کو جڑ سے اکھاڑنے کیلئے اور بہت جلد آرام پہونچانے کے لیے اعلی درجہ کی چیز ہے قیمت فی شیشی ۸۰ گولی ہے

جوارش فرہاد رس - قوت باہ کو بڑھانے اور اعضاء کو مضبوط کرتے اور دل و دماغ کو طاقت دینے اور جریان و نامردی و مجلو قیت و رقت منی و سرعت انزال و زیادتی پیشاب و ذیابیطس کو دور کرکے جسم کو فربہ بنانے و سرد چہرہ کو سرخ کرنے اور لذت مجامعت کے بڑھانے مین اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہین قیمت فیتولہ ۱۲ر ایک خوراک -

عرق مصفی - خون کی خرابی یا پارہ کھانیکی وجہ سے خارش خشک و تر پھوڑا پھنسی زخم کوڑا گرمی آتشک وغیرہ جو ہو جاتی ہین انکو بہت جلد دور کردیتا ہی - قیمت

فقیر نوناں مدیر کل ہند طبی کانفرنس دہلی و ممبر ہال آنریری سیکرٹری آل انڈیا طبی کانفرنس ۱۹۲۳ء کلکتہ

فقیر نوناں ایک دیسی عرق مخصوص ہے جو ہمارے مطالعہ و تجربہ سے ثابت ہوا ہے

اب فارسی آسان ہوگئی

شائقین وطالبین علم فارسی خوش ہون اور ان کتابون (فوائد الصبیان و سراج القواعد) کی خریداری مین ہرگز کاہلی نفرمائین کیونکہ یہ وہ کتابین ہین جنکے معائنہ کے بعد بھاشا علم کی زبان پر یہی جاری کہ اب فارسی آسان ہوگئی۔

فوائد الصبیان اس کتاب مین آمدنامہ کے متعلق کل قواعد ایسے صاف اردو سلیس عبارت مین لکھے گئے ہین کہ مبتدی سے مبتدی لڑکے بھی بسانی کے ساتھ سمجھ لیتے ہین اور بخوبی یاد کر لیتے ہین۔ اور بلحاظ سہولیت اطفال آخر مین مصادر و مشاغ بھی درج ہین جنکی وجہ سے آمدنامہ پڑھنے کی کچھ ضرورت نہین ہے قیمت ۰؎ فیجلد علاوہ محصول۔

سراج القواعد اس کتاب مین فارسی کے کل قواعد اس تحقیق و خوبی سے (محض سلیس اردو عبارت عام فہم مین بلحاظ سہولیت طلبہ) بتائے گئے ہین کہ طالبعلم کو پڑھنے سے مذاق زباندانی و ترکیب و صحت عبارت فارسی بہت اچھی طرح حاوی ہوجاتے ہین اور کلام اساتذۂ فارسی (نظم ہو یا نثر) کا سمجھنا اردو با محاورہ بہت اچھی طرح کر لیتے ہین قیمت فیجلد ۱؎ محصول

ناظرین اگر آپ اپنے عزیزون کو فارسی جسن و خوبی پڑھانیکی خواہش رکھتے ہین اور یہ چاہتے ہین کہ وہ بہت جلد زیور علم فارسی سے مزین ہوجائین اور کامل صلاحیت و قابلیت پیدا کرین تو بہت جلد ہم سے ان کتابون کو طلب کیجئے۔ اور ان سے بے شمار فوائد حاصل کرنے کے بعد گنج مراد کو ہاتھ مین لائیے۔

نوٹ حضرات مہتممین و مدرسین مدارس و اسکول سے التماس ہے کہ آپ لوگ ضرور ان کتابون کو معائنہ فرمائین اور داخل نصاب فرما کر طلبہ و اسٹوڈنٹ کو ان کے فوائد بیکران سے مالا مال بنائین۔

ع بر رسولان بلاغ باشد و بس۔ فقط

ملنے کا پتہ

(۱) حاجی کاظم علی مالک خان برادر۔ رادھا بازار کلکتہ نمبر ۱۱۵۔

(۲) سید محمد اظہار حسین بہاری منیجر یونانی میڈیکل ہال مچھوا بازار اسٹریٹ نمبر ۶۳ کلکتہ۔

مژدۂ راحت و صحت

حضرات لطف زندگی صحت جسمانی و تندرستی پر موقوف ہے۔ اگر صحت نہ ہو تو مال و دولت عزیز و اقارب نظر مین خاک ہین۔ سنیئے اور اسپر عمل کیجئے کہ مریضون کے حق مین مسیحا اور زمانے مین دست شفا علامۂ فاضل طبیب کامل عالیجناب فیضمآب حضرت حکیم مولانا سید فتاہ محمد راحت حسین صاحب فنی بہاری فیضہ الباری سونسے یہان (دینے یونانی میڈیکل ہال مچھوا بازار اسٹریٹ نمبر ۶۳ کلکتہ مین) مقیم ہین اور ہزارہا دردمند مریض جو مرض بخار و دم جگر و سل و کھانسی و دمہ و ہفتہ و ظاعون و قرنفل و دماغ و مفاصل عرق النساء جذام برص گرمی آتشک سوزاک جریان نامزدی ذیابطیس لقوہ فالج مرگی وغیرہم مین بہت دنون سے مبتلا تھے اور بستر غم پر رات دن پڑے ہوئے آہ آہ کر رہے تھے انکو بہت جلد بفضل خدا عافیت و صحت ہین لاکر نہایت عیش و عشرت کے ساتھ عالم مین پھرا رہے ہین اور جس شفقت اور عنایت کے ساتھ یہ علاج کرتے ہین اور لوگونسے ملتے ہین وہ انکا خاص حصہ ہے پس اگر آپ کسی مرض مین مبتلا ہین تو بہت جلد حکیم صاحب ممدوح الصدر سے ملاقات کرکے اپنا علاج کرائیے اور دیکھئے کہ آپ کس قدر جلد صحیح و تندرست ہوجاتے ہین ۵؎ ہمارا کام ہے کہنے کا یارو + تمہاری ہے خوشی مانو نہ مانو۔

اطلاع علاوہ ادویات پیٹنٹ شدہ نمبر شمر کے یونانی ادویات مرکبات نہایت عمدہ اور کامل نسخے کے ساتھ تیار کردہ ہر وقت یہان موجود رہتی ہین اور بوقت ضرورت پبلک کو بکفایت وارزان دیجاتی ہین۔ ناظرین انجمن آپکی خریداری کی موجودہ ادویات کی صفائی و سریع التاثیر ہونے پر کافی شہادت ہے۔ **المشتہر** منیجر یونانی میڈیکل ہال مچھوا بازار اسٹریٹ نمبر ۶۳ کلکتہ

جملہ حقوق مصنف کو اس محفوظ ہیں

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ

لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا

ردّ چکڑالوی

المومم بہ خلیفہ چکڑالوی نمبر اوّل

مصنفہ

منشی محمد مظہر الدین صاحب

پنجاب ۔ گوجرانوالہ ۔ اروپ ۔

انوار محمدیہ مین پریس قاضیاں میں باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب عرب ہی مدیر شیخ

تعداد جلد ۱۰۰۰ بار اوّل قیمت ۵ ر

مناجات از صوفی تصور حسین صاحب مہاجر

اے ذوالجلال قادر و قیوم کبریا
تیری ثنا و حمد کروں کس طرح ادا

پاتا نہیں وہ حرف وہ الفاظ وہ بیان
سینہ قلم کا شق ہے نہیں طاقتِ زبان

جب سید الرسل نے یہاں ما عرفناک کہا
ناچیز کی زبان سے تیری حمد اور ثنا!

مدحت سرا اگر تیری ساری خدائی ہو
ممکن نہیں کہ ذرہ بھر عہدہ برائی ہو

سردارِ دو جہاں شہِ کونین مصطفا
صلوات انکی روح مطہر پہ ہو سدا

میرے مسیح و مہدیٔ دوراں پہ دائما
ہوں بے شمار موہبت و رحمتِ خدا

صدقے میں اُسکے مجھکو بھی راہ صفا دکھا
اے رب میرے مجھے بھی سرِ اتقیا بنا

اپنا کلام پاک سمجھنے کی عقل دے
اسلام و دین کے علم سے ماہر بنا مجھے

عُقدے دقایق اور حقایق کے کھولدے
طبع رسا و فہم و ذکا بخشدے مجھے

یارب لکھا ہے جو یہ رسالہ ظہیر نے
تو ہو ظہیر اس کا قبولیت اسکو دے

چکڑالوی کے رد میں جو کچھ لکھا گیا
چکڑالوی کے حق میں اسے رہنما بنا

پائیں ہدایت اُس کے عقیدے کے لوگ بھی
ہو مستفید پڑھنے سے اسکے جہاں سبھی

اجرِ عظیم اس کے مُصنّف کو دیجیو
ایسا کرم کر اسپہ کہ حامیٔ دین ہو

کتب خانہ جماعت احمدیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایہا المنظرون ارشدکم اللہ تعالیٰ۔ آپ صاحبان جانتے ہونگے کہ مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی نے شہر لاہور میں اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ قرآن مجید تو ایک کامل اکمل اور مفصل کتاب ہے۔ گو محمد رسول اللہ صلعم کی اطاعت متابعت اور پیروی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی یہ حکم خدا تعالےٰ نے ہمیں دیا ہے کہ ہم محمد رسول اللہ صلعم کی پیروی کریں۔ بلکہ جس رسول کی پیروی کا حکم ہے وہ صرف قرآن مجید ہی ہے ولیس۔ اور یہ کہ محمد رسول اللہ صلعم پر خدا کی طرف سے جو وحی نازل ہوئی تھی وہ صرف قرآن مجید ہی ہے اور اس کے سوائے کوئی وحی الٰہی نہ تھی بلکہ القائے شیطانی تھے۔ اور مولوی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ سب نبیوں کو شیطانی القاء ہوتے رہے اور نیز دعوے کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلعم پر (العیاذ باللہ) جو شیطانی القاء ہوئے تھے ان میں سے تقریباً اٹھارہ + مجھے اچھی طرح سے یاد ہیں"۔

اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے گندے خیالات اور اعتقادات انہوں نے اپنی تصنیفات میں شائع کئے ہیں۔ مگر ان سب کا دار و مدار انہیں عقاید پر ہے جن کو میں نے مختصر طور پر اوپر درج کر دیا گیا۔ ہر ایک صاحب کو چاہئے کہ اس رسالہ کو غور سے مطالعہ فرماویں اور میرے اور مولوی صاحب موصوف کے دلائل کا مقابلہ اور موازنہ کر کے حق اور باطل میں فیصلہ کر لیں پیشتر اس کے کہ میں مولوی صاحب موصوف کے دلائل کو لکھکر ان کی تردید کروں اور اپنے دلائل کو پبلک کے سامنے پیش کروں چند قواعد کا لکھنا ضروری سمجھتا ہوں جن پر میرے اس رسالہ کا دار مدار ہوگا۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ کوئی ان قواعد کا پابند ہوگا۔ قرآن کریم کے سمجھنے میں

+ نوٹ۔ جب شیطانی القا جو (العوذ باللہ) آنحضرت صلعم کو ہوئے تھے اور میں اٹھارہ ہی ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ دوسرے لاکھوں کروڑوں اقوال اور افعال شیطانی نہیں تھے بلکہ روحانی تھے اس لئے ان کا اتباع ضروری ٹھہرا۔

نہ ہی وہ خود دھوکہ کھائے گا اور نہ ہی اوروں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو سکیگا۔ جو کچھ میں نے لکھا ہے یہ میری اپنی علمیت اور کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ سب کچھ مجھے حضرت مسیح الزمان و مہدی دوران سلہ الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ و السلم کی اتباع سے حاصل ہوا ہے اسیواسطے میں نے مصلحتاً تبرکاً بقول جلّ جلالہٗ

میری سمجھ میں کلام الٰہی کو سمجھنے یا سمجھانے کے لئے مندرجہ ذیل قواعد کا پابند ہونا ہر ایک مومن کے لئے ضروری اور لابدی ہے۔

رول نمبر اول - اللہ کریم سے دعا کرنی چاہیئے کہ وہ اپنے پاک کلام کی سمجھ عنایت فرماوے - جیسے فرمایا اللہ تعالےٰ نے -

وقال ربکم ادعونی استجب لکم ۴۰/۱۱	اور تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو میں اس کو قبول کر کے جواب دوں گا۔
وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفوا عن السیئات ویعلم ما تفعلون ۰ ویستجیب الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت ویزیدھم من فضلہ والکفرون لھم عذاب شدید ۴۲/۲۶	اور اللہ وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں کی اور معاف کرتا ہے اُن کی برائیاں اور جو افعال اُن سے سرزد ہوتے ہیں وہ دیکھتا ہے اور ان ایماندار وں کی جو صالح عمل کرتے ہیں دعائیں قبول فرماتا ہے اور اپنے فضل سے انکی حفاظت کرتا اور انکو بامراد ہونے دیتا ہے اور جو انکار کرتے ہیں انکے لئے تو بہت سخت عذاب ہے۔
واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اُجیبُ دعوۃ الدّاع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون ۲/۱۸۶	اے محمد رسول اللہ صلعم جب میرے بندے میری نسبت تجھ سے سوال کریں کہ میں کہاں ہوں تو انکو میری طرف سے جواب دے کہ تحقیق میں نزدیک ہوں میں ہر ایک دعا کرنیوالے کی دعا کا جب وہ کرے جواب دیتا ہوں پر چاہیئے کہ اپنی روحانی قوت شنوائی کا علاج کرانے کے لئے آویں اس لائق بنا ویں کہ میرا جواب سن سکیں اور سچے دل سے مجھ پر ایمان لاویں۔ تاکہ وہ رشد کو حاصل کر سکیں۔

اور پھر محمد رسول اللہ صلعم کو حکم ہوا تھا کہ دعا مانگ۔

وقل رب زدنی علما ۱۱۴	اور کہ اے میرے رب میرا علم زیادہ کر۔

رول نمبر ۲ — اور یہ بات بھی کسی مسلمان سے پوشیدہ نہ ہوگی کہ قرآن مجید ایک مرفوع پاک اور مطہر الہامی کلام ہے اس لئے اس میں تدبر اور تفکر کرنے کے لئے دل کو مطہر بنانا چاہئے۔ اور الہامی کتاب کو سمجھنے کے لئے الہامی دماغ بنانا چاہئے۔ جیسے

لا یمسہ الا المطہرون ۷۹	فرمایا اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کے حقائق صرف انہیں پر کھلتے ہیں جو پاک دل ہوں۔
واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ ۲۸۲	متقی بن جاؤ اللہ کریم تمہیں علم الٰہی عنایت فرماوے گا۔
اور پھر تدبر اور تفکر کی نسبت یوں فرمایا۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ۶۹	اور جو لوگ ہماری خاطر مجاہدات کریں گے ہم ان کو اپنا رستہ دکھاویں گے
افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا ۴۷	آیا تم لوگ قرآن مجید میں تدبر نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔

رول نمبر ۳ — اگر ہم قرآن کریم کی کسی آیت کے کوئی معنے کریں تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ان معنوں کی تصدیق کے لئے دوسرے شواہد قرآن مجید سے ملتے بھی ہیں یا نہیں۔ اگر دوسرے شواہد دستیاب نہ ہوں تو ہمیں سمجھنا چاہئے کہ وہ معنے بالکل باطل ہیں اور ہمارے معنوں کی یہی نشانی ہے کہ قرآن کریم سے ایک سو شواہد بیّنہ کا ان کا مصدق ہوتا ہے اور قرآن مجید میں بھی لکھا ہے۔

افلا یتدبرون القرآن ولو کان	کیا تم لوگ قرآن کریم میں غور نہیں کرتے اور

من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا ۵	کہ اگر یہ اللہ کے سوائے کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس صورت میں بہت اختلاف پایا جاتا۔

رول نمبر ۴ ۔ ثبات کو کون نہیں جانتا کہ سب سے زیادہ قرآن کریم کو سمجھنے والے حضرت خاتم الانبیا صلعم تھے پس اگر کسی آیت کی تشریح آں حضرت صلعم سے ثابت ہو جاوے تو مسلمان کا فرض ہونا چاہیئے کہ بغیر کسی قسم کے شک و شبہ کے اسکو قبول کرلے۔

رول نمبر ۵ ۔ اس میں بھی کسی مسلمان کو شک نہ ہوگا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا گروہ وہ پاک گروہ تھا کہ جس کی تعریف سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان کے اقوال اور افعال سے راضی ہو گیا اور ہر ایک جانتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آں حضرت صلعم کے نوروں کو حاصل کرنے والے اور علم نبوت کے پہلے وارث تھے اور خدا تعالیٰ کا ان پر بڑا فضل تھا اور ان کو روح القدس سے تائید دی گئی تھی سو اگر کسی آیت کے کوئی معنے ان سے ثابت ہو جاویں تو ان کا انکار کرنے والا ملحد اور بیوقوف ہوگا۔ اسلئے کوئی معنے ایسے نہ کرنے چاہئیں جن کا وجود تعامل یا سنت میں نہ پایا جاتا ہو۔

رول نمبر ۶ ۔ روحانی اور جسمانی سلسلہ میں بکلی تطابق ہے اس لئے روحانی باتوں کو سمجھنے کے لئے جسمانی سلسلہ کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن مجید خدا تعالیٰ کا قول ہے اور تقدیر یعنے قانون قدرت خدا تعالیٰ کا فعل ہے ۴ اس لئے خدا تعالیٰ کے قول اور فعل میں بھی تطابق ہونا چاہیئے اور ہے۔

رول نمبر ۷ ۔ ایک ہی لفظ کے معنے محل اور موقع کے بموجب الگ الگ ہوتے ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں بعض احکام بادشاہوں کے لئے ہیں اور بعض رعایا کے لئے بعض خاوند کے لئے بعض بیوی کے لئے اور بعض بچوں کے لئے ایسا ہی بعض صرف عورتوں کے لئے اور بعض صرف مردوں کے لئے اور بعض مرد اور عورت دونوں کے لئے اور بعض احکام کل مومنوں اور مسلمانوں کے لئے جن میں رسول اور نبی بھی شامل۔ بعض صرف رسولوں کے لئے جن میں دوسرے مومن شامل نہیں اور بعض صرف ان

۴ اور قرآن مجید یعنے شرعی احکام خدا کے فعل یعنے قانون قدرت کی ایک شاخ اور برانچ ہے۔

مومنوں کے لیئے جن میں رسول اور نبی شامل نہیں - اور اس کے ساتھ اگر میں مختصر طور پر اتنا عرض کر دوں تو واجب ہوگا کہ رسول کے لئے ضروری ہے کہ وہ مومن بھی ہو مگر ہر ایک مومن رسول نہیں ہوا کرتا - یا یوں کہہ لو کہ ہر ایک رسول مومن ہوتا ہے اور ہر ایک مومن رسول نہیں ہوتا - اب میں ذیل میں چند مثالیں قرآن مجید اور محاورات اردو سے فائدہ عام کے لئے درج کرتا ہوں -

قرآن مجید میں لکھا ہے -

ووجدک ضالا فہدی ﴿۸﴾	یعنے اے محمد رسول اللہ صلعم ہمنے تجھ کو ضال پایا پس راہ دکھا دی -
اور پھر لکھا ہے -	
ماضل صاحبکم وما غوی ﴿۲﴾	نہ ہی تو ضال ہے یعنے محمد رسول اللہ صاحم ضال ہے اور نہ ہی گمراہ ہے

اب پہلی آیت میں ضال کا اثبات نبی کریم صلعم کے لئے ہے اور دوسری آیت میں ضال کی نفی بھی آپ کے ہی حق میں ہے - پس دونوں پر ایمان لا کر پہلی جگہ ضال کے معنے عاشق کے کرنے پڑیں گے اور دوسری جگہ گمراہ کے معنے جو بموجب ترتیب آیت ماغوای کے درست معلوم ہوتے ہیں -

اور اگر انہیں معنوں کے شواہد قرآن مجید سے تلاش کئے جاویں تو بے انتہا مل سکیں گے بہتیری آیات اس قسم کی پا جاویں گی جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسولوں اور نبیوں کو شیطانی القا نہیں ہوا کرتے اور کہ شیطان کا تسلط ان پر اور دوسرے صالحین پر نہیں ہوتا - اور یہ صالحین گمراہ نہیں ہوتے بلکہ خدا تعالےٰ کے سچے عاشق ہوتے ہیں -

ایسا ہی قرآن مجید میں ذنب کا لفظ آیا ہے جو محمد رسول اللہ صلعم اور دوسرے نیکوکاروں کے لئے بھی آیا ہے اور مجرموں کے لئے بھی آیا ہے - جیسے فرمایا اللہ کریم نے

واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنت ۴۷/۶	اپنے ذنب اور ایماندار مرد اور ایمان دار عورتوں کے ذنب کیواسطے استغفار کر۔
فاعترفنا بذنوبنا ۶۷/۱۱	اور مجرم کہتے ہیں پس اقرار کیا ہم نے اپنے ذنب کا۔

اب مومنین کے لئے قرآن مجید میں لکھا ہے۔

ان عبادی لیس لك علیھم سلطن ۱۵/۴۲	اے شیطان انپر جو میرے بندے ہیں تیرا کچھ زور اور غلبہ نہیں۔
قال رب بما اغویتنی لازینن لھم فی الارض ولاغوینھم اجمعین الا عبادك منھم المخلصین ۱۵/۳۹	اور شیطان نے جواب دیا اے میرے رب جیسے میں اپنی کرتوت سے گمراہ کیا گیا اسی طرح میں بھی لوگوں کیلئے تجھ سے غافل کرنیوالی زینتیں تیار کرونگا اور سب لوگوں کو سوائے تیرے مخلص بندوں کے گمراہ کروں گا۔

اور محمد رسول اللہ صلعم کی نسبت قرآن مجید میں لکھا ہے۔

وما ارسلنك الا رحمة للعالمین ۲۱/۱۰۷	اور ہم نے تجھ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔
وما ارسلنك الا کافة للناس بشیرا و نذیرا ولکن اکثر الناس لا	اور ہم نے تو تجھ کو روئے زمین کے تمام لوگوں کے لئے خوشخبری دینیوالا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے مگر بہت سے لوگ اس قسم کے بھی ہیں جو

+ فف نفخ شیطان خدا کو بھی گمراہ کرنیوالا سمجھتا ہے حالانکہ اپنی ہر کوشش کی وجہ سے گمراہ ہوا تھا اور وہ خدا نہیں اسکی گمراہی کا نتیجہ وہی ہونیوالا تھا۔ مگر اس آیت کا مطلب آپ نے کیا سمجھا کہ شیطان ہمیشہ لوگوں کو خدا کی گمراہ کرتا رہیگا، کیونکہ الخبیل کرتے ہیں حالانکہ گمراہ ہونیوالے اپنا بیڑہ خود کرتے ہیں ع کیا ہنسی آتی ہے تجھکو خدا انسان پہ۔ فعل پر تو خود کرے اور لازم کریں رحمان پر

یعلمون۔	۲۲/۹	بات کو نہیں جانتے۔

اور قرآن کریم میں مجرموں اور مجرموں کے درمیان اللہ کریم نے ایک عجیب امتیاز بھی رکھا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔۔

انہ من یات ربہ مجرما فان لہ جہنم لا یموت فیہا ولا یحیی۔ ومن یاتہ مومنا قد عمل الصلحت فاولئک لہم الدرجت العلی۔ جنت عدن تجری من تحتہا الانہر خلدین فیہا وذالک جزؤا من تزکی ۱۶/۱۲	تحقیق بات یہ ہے کہ جو کوئی شخص گنہ گار اور مجرم ہو کر اپنے رب کے پاس آیا سو اسکے واسطے تو ایسا دوزخ تیار ہے جس میں نہ ہی تو وہ مریگا اور نہ ہی زندہ رہیگا۔ اور جو شخص ایماندار نیکوکار اور نیک عمل کر کے اپنے اللہ کے پاس آئیگا سو ایسوں کیواسطے بڑے بڑے عالی مدارج ہیں اُن کے رہنے کیلئے خوشگوار باغ ہونگے اور اُن کے نیچے نہریں جاری ہونگی اور اسمیں وہ لاانتہا زمانہ تک ترقی کرتے رہینگے اور یہ بدلہ اُنکو اسواسطے دیا جاویگا کہ انہوں نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا ہے۔

آپ مندرجہ بالا آیات کو مطالعہ کرینگے معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ رب العالمین کیواسطے ذنب کا لفظ آوے تو اسکے معنے ہونگے بشری کمزوری اور جب مجرموں کے واسطے آوے تو اس کے معنے ہوں گے گناہ۔ ایسا ہی حقیقی رب جو ذرہ ذرہ کی تربیت کرنیوالا ہے کے معنے بادشاہ یا حاکم کے بھی کرنے پڑینگے۔ جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ

اذکرنی عند ربک ۱۲/۱۵	حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا ذکر اپنے حاکم اور بادشاہ کیا پاس کیجو

ایسا ہی ای باب متفرقون۔ ۱۲/۱۵ کا لفظ غیر اللہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اور سمیع بصیر خدا کے لئے بھی آیا ہے اور انسان کے لئے بھی قرآن مجید میں بولا گیا ہے۔ ایسا ہی آیت وما جعلنا اصحب النار الا ملئکۃ ۲۹/۱۵ میں اصحاب النار کے معنے ہونگے۔ خزنہا یعنے دوزخ کے پاسبان اور دوسری جگہوں پر تقریباً تمام قرآن مجید

م اور اوسے اسماعیل بنانے والا اور تدریجاً ترقی دینے والا ہے وہ تو صرف اللہ کریم ہے مگر

میں اصحاب النار کے معنی ہونگے اھلھا یعنے دوزخی لوگ۔ مثال کے طور پر سنو۔

ونادی اصحب الجنۃ اصحب النار الخ ۱۲	اور جنت والوں نے دوزخ والوں کو پکارا۔

اب میں چند مثالیں اردو میں پیش کرتا ہوں جن سے معلوم ہوگا کہ ایک ہی لفظ کے محل اور موقع کے بموجب الگ الگ معنے ہوتے ہیں۔ مثلاً

خدا نے انسان کو مٹی سے بنایا ہیڈ ماسٹر صاحب نے بورڈروں کیلئے نایاب سخت قوانین بنائے مجھے ایک کرسی بنا دو۔	اب یہاں بنانا ایک لفظ ہے جس کے بعنے اور مفہوم ہر ایک فقرہ میں الگ الگ ہیں
دودھ اور چینی ملا کر اس بچہ کو پلا دو۔ آٹھویں جماعت کے دونوں فریق ملائے گئے میں نے اپنی گھڑی توپ سے ملائی ہے میں ملا لیا	ان شخصوں کو ملا دو۔ اس لڑائی کے بعد بابر نے لاہور کو اپنی سلطنت

وہ خط اس میرے خط سے لمبا ہے ——— میرا خط تم سے اچھا ہے۔

آپ کا خط مجھے ابھی ملا ہے ——— خط بنوالو پھر سیر کو چلینگے۔

میں نے بٹالہ کا ٹکٹ لیا ہے۔ نوکر کو ڈاکخانہ میں بھیجو کہ دو پیسہ کا ٹکٹ لے آوے۔

کیا ٹکٹ تمہاری چٹھی پر سے اکھڑ گئے ہیں۔ ٹکٹ گھر کہاں ہے۔

جواب دعوے لکھوانا ہے تو ٹکٹ لاؤ۔ اس کی توجہ بوتل کے ٹکٹ کی طرف پھر گئی

سرخ دھاگے کا ٹکٹ ایک پیسہ کو ملتا ہے۔

زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں پرائمری کا لڑکا بھی ان باتوں کو کوشش کرنے سے سمجھ سکتا ہے۔

اب میں چند آیات نمونہ کے طور پر اس بارہ میں پیش کروں گا جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کے لئے اکٹھے حکم بھی ہیں اور علیحدہ علیحدہ بھی۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کے لئے اور اس کی بیوؤں کے لئے مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کے ساتھ اکٹھے حکم بھی ہیں اور علیحدہ علیحدہ بھی۔

صرف مردوں کے لئے

فانکحوا ما طاب لکم من النساء ۴/۱۲	جو عورت تمہیں پسند آئے اسی سے نکاح کرو
لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھا ۴/۱۹	اور تمہارے لئے حلال نہیں ہے عورت تمہیں پسند نکرے اور تم میرے ہی اس کے وارث بن جاؤ۔
نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم ۲/۲۳	عورتیں تمہارے واسطے کھیت[1] کی مانند ہیں جس طریقہ سے تم چاہو ان کے پاس آؤ۔

عورتوں کے لئے

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجۃ ۲/۲۸	اور عورتوں کے مردوں پر ایسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر ہاں مردوں کا ایک درجہ اپنے زیادہ ہے۔

یعنی مرد غالب اور عورت مغلوب ہے مرد حاکم ہے اور عورت محکوم ہے مرد مطلاق دیسکتا ہے اور عورت طلاق لے سکتی ہے۔

ولا یحل لھن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامھن ۲/۲۲۸	اور عورتوں کو جائز نہیں ہے کہ جو کچھ اللہ تعالے نے انکے پیٹ میں پیدا کیا ہے چھپا رکھیں۔
وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ۲۴/۳۱	اور مومن عورتوں سے کہدو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنے سوراخوں شرمگاہ کی آنکھ ناک منہ ترشرمگاہ وغیرہ کی نگاہبانی کیا کریں۔

[1] عورتوں کو کھیت کہ انھیں تشبیہ دینے میں یہ مطلب ہے کہ عورت سے خلاف وضع فطرت عمل نہ کیا جاوے۔ اور یہ کہ کثرت جماع نہ کیا جاوے اور اسکے حمل کی حفاظت کیجاوے۔ اور ایسا نہ کرے کہ کثرت آدمیوں کی طرح باوجود خود مالک ہونیکے دوسرے کا نطفہ ڈلوائے۔ اور اگر عورت کے رحم میں کمزوری ہو جاوے تو کچھ مدت کیواسطے جماع ترک کردے۔ اور ہر طرح کا نابیدہ اور آرام اس سے حاصل کرنے کی

مردوں اور عورتوں کے لئے

لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتّٰی تستانسوا وتسلّموا علٰی اھلھا ۱۲/۲۷	اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل مت ہوا کرو جبتک انسے اجازت نہ لے لیا کرو اور داخل ہوتے ہی گھر والوں پر سلام کہا کرو
اذا قیل لکم تفسّحوا فی المجالس فافسحوا ۲۸/۳	اور جب تمہیں مجلسوں میں کہا جاوے کہ کھلے ہو کر بیٹھو تو کھل جایا کرو۔
واتوا البیوت من ابوابھا ۲/۸	اور گھروں میں دروازوں کی راہ سے داخل ہوا کرو۔
ولا تقربوا الزنٰی انہ کان فاحشۃً وساء سبیلا ۱۵/۴	اور زنا کے نزدیک مت جاؤ۔ وہ تو بہت کھلی بے حیائی ہے اور بہت ہی بُرا طریق ہے
ان المسلمین والمسلمٰت والمؤمنین والمؤمنٰت والقنتین والقنتٰت والصدقین والصدقٰت والصبرین والصبرٰت والخشعین والخشعٰت والمتصدقین والمتصدقٰت والصائمین والصٰئمٰت والحفظین فروجھم والحفظٰت والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرٰت اعد اللہ لھم	بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں مومن مرد اور مومنہ عورتیں فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں صابر مرد اور صابرہ عورتیں خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں خیرات کرنے والے۔ اور خیرات کرنے والی عورتیں روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اپنے سوراخوں کی حفاظت کرنیوالے مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اللہ کو بہت یاد کرنیوالے مرد اور بہت یاد کرنیوالی عورتیں

نوٹ + زنا کے قریب نہ جانے سے یہ مراد ہے کہ ایسے افعال ہی نہ سرزد ہوں جنکا آخری نتیجہ زنا ہو۔ مثلاً بیگانہ مردوں یا عورتوں کے حسن کے قصے پڑھنا اور دلکش راگوں اور اُن کی تانوں کو سننے اور غیر مردوں اور عورتوں سے

مغفرۃً واجراً عظیما ۲۲/۲	واسطے اللہ کریم نے بڑی بڑی بخششیں تیار کی ہوئی ہیں۔ اور آخر کے لئے بڑے بڑے اجر رکھے ہوئے ہیں۔

محمد رسول اللہ صلعم کی بیویوں کی خصوصیت اور انکی طرف علیحدہ حکم

وازواجہٗ امہٰتہم ۲۱/۱۷	اور محمد رسول اللہ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں
یایھا النبی قل لازواجك ان کنتن تردن الحیوٰۃ الدنیا و زینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحاً جمیلاً۔ وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنٰت منکن اجراً عظیماً۔ یٰنساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضٰعف لھا العذاب ضعفین ط وکان ذلك علی اللہ یسیرا ومن یقنت منکن للہ ورسولہ وتعمل صالحا نؤتھا اجرھا مرتین واعتدنا لھا رزقا کریما ۲۱/۲	اے نبی صلعم تو اپنی بیویوں کو کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور عیش و عشرت اور زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو اچھی طرح سے فایدہ پہنچا کر بھلی طرح سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول اور پچھلے گھر کی خواہش رکھتی ہو تو اللہ کریم نے اُن کے واسطے جو نیکی کرنے والیاں ہیں بڑے بڑے اجر رکھے ہیں۔ اے نبی کی عورتو جو کوئی تم میں سے بےحیائی کا کام کرے گی تو اُس کے واسطے دوگنی سزا ہوگی اور یہ اللہ پر بڑا آسان کام ہے اور جو کوئی تم میں سے فرمانبرداری کرے گی اللہ کی اور اُس کو رسول کی اور صالح عمل کرے گی تو اُس کو ثواب بھی ہم ڈبل دیں گے اور اس کے واسطے ہم نے بڑی عزت کا رزق تیار کیا ہوا ہے۔

محمد رسول اللہ صلعم کو خاص حکم جس میں دوسرے مومن شامل نہیں

وما کان علی النبی من حرج فیما فرض اللہ لہ ۲۲/۳	نبی صلعم کو اس بات کے کرنے میں جو اللہ کریم نے اسکے لئے فرض کردی ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے۔
یا ایھا النبی انا احللنا لک ازواجک التی اتیت اجورھن ۲۲/۳	اے نبی ہم نے تیری عورتیں جنکے تو مہر دے چکا ہے تیرے واسطے حلال رہنے دی ہیں۔
لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبک حسنھن ۲۲/۳	اسکے بعد اور بیویاں تیرے واسطے جائز نہیں ہیں اور نہ ہی ان بیویوں کے علاوہ تو اور عورتیں بدل سکتا ہے خواہ ان کا حسن تجھے کتنا ہی پسند ہووے۔

سب مومنوں کیلئے جن میں محمد رسول اللہ صلعم بھی شامل ہیں

یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۲/۲	اے ایماندارو تم پر روزے اسی طرح سے فرض کئے گئے ہیں جیسے ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے اور یہ روزے اس واسطے فرض کئے گئے ہیں تاکہ تم متقی بن جاؤ۔
یا ایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا	اے ایماندارو جب تم کو جمعہ کے دن نماز کے لئے بلند آواز سے پکارا جاوے یعنی (جمعہ کی اذان دیجاوے)

الی ذکر اللہ و ذروا البیع ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ۲۸/۱۲	تو بہت جلد یعنی اذان کے سنتے ہی اللہ کی یاد کرنے کے لئے نماز کیلئے آیا کرو اور خرید و فروخت اور تجارت کو چھوڑ دیا کرو اور یہ بات تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم سمجھو۔
یا ایھا الذین امنو لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء ۲۸/۷	اے ایماندارو اُن لوگوں کے ساتھ جو اللہ کے بھی دشمن ہیں اور تمہارے اپنے بھی دشمن ہیں دوستی نہ رکھا کرو۔

ان مومنوں کے لئے جن سے محمد رسول اللہ صلعم مشتبہ ہیں

یا ایھا الذین امنو لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم ۲۳/۴	اے ایماندارو جب تک تم کو اجازت نہ دی جایا کرے نبی صلعم کے گھر میں داخل نہ ہوا کرو۔
یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون ۲۶/۱۳	اے ایماندارو نبی صلعم کی آواز پر عمداً اپنی آواز بلند نہ کیا کرو۔ اور جب تم نبی علیہ السلام سے گفتگو کیا کرتے ہو تو اس وقت اس طرح سہما کر اور کھسکور کر نہ بولا کرو جیسے تم آپس میں گفتگو کرتے وقت ایکدوسرے سے بولا کرتے ہو۔ خیال رکھنا کہیں ایسا نہو جاوے کہ اسطرح کی بیہودگی تمہارے اعمال ہی کو برباد کر جاویں اور تمہیں خبر تک بھی نہو۔
یا ایھا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی	اے ایماندارو جب تم کسی مشورہ کے لئے رسول صلعم کے پاس آیا کرو تو اپنی بات پیش کرنے

نجوٰکم صدقۃً ذالک خیر لکم و اطہر ۲۸/۲	پہلے کچھ نذر نیاز ضرور رکھ لیا کرو۔ اور ایسا کرنا تمہارے حق میں بہت ہی اچھا اور پاکیزہ ہے۔

رول نمبر ۸ ۔ کوئی لفظ اپنی طرف سے نہ بڑھانا چاہیے اور نہ گھٹانا چاہیئے کیونکہ اس طرح سے اصل حقیقت مفقود ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھ لو کہ ایک دفعہ مَیں نے اپنے والد صاحب بزرگوار سلمہ اللہ تعالیٰ کو خط لکھا اور اس خط میں یہ فقرہ مَیں نے لکھا کہ "مَیں اس جگہ ہفتہ اور اتوار ٹھیروں گا" اور اس فقرہ کو لکھتے وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر اتوار کا لفظ نکال لیا جاوے تو پھر تو کچھ اور کا اور ہی بن جاویگا۔ یعنے "مَیں اس جگہ ہفتہ اور ٹھیروں گا" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں کچھ مدت سے یہاں ٹھہرا ہوا ہوں اب ہفتہ اور ٹھہروں گا۔ اور ایسا ہی اگر اتوار کا لفظ داخل کر لیا جاوے تو پھر کچھ اور ہی مطلب ہو جاتا ہے۔

ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر دفعہ فرمایا کرتے ہیں کہ "انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت مسیحؑ کنچنیوں سے خوشبودار تیل اور عطریات ملوایا کرتا تھا اور کہ شراب بھی پیا کرتا تھا اور آخر لعنتی موت سے مرگیا تھا"

تو بعض بدطینت آدمی اپنی ذاتی خباثت کی وجہ سے یہ الفاظ کہ "انجیل میں لکھا ہے" اپنی کتابوں اور اخباروں میں درج نہیں کیا کرتے جس سے پڑھنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ مرزا صاحب کا خیال ہے کہ عیسےٰ ایسا تھا یا ویسا تھا۔

اور پھر یہ تو لفظ کا نکالنا یا داخل کرنا ہے مَیں آپ کو بتاتا ہوں کہ صرف آواز اور لہجہ میں ہی کچھ کا کچھ بن جاتا ہے۔ مثلاً

مَیں آپ سے عرض کروں کہ "کیا آپ یہ کتاب مجھے نہیں دینگے؟" تو آپ جواب میں فرماویں کہ "نہیں دونگا" اور پھر مَیں دوبارہ پوچھوں کہ "کیا آپ سچ مچ نہیں دینگے؟" تو پھر آپ اپنی زبان مبارک سے فرماویں کہ "نہیں (وقفہ) دونگا"

تو یہاں جو بات مَیں بتانی چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو الفاظ آپ نے پہلے فرمائے تھے

وہی آپ نے دوسری دفعہ فرمائے ہیں مگر نفی اور اثبات کا فرق ہوگیا ہے۔ پہلی دفعہ آپنے انکار کیا تھا اور دوسری دفعہ اقرار کیا ہے۔ ایسا ہی ہزاروں مثالیں ہیں زیادہ بیان کی کوئی ضرورت نہیں۔

اب میرے خیال میں اگر کوئی شخص ان آٹھوں قواعد کو اچھی طرح سے سمجھ لیوے تو میں خیال کرتا ہوں کہ اس نے مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کے خیالات فاسدہ کا بکلی قلع قمع کر دیا ہے۔ اور ممکن نہیں کہ مولوی صاحب موصوف کے من گھڑت اور خود تراشیدہ خانہ ساز عقاید ایک لمحہ کے لئے بھی ٹھیر سکیں۔

باوجودیکہ میں نے مولوی صاحب کے اعتقادات باطلہ کو انھیں اٹھوں قواعد میں طشت از بام کر دیا ہے۔ اور ان کی توہمات رویہ کو ہر ایک صاحب بصیرت پر روز روشن کی طرح ظاہر و باہر کر دیا ہے پھر بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص بوجہ بعض کمزوریوں کے اصلیت سے محروم رہے۔ اور کھوٹے اور کھرے میں تمیز نہ کر سکے لہذا فائدہ عام کے لئے مختصر طور پر مولوی صاحب موصوف کے دلائل پر غور کیا جاتا ہے۔

مولوی صاحب آپنی مدلل نماز میں مندرجہ ذیل آیات لکھکر لیتے

ترجمہ مولوی عبداللہ صاحب

تبیانا لکل شئی ۱۴/۱۸	دین اسلام کے ہر ایک مسئلہ مباح تک کا بھی ہر طرح کامل بیان ہے
تفصیل کل شئی ۱۳/۴	اس میں ہر ایک مسئلہ دین اسلام (مباح تک) کی بھی تفصیل موجود ہے

فرماتے ہیں۔ وے افسوس ہے کہ اس پاک اعتقاد کا اظہار بعض مسلمانوں کو نہایت ناگوار گذرا معذا اور پھر فرمایا کہ ایسے مسلمان بھی ہوگذرے ہیں جو اتنی سی بات سے جل اٹھے تھے کہ اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہر طرح کامل اکمل ہے اور کہ دین پاک کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تمام احکام فرض۔ نفل و مباح آپنی پاک کتاب میں بیان کر دئے ہیں۔ صفحہ ۲

جواب از طرف خاکسار۔ مولوی صاحب قرآن مجید میں لفظ کل شئی لکھا ہے اور آپ اسکو یہاں تک کھینچتے ہیں کہ اس کا ترجمہ "ہر ایک مسئلہ مباح تک" کا کرتے ہیں۔ خیر یہ آپ کی اپنی رائے ہے قرآن مجید میں ایسا لکھا ہوا نہیں ہے۔ گو آپ نے اپنی تصنیفات میں ہم لوگوں کو اچھی

لفظ کل نہیں ہے منہ

ے یہ مولوی صاحب کا اپنا ڈھکوسلا ہے قرآن میں فرض مباح۔ مکروہ اور مستحب وغیرہ میں کوئی امتیاز نہیں بلکہ مباح کا

طرح سے کوسہ ہے۔ اور حسب استطاعت منہ زور ہو کر بدزبانی کی ہے مگر تاہم بھی میں آپ کی باتوں کا تیز عبارت میں جواب دینا نہیں چاہتا حتی الوسع نرمی کے ساتھ آپکو سمجھانے کی کوشش کروں گا شاید اللہ کریم آپ کو ہدایت دے۔

مولوی صاحب مجھے ان مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں جو آپ کی اس بلند پروازی سے جل اُٹھے تھے۔ وہ سب لوگ جو اسبات کو مانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مامور من اللہ ہیں وہ اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ قرآن مجید ہر طرح سے کامل اکمل ہے اور کہ دین پاک کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تمام احکام اپنی کتاب میں بیان کر دیئے ہیں۔ مگر افسوس کہ آپ حد اعتدال سے زیادہ بڑھ گئے اور اس پاک اصول سے جو اسلام پیش کرتا ہے۔ آپ نے منہ موڑ لیا۔ مولوی صاحب کل شئی یا کُل کے معنے ہر ایک موقع پر ایک جیسے نہیں ہوتے۔ دیکھو اللہ کریم فرماتا ہے۔

قد علم کُل اناس مشربھم ۲/۶۰	تحقیق ہر ایک آدمی نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا۔ دیکھو یہاں کُل اناس سے تمام جہان کے لوگ جو پیدا ہوئے ہیں یا ہونگے مراد نہیں ہیں بلکہ ایک خاص قوم کے لوگ مراد ہیں جو موسیٰ کی قوم تھی۔
کُل من الصلحین ۲۱/۸۶	یعنے جن اشخاص کا اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ سب صالحین میں سے تھے تمام جہان کے کُل باشندے تو درکنار یہاں تو کُل سے سب صالحین بھی مراد نہیں۔

میرے خیال میں کُل کا لفظ دو سو سے زیادہ دفعہ قرآن مجید میں آیا ہے اور ہر ایک جگہ کُل کے معنے کل اشیا یا کُل مسائل وغیرہ سمجھنا صدر درجے کے بے علم کا کام ہو سکتا ہے اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بھی کُل شئی نے ہی چکرایا ہے۔ اس لئے میں نمونہ کے طور پر چند آیات قرآن مجید سے پیش کرتا ہوں جن میں کُل شئی کا لفظ تو استعمال ہوا ہے مگر محل اور موقع کے بموجب معنے الگ الگ ہیں۔ فرمایا اللہ کریم نے

اللہ خالق کُل شئی ۳۹/۶۲	اللہ ہر ایک چیز کا خالق ہے۔

جب سلیمان داؤد کا وارث بنا تو اُس نے کہا کہ

+ نوٹ۔ سستی کے نشے مولوی صاحب کو صوف خواجہ یوسف انصاری میں ارادہ کی ہوگی یا چاہی ہوگی کے لکھتے ہیں سارے بقول آپ کے تبیانا لکل شئی کے معنے ہو کر قرآن مجید میں ہر ایک ایسی چیز کا بیان موجود ہے جسکے بیان کرنے کا خدا نے ارادہ کی یا حکم بیان کرنا چاہا ہے۔

اوتینا من کل شئ ۱۹/۱۷	مجھے ہر ایک چیز دی گئی ہے۔
واوتیت من کل شئ ۱۹/۲۳	اور اس عورت کو کل چیزیں دی گئی ہیں۔

کیا اس جگہ کل شئ سے جمادات نباتات اور حیوانات سب کے سب مراد ہیں؟ اسی طرح مولوی صاحب تبیانا لکل شئ یا تفصیل کل شئ ہے وہاں بھی اپنی شخصی رائے کی ضرورت نہیں جو معنی تحاسل سے ثابت ہوویں اور عقل کے مطابق ہوں وہی صحیح ہیں۔ سچی بات یہی ہے کہ قرآن مجید میں دین الٰہی کے کل احکام درج ہیں اور ایک بھی ایسا حکم نہیں جو قرآن مجید میں پایا نہ جاتا ہو۔ سب احکام مکمل اور مفصل[1] موجود ہیں ہاں جیسے انسانوں کی شکلیں آپس میں ملتی ویسے ہی عقلیں بھی نہیں ملتیں۔ جو مسائل ایک عالم اور ذہین انسان کیلئے مفصل ہوتے ہیں وہ ایک جاہل اور بیوقوف کیلئے مجمل بلکہ اس سے بڑھکر گورکھ دھندہ ہوتے ہیں۔ اور آپ کی مثال تو ایسی ہے جو ایک شخص آپ کو کہے کہ میرے پاس تعزیرات ہند ہے اور اس میں گورنمنٹ کے کل قانون اور احکام درج ہیں۔ اور آپ کسی اور کے آگے جا کر بیان کر دیویں کہ تعزیرات ہند میں کل احکام بعجہ ضابطہ درج ہیں یہ عجیب طرح کی مولویت ہے۔ کہ سمجھا یا کچھ اور جاتا ہے اور آپ ہیں تو کچھ اور ہی سمجھ رہے ہیں۔ میرے خیال میں اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ دین الٰہی کے کل احکام قرآن مجید میں مفصل طور سے بیان کئے گئے ہیں اور ایک بھی ایسا حکم نہیں جو اس میں موجود نہ ہو اور مفصلاً موجود نہ ہو اور وہ سب بطور قانون کے ہیں اور وہ سب مسایل جو بظاہر نظر قرآن مجید میں پائے نہیں جاتے مگر قرآن کریم ان کی تکذیب بھی نہیں کرتا اور سنت صحیحہ میں ان کا وجود پایا جاتا ہے وہ بطور ضابطہ کے ہیں اور ضابطہ غیر محدود ہوتا ہے۔ حسب ضرورت اس میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ اور اگر اب بھی نہیں سمجھے تو لو ایک آیت قرآن مجید کی پیش کر کے آپ کو سمجھائے دیتا ہوں۔ ذرا سوچ کر جواب دینا۔ قرآن مجید میں لکھا ہے

والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما ۶/۵	چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو۔

اب مولوی صاحب ایک شخص کسی کے گھر میں نقب لگا کر تمام مال اسباب چرا کر لے آتا ہے دوسرا مسجد سے مٹی کا کونڈہ چرا کر لیجاتا ہے۔ اور ایسا ہی ہزارہا چوری کی مثالیں دیجا سکتی

---

[1] جو خیال قرآن مجید کے مفصل ہونے کی نسبت مولوی صاحب موصوف یا ان کے ہم مشرب رکھتے ہیں۔ وہ دانشمندوں کے نزدیک کسی صورت میں بھی قابل قدر نہیں ہو سکتا بلکہ عقلمند لوگ اس قسم کے خیال کو ایک طرح کی بیوقوفی اور بے سمجھی

ہیں جو ایک دوسرے سے آپس میں بالکل مختلف ہونگی۔ تو کیا ان سب کی سزا یہی ہوگی کہ ہاتھ کاٹ دیئے جاویں کیا اسلامی سلطنتوں میں یہی رواج تھا اور ہے؟ آخر سوچو تو سہی کہ کیا مذکورہ بالا دونوں چوروں کو ایک ہی قسم کی سزا دینا بجا ہوگی؟ مولوی صاحب وہی ضابطہ کہلاتا ہے جس میں ایسی باتوں کی تشریح ہوتی ہے۔ اور دین اسلام کا ضابطہ تعامل اسلام ہے جو قرآن مجید کے ساتھ ساتھ چلا آیا اور جن جن ممالک میں قرآن مجید پہنچتا گیا وہ بھی رواج پکڑتا گیا۔ اور پھر وہ پاک کتب جن میں تعامل اسلام قلمبند کیا گیا اور جو احادیث صحیحہ سے نامزد ہیں۔ تقریباً تمام اکابر علماء اسلام اس بات پر متفق چلے آئے ہیں۔ کہ قرآن مجید ایک کامل اور مفصل کتاب ہے۔ آپ کی اس میں کوئی خصوصیت نہیں۔ میرے دل میں اسوقت خیال اُٹھا ہے کہ ناظرین پر یہ اثبات کو ظاہر کردوں کہ اس قسم کا دعوے کرنا مولوی صاحب موصوف کی اپنی ذاتی علمیت اور لیاقت کا نتیجہ ہے یا کہ اس قسم کا دعوے ان سے پہلے بھی کسی نے کیا ہے اور ساتھ ہی میں امید رکھتا ہوں کہ مولوی صاحب کی غلط فہمی کا ازالہ بھی ہو جاویگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۲۸ برس کا عرصہ گذرا ایک کتاب براہین احمدیہ تمام ادیان باطلہ کے رد میں لکھی تھی اور یہ وہ کتاب ہے جسکے جواب لکھنے اور دلائل کو توڑنے کے عوض مبلغ دس ہزار روپیہ انعام دینے جانیکا اعلان ۱۸۸۰ء سے اعلان ہے اور جس انعام کا آج تک کوئی امیدوار نہیں ہو سکا اور نہ قیامت تک ہو سکے گا۔ اس کتاب مقدس میں وسوسہ ہفتم کے جواب میں جو کچھ مسیح موعود نے لکھا ہوا ہے۔

- فائدہ عام کے لئے اور حق و باطل میں تمیز کرنے کے لئے ذیل میں درج کرتا ہوں۔

وسوسہ ہفتم۔ کسی کتاب پر علم الٰہی کی ساری صداقتیں ختم نہیں ہو سکتیں۔ پھر کیونکر امید کی جاوے کہ ناقص کتابیں کامل معرفت تک پہنچا دینگی۔

جواب۔ یہ وسوسہ اس وقت قابل التفات ہوتا کہ جب ہر ہم سماج والوں میں سے کوئی صاحب اپنی عقل کے زور سے خدا شناسی یا کسی دوسرے امر معاد کے متعلق کوئی ایسی جدید صداقت نکالتا جس کا قرآن شریف میں کہیں ذکر نہ ہوتا۔ اور ایسی حالت میں بلاشبہ حضرات برہمو بڑے ناز سے کہہ سکتے تھے کہ علم معاد اور خدا شناسی کی ساری صداقتیں کتاب الہامی میں مندرج نہیں بلکہ فلاں فلاں صداقت باہر رہ گئی ہے جس کو ہم نے دریافت کیا ہے اگر ایسا کر کے

خوبی کرنے میں۔ کیونکہ تفصیل کی کوئی حد نہیں ہو سکتی ہر بات ہوتی ہے ہو ایک کیلئے مفصل اور دوسرے کیلئے مجمل ہوتی ہے۔
نقطہ قرآن مجید میں لکھا ہے۔ تبت یدا ابی لہب وتب الایۃ ۳ قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجہا الخ

دکھلاتے تب تو شاید کسی نادان کو کوئی دھوکا بھی دے سکتے پر جس حالت میں قرآن شریف کھلا کھلا دعوے کر رہا ہے۔ ما فرطنا فی الکتاب من شئی الجزو نمبر ۷ یعنے کوئی صداقت علم الٰہی کے متعلق جو انسان کے لئے ضروری ہے اس کتاب سے باہر نہیں اور پھر فرمایا یتلوا صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمہ الجزو نمبر ۳۰ یعنے خدا کا رسول پاک صحیفے پڑھتا ہے جن میں تمام کامل صداقتیں اور علوم اولین و آخرین درج ہیں اور پھر فرمایا کتاب احکمت ایاتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر الجزو نمبر ۱۲ یعنے اس کتاب میں دو خوبیاں ہیں ایک تو یہ کہ حکیم مطلق نے محکم اور مدلل طور پر یعنے علوم حکمیہ کی طرح اس کو بیان کیا ہے یہ طور کتھا یا قصہ نہیں دوسری یہ خوبی کہ اس میں تمام ضروریات علم معاد کی تفصیل کی گئی ہے اور پھر فرمایا انہ لقول فصل وما ہو بالہزل۔ یعنے علم معاد میں جس قدر تنازعات اٹھیں سب کا فیصلہ یہ کتاب کرتی ہے بے سود اور بے کار نہیں ہے اور پھر فرمایا وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لہم الذی اختلفوا فیہ وہدی ورحمۃ لقوم یومنون الجزو نمبر ۱۴ یعنے ہم نے اس لئے کتاب کو نازل کیا ہے تا جو اختلافات عقول ناقصہ کے باعث سے پیدا ہو گئے ہیں یا کسی عمداً افراط و تفریط کرنے سے ظہور میں آئے ہیں ان سب کو دور کیا جاوے اور ایمان داروں کے لئے سیدھا رستہ بتلایا جاوے۔ اس جگہ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو فوق دینی آدم کے مختلف کلاموں سے پھیلا ہے اس کی اصلاح بھی کلام ہی پر موقوف ہے۔ یعنے اس بگاڑ کے درست کرنے کے لئے جو بیہودہ اور غلط کلاموں سے پیدا ہوا ہے ایسے کلام کی ضرورت ہے کہ جو تمام عیوب سے پاک ہو کیونکہ یہ نہایت بدیہی بات ہے کہ کلام کا رہنمودہ کلام ہی کے ذریعے سے راہ پر آسکتا ہے صرف اشارات تا قوت قدرت تنازعات کلامیہ کا فیصلہ نہیں کر سکتے اور نہ گمراہ کو اس کی گمراہی پر بعضائی تمام ملزم کر سکتے ہیں۔ جیسے اگر مجمع نہ مدعی کی وجوہات بہ تصریح قلمبند کرے نہ مدعا علیہ کے عذرات کو بدلائل قاطعہ توڑے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ صرف اسکے اشارات سے فریقین اپنے اپنے سوالات و اعتراضات و وجوہات کا جواب پالیں اور کیونکر ایسے مبہم اشارات پر جنسے کسی فریق کا بکلیان کامل رفع عذر نہیں ہوا

ثانی اثنین اذہما فی الغار ۱۰/۱۲ وتری الشمس اذا طلعت تزاور عن کہفہم الایۃ ۱۸/۱۶ اور اس قسم کی اور بھی بہت سی آیات ورج ہیں۔ تو اب ایک عالم فاضل تاریخ دان اور علوم ہیئت و جغرافیہ کے واقف کار کے نزدیک تو شاید آیات مفصل ہونگی مگر

حکم آخیر مترتب ہو سکتا ہے اسی طرح خدا کی محبت بھی بندوں پر تب ہی پوری ہوتی ہے کہ جب اسکی طرف سے یہ التزام ہو کہ جو لوگ غلط تقریروں کے اثر سے طرح طرح کی بدعقیدگی میں پڑ گئے ہیں ان کو بذریعہ اپنی کامل صحیح تقریر کے غلطی پر مطلع کرے اور مدلل اور واضح بیان سے انکا گمراہ ہونا انکو جتلاوے تا اگر اطلاع پاکر پھر بھی وہ باز نہ آویں اور غلطی کو نہ چھوڑیں تو سزا کے لائق ہوں خدا تعالےٰ ایک کو مجرم ٹھیرا کر پکڑ لے اور سزا دیکر کو تیار ہو جائے۔ مگر بیان واضح سے اسکے دلایل بریت کا غلط ہونا ثابت نہ کرے اور اسکی ملی شبہات کو اپنی کھلی کلام سے نہ مٹاوے۔ کیا یہ اس کا منصفانہ حکم ہوگا۔

پھر اسی کی طرف دوسری آیت میں بھی اشارہ فرمایا۔ ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان الجزو نمبر ۲ یعنے قرآن میں تین صفتیں ہیں اول یہ کہ جو علوم دین لوگوں کو معلوم نہیں رہے تھے ان کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ دوسرے جن علوم میں پہلے کچھ اجمال چلا آتا تھا اُن کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ تیسرے جن امور میں اختلاف اور تنازعہ پیدا ہو گیا تھا ان میں قول فیصل بیان کر کے حق اور باطل میں فرق ظاہر کرتا ہے اور پھر اسی جامعیت کے بارے میں فرمایا وکل شئی فصلناہ تفصیلا الجزو نمبر ۱۵ یعنے اس کتاب میں ہر ایک علم دین کو بہ تفصیل تمام کھول دیا ہے اور اس کے ذریعہ سے انسان کی جزئی ترقی نہیں بلکہ یہ وہ وسایل مہیا کرتا ہے اور ایسے علوم کاملہ تعلیم فرماتا ہے جن سے کلی طور پر ترقی ہو اور پھر فرمایا ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی وھدی ورحمۃ وبشری للمسلمین الجزو نمبر ۱۴۔ یعنے یہ کتاب ہم نے اس لئے تجھ پر نازل کی کہ تا ہر ایک دینی ضرورت کو کھولکر بیان کر دے اور تا یہ بیان کامل ہمارا ان کے لئے جو اطاعت الٰہی اختیار کرتے ہیں موجب ہدایت و رحمت ہو اور پھر فرمایا الٰر کتاب انزلنا الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور الجزو نمبر ۱۳ یعنے یہ عالی شان کتاب ہم نے تجھ پر نازل کی تا کہ لوگوں کو ہر ایک قسم کی تاریکی سے نکال کر نور میں داخل کرے یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جس قدر انسان کے نفس میں طرح طرح کے وساوس گذرتے ہیں اور شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ ان سب کو قرآن شریف دور کرتا ہے۔ اور ہر ایک طور کے خیالات فاسدہ کو مٹاتا ہے اور معرفت کامل کا نور بخشتا ہے یعنے جو کچھ خدا کی طرف رجوع ہونے اور اُسپر یقین لانے کے لئے معارف و حقایق درکار

دوسرے نزدیک جیسی ہی اور جیسے اقلیدس کی شکلیں پڑھنے کے طالب علم کو صرف بے ڈھبی لکیریں دکھائی دیتی ہیں۔ ویسے ہی ایک بے سمجھ کے نزدیک یہ آیات نہایت ہی مجمل ہیں غرض اہل علم کے نزدیک یہ مانی ہوئی بات ہے کہ کوئی دلیل یا کوئی واقعہ سب انسانوں کے لئے ایک جیسا نہیں

ہیں سب عطا فرماتا ہے اور پھر فرمایا۔

ماکان حدیثاً یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شئی وہدی ورحمت لقوم یومنون الجزو نمبر ۱۳۔

یعنے قرآن مجید ایسی کتاب نہیں کہ انسان اس کو بنا سکے بلکہ اس کے آثار صدق ظاہر ہیں کیونکہ وہ پہلی کتابوں کو سچا کرتا ہے یعنے کتب سابقہ انبیا میں جو اس کے بارے میں پیشگوئیاں موجود تھیں وہ اس کے ظہور سے بہ پایۂ صداقت پہنچ گئیں اور جن عقاید حقہ کے بارہ میں ان کتابوں میں دلائل واضح موجود نہ تھیں ان کے قرآن نے دلائل بتلائے اور ان کی تعلیم کو مرتبۂ کمال تک پہنچایا اس طور پر اُن کتابوں کو سچا کیا۔ جس سے خود سچائی اس کی ثابت ہوتی ہے دوسرے نشان صدق یہ کہ ہر ایک صداقت دینی کو وہ بیان کرتا ہے اور تمام وہ امور بتلاتا ہے کہ جو ہدایت کامل پانے کے لئے ضروری ہیں اور یہ اس لئے نشان صدق ٹھیرا کہ انسان کی طاقت سے یہ بات باہر ہے کہ اس کا علم ایسا وسیع و محیط ہو جس سے کوئی دینی صداقت و حقایق دقیقہ باہر نہ رہیں غرض ان تمام آیات میں خدا تعالےٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ قرآن شریف ساری صداقتوں کا جامع ہے اور یہی بزرگ دلیل اُس کی حقانیت پر ہے اور اس دعوے پر صدہا برس بھی گذر گئے پر آج تک کسی بے ہودہ غیرہ نے اس کے مقابلے پر دم بھی نہ مارا تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ بغیر پیش کرنے کسی ایسی جدید صداقت کے کہ جو قرآن شریف سے باہر رہ گئی ہو یونہی دیوانوں اور سودائیوں کی طرح اوہام باطلہ پیش کرنا جن کی کچھ بھی اصلیت نہیں اس بات پر پختہ دلیل ہے کہ ایسے لوگوں کو راست بازوں کی طرح حق کا تلاش کرنا منظور ہی نہیں بلکہ نفس امارہ کو خوش رکھنے کے لئے اس فکر میں پڑے ہوئے ہیں کہ کسی طرح خدا کے پاک احکام سے بلکہ خدا ہی سے آزادگی حاصل کر لیں۔ اسی آزادگی کے حصول کی غرض سے خدا کی سچی کتاب سے جس کی حقانیت اظہر من الشمس ہے ایسے منحرف ہو رہے ہیں کہ نہ متکلم بن کر شائستہ طریق پر کلام کرتے ہیں اور نہ سامع ہونے کی حالت میں کسی دوسرے کی بات سُنتے ہیں۔ بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ کب کسی نے کوئی صداقت دینی قرآن کے مقابلہ پر پیش کی جس کا قرآن نے کچھ جواب نہ دیا اور خالی ہاتھ بھیج دیا۔

ہمارا کہنا کیونکر انسان ایک جیسے نہیں واحد لاشریک نے ہر ایک کو جدا جدا شکل و صورت میں پیدا کیا ہے۔ سو ناظرین رسالہ ہذا کے لئے یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ قرآن مجید میں جو ایسی آیات درج ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید مفصل ہے تو اسکے یہ معنے نہیں

جس حالت میں تیرہ سو برس سے قرآن شریف، یہ آواز بلند دعوے کر رہا ہے کہ تمام دینی صداقتیں اس میں بھری پڑی ہیں تو پھر یہ کیا خبث طینت ہے کہ امتحان کے بغیر ایسی عالی شان کتاب کو ناقص خیال کیا جائے اور یہ کس قسم کا مکابرہ ہے کہ نہ قرآن شریف کے بیان کو قبول کریں اور نہ اس کے دعوے کو توڑ کر دکھلائیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ان لوگوں کے لبوں پر تو ضرور کبھی کبھی خدا کا ذکر آجاتا ہے مگر ان کے دل دُنیا کی گندگی سے بھرے ہوئے ہیں اگر کوئی دینی بحث شروع بھی کریں تو اس کو مکمل طور پر ختم کرنا نہیں چاہتے بلکہ ناتمام گفتگو کا ہی جلدی سے گلا گھونٹ دیتے ہیں تا ایسا نہ ہو کہ کوئی صداقت ظاہر ہو جائے اور پھر بے شرمی یہ کہ گھر میں بیٹھکر اُس کامل کتاب کو ناقص بیان کرتے ہیں جس نے بوضاحت تمام فرمادیا

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الجزو نمبر ۶

یعنے آج میں نے اس کتاب کے نازل کرنے سے علم دین کو مرتبۂ کمال تک پہنچا دیا اور اپنی تمام نعمتیں ایمانداروں پر پوری کر دیں۔

اے حضرات کیا تمہیں کچھ بھی خدا کا خوف نہیں؟ کیا تم ہمیشہ اسی طرح جیتے رہو گے؟ کیا ایک دن خدا کے حضور میں اس جھوٹے منہ پر لعنت نہیں پڑیں گی اگر آپ لوگ کوئی بھاری صداقت لئے بیٹھے ہیں جس کی نسبت تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے کمال جان فشانی اور عرق ریزی اور موشگافی سے اس کو پیدا کیا ہے اور جو تمہارے گمان باطل میں قرآن شریف اس صداقت کے بیان کرنے سے قاصر ہے تو تمہیں قسم ہے کہ سب کاروبار چھوڑ کر وہ صداقت ہمارے روبرو پیش کرو۔ تا ہم تم کو قرآن شریف میں سے نکال کر دکھلادیں۔ مگر پھر مسلمان ہونے پر مستعد رہو اور اگر اب بھی آپ لوگ بدگمانی اور بک بک کرنا نہ چھوڑیں اور مناظرہ کا سیدھا رستہ اختیار نہ کریں تو بجز اس کے اور کیا کہیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔

اس کے بعد ایک فارسی نظم ہے جس میں سے چند اشعار میں سمجھنے اور سوچنے والوں

جو مولوی صاحب موصوف سمجھتے ہیں اور تعداد رکعت اور اس قسم کے دوسرے مسائل کے لئے قرآن مجید کی ورق گردانی کر رہے ہیں اور ہر ایک مسئلہ کے لئے اپنے دماغ اور علم کو کافی خیال کرتے ہیں بلکہ اللہ کریم نے خود اس لفظ کے معنے کر دیئے ہیں

کے لئے ذیل میں درج کرتا ہوں ۔

فریبے مخور از زر و سیم و مال
کہ ہر مال را آخر آید زوال

نہ آوردہ ایم و نہ با خود بریم
تہی آمدیم و تہی بگذریم

خدائیکہ جاں بر رہ او فدا
نیابی ہمش جز بپے مصطفیٰ

ابو القاسم آں آفتاب جہاں
کہ روشن شد از وی زمین و زماں

بشر کے بُدے از ملک نیک تر
نبودے اگر چوں محمد بشر

نیاید ترا شرم از کردگار
کہ اہل خرد با شمی و با وقار

پس انگہ شوی منکر آں رسول
کہ یابد از و نور چشم عقول

تو خود ناقص و دونی الصفات
منہ تہمت نقص بر پاک ذات

خدا ہر کہ را کرد مہر منیر
نہ گردد ز دست تو ہرگز حقیر

اگر نامدے در جہاں ایں کلام
نمازے بہ دنیا ز تو جمع نام

شد ایں دیں بفضل خدا ارجمند
نہ کار فریب است و سالوس و بند

درخشد در و نور چوں آفتاب
تو کوری نہ بینی اش زیں عجاب

بہ ناپاکے دل مشو ہمگماں
وگر ہمتے است بنما عیاں

گزیں کن ز قومت یکے انجمن
کہ با یک تن از ما کند یک سخن

بحمایت فضل خداوند پاک
زبا طل پرستاں نداریم باک

مولوی صاحب جو کچھ میں نے اوپر لکھا ہے یہ اُس پاک ذات کی کلام ہے جس کی نسبت آپنے اپنی تفسیر القرآن کے صفحہ ۲۹۸ پر اس طرح سے لکھا ہے ۔

غرضکہ جس طرح قادیانی آجکل یہ کہ کر کہ میں مجدد محدث ملہم مہدی مثیل مسیح مسیح موعود احمد مبشر مرسل یزدانی ۔ مامور من اللہ نبی رسول ۔ امام وقت وغیرہ وغیرہ من المفتریات والمختلفات ہوں جعلسازی زمانہ سازی رویا بازی کر کے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اسی طرح کسی زمانہ سابقہ میں ہاروت ماروت تھے ۔ اور بس پھر اللہ تعالیٰ

ایسے فرماتا ہے ۔ ولو جعلنٰہ قرآنا اعجمیا لقالوا لولا فصلت اٰیٰتہ ءا اعجمی وعربی ۔ پارہ ۲۴ من

ان کی تعلیمات کے ضرر بیان کرکے فرماتا ہے کہ ان کمبختوں یعنے احبار و رہبان اور ان کے گرو گھنٹالوں کو بخوبی معلوم تھا کہ ایسی کارروائیاں یعنے ٹونے ٹوٹکے گنڈے تعویذات حب و بغض کے جنتر منتر وغیرہ وغیرہ سب حرام ہیں اور ان کے عامل پر جنت حرام ہے۔ مگر پھر بھی وہ نہیں چھوڑتے تھے۔

مولوی صاحب ٹونے ٹوٹکے جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مریدوں کو سکھاتے رہتے ہیں وہ تو کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اور جو تعلیم لوگوں کو گمراہ کرنیوالی وہ دیتے ہیں وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اسی واسطے میں نے آپ کی تحریر کو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک تحریر کو اوپر درج کر دیا ہے تاکہ آپ کی ذاتی حالت اور اعلےٰ واقفیت کو ہر ایک معلوم کرلے اور آپکے اس سیاہ جھوٹ کے عوض میں ہر ایک صاحب بصیرت لعنت اللہ علی الکاذبین نہ ایک دفعہ دو دفعہ بلکہ سو دفعہ پورے اخلاص اور جوش سے بول اُٹھے۔ اور خدا کے وعدوں کو پورا ہوتے دیکھکر سجدات شکر بجالاوے۔ اور ساتھ ہی فائدہ عام کے لئے میں اپنی سمجھ کے مطابق چند آیات قرآن مجید سے درج کرتا ہوں شاید آپ یا آپکے ہم مشرب اپنی غلطی کا اقرار کرکے ہدایت پاجاویں فرمایا اللہ تعالےٰ نے ۔ یبنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون والذین کذبوا بایتنا واستکبروا عنھا اولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون ۔ اے بنی آدم جب کبھی تمہارے پاس تم میں سے ہی ہمارے رسول آویں۔ اور تمہارے سامنے ہماری نشانیاں بیان کریں۔ تو جو ڈر جاویں گے اور پرہیزگار بن جائیں گے اور اپنی اصلاح کرلینگے۔ تو ایسے تو نہ ہی کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہونگے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں اور نشانیوں کی تکذیب کی اور ان نشانات سے منہ موڑ لیا اور شیطان کیطرح تکبر کرلیا۔ وہی لوگ ہیں جو دوزخ میں ہمیشہ رہینگے اور پھر فرمایا اللہ کریم نے کہ وکذالک جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمین ۔ مجرموں اور گنہگاروں میں سے ہم اسی طرح ہی ہر ایک نبی کے دشمن بناتے آئے ہیں۔

اور پھر فرمایا اللہ کریم نے کہ

یحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن ۳۶/۲۳	اے لوگو تم پر افسوس کہ کوئی رسول بھی تمہارے پاس ایسا نہیں آیا جسکو تم نے ہنسی اور ٹھٹھا نہیں کیا۔
وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم من اھل القری۔ افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم۔ ولدار الاخرۃ خیر للذین اتقوا افلا تعقلون۔ ۱۲/۱۰۹	اور ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول بنا کر بھیجے وہ آدمی ہی ہوا کرتے تھے اور ان لوگوں میں سے جو بستیوں میں رہتے تھے ہم اُن کیطرف وحی بھیجا کرتے تھے اور کیا یہ لوگ زمین میں گردش نہیں کیا کرتے پس انکو چاہیئے کہ دیکھیں کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ اور آخرت کا ٹھکانا تو اُنھیں کے لئے آرام دہ ہوگا جو پرہیزگار اور متقی ہونگے۔ کیا تم اس بات کو سمجھتے نہیں ہو۔
افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم کانوا اشد منھم قوۃ ۳۰/۲۲	+ آیا یہ لوگ ملک میں سیر نہیں کرتے پس عبرت کی نظر سے دیکھیں کہ اُن کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے تھے حالانکہ وہ ہر طرح کی قوت میں ان سے کہیں بڑھ چڑھکر تھے۔

اب میں مولوی صاحب موصوف کے اس دعوے کو لیتا ہوں جو حقیقت میں اُن کی اپنی ذاتی لیاقت اور اندرونی حالت کا نتیجہ ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک غور سے پڑھے۔ مولوی صاحب کی اپنی مدلل نماز صفحہ ۲۱ اور جس رسول کی فرمانبرداری کا حکم ہوا ہے وہ خاص قرآن مجید[۱] ہی ہے

[۱] یہ چکڑالوی صاحب کی بڑی بے علمی ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع کے بغیر مجرد قرآن

+ فٹ نوٹ۔ قرآن مجید میں انبیاء کے قصہ جات صرف اسی غرض سے بیان کئے گئے ہیں کہ آئندہ جب کبھی انبیاء آویں تو ان قصوں سے ہم سبق سیکھیں اور عبرت حاصل کریں اور مومنوں کا طریقہ اختیار کریں اور منکروں کی روش سے اجتناب کریں۔ چاہیئے کہ ان قصوں سے سبق حاصل کرکے امام الوقت کو پہچانیں جیسے فرمایا اللہ کریم نے لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب۔

۲۴ اور عبرت بھی حاصل ہوتی ہے جب ہم اپنے امام الوقت کی اطاعت کریں اور آیات اللہ کی تلاوت کرے منہ

اور قرآن کریم اور رسول واجب الاتباع دو چیزیں نہیں ہیں بلکہ ایک سکے ہے قرآن مجید اور محمد رسول اللہ سلام علیہ بے شک دو چیزیں ہیں لیکن آپکی فرمانبرداری کا قرآن مجید میں کسی جگہ حکم نہیں ہوا۔"

جواب از طرف خاکسار۔

جو شخص حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا اور کامل پیغمبر اور سب

بقیہ حاشیہ

شریف پر ایمان لانے سے نجات کے خواہاں ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ بابرکت سے لیکر اسوقت تک تمام اسلامی فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ جیسے ایک شخص خدا کو واحد لاشریک سمجھتا ہے ویسے آنحضرت صلعم کی رسالت اور نبوت پر بھی ایمان رکھے اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنا دستور العمل بناوے۔

تمام رسول یہی سکھانے آئے ہیں کہ خدا تعالےٰ کو اپنی ذات اور صفات میں واحد لاشریک مانو اور ساتھ اس کے ہماری رسالت پر بھی ایمان لاؤ اور اُس اللہ تعالےٰ سے ڈرکر جس نے ہمیں بھیجا ہے ہماری اطاعت کرو اور ہمارا کہا مانو۔ جیسے فاتقوا اللہ واطیعون سے ثابت ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلامی تعلیم کا خلاصہ اس چھوٹے سے کلمہ طیبہ میں درج ہے یعنے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

اصل میں خدا کا فقط عرفان کرنا نبی کی شناخت سے ہی وابستہ ہے اور خدا کے وجود کا پتہ اور اُسکے واحد لاشریک ہونے کا علم۔ فرشتوں کی ہستی۔ جنت و دوزخ کا حال۔ مومنوں کو نصرت اور کافروں کو ذلت مومنوں کی فتح اور منافقوں کی شکست۔ اور خدا کا پاک باطن لوگوں کے ساتھ ہمکلام ہونے کا علم بغیر نبیوں اور رسولوں کے ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا غرض قال اللہ اور قال الرسول کو آپس میں ایک دوسرے سے متضاد سمجھنا اور صرف خدا پر ایمان رکھنا اور نبیوں کی اطاعت سے انکار کر دینا یا کسی ایک رسول کی اطاعت سے ہی مُنہ پھیرنا حقیقی کفر کو خریدنا ہے۔ جیسے فرمایا اللہ کریم نے اولئک ھم الکافرون حقا و اعتدنا للکٰفرین عذابا مھینا۔ توحید حقیقی نبیوں اور رسولوں پر ایمان لانے کے بغیر کبھی میسر نہیں آسکتی۔ کیونکہ نبی اور رسول توحید کی جڑ ہوتے ہیں اور خدا کے وجود کا حقیقی طور پر پتہ دینے والے وہی پاک لوگ ہوتے ہیں۔ دیکھو شیطان بھی خدا تعالےٰ کو واحد لاشریک سمجھتا ہے

پیغمبروں سے افضل اور اعلےٰ اور بہتر اور خاتم الرسل اور اپنا ہادی اور رہبر نہیں سمجھتا وہ کبھی بھی ہرگز ہرگز نجات نہیں پا سکتا۔ جو شخص اپنے ہر ایک قول اور فعل میں اسی پاک اور معصوم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا نہیں چاہتا خواہ وہ کتنے ہی مجاہدات کرے خواہ وہ کتنی ہی عبادتیں کرے خواہ وہ کتنا ہی نیکوکار بن جاوے۔ ہرگز ہرگز مقبول حضرت احدیت نہیں ہو سکتا۔ بعض نادان لوگ جن کی فطرت میں ہی شرارت اور خباثت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہوتی ہے میری اسبات کو پڑھکر طرح طرح کی باتیں بنائینگے اور انکار سے سر ہلائینگے یا احمقوں اور شریروں کی طرح ٹھٹھا کرینگے مگر ان کو سمجھنا چاہیئے کہ خواہ نخواہ انکار اور ہنسی سے پیش آنا شریف النفس اور طالب الحق انسانوں کا کام نہیں بلکہ ان خبیث الطبیعت اور شریر النفس لوگوں کا کام ہے جن کو خدا اور راستی سے غرض نہیں۔

دُنیا میں ہزارہا چیزوں میں ایسے خواص ہیں کہ جو عقلی طور پر سمجھے نہیں جاتے صرف تجربے سے انسان ان کو سمجھتا ہے اسی وجہ سے عام طور پر تمام عقلمندوں کا یہی قاعدہ ہے کہ جب تکرار تجربے سے کسی چیز کی خاصیت ظاہر ہو جاتی ہے تو پھر اس خاصیت کے تحقق وجود میں کسی عاقل کو شک باقی نہیں رہتا اور آزمانے کے بعد وہی شخص شک کرتا ہے کہ جو نرا گدھا ہے۔

مثلاً تربد میں جو قوت اسہال ہے یا مقناطیس میں جو قوت جذب ہے اگرچہ اس بات پر کوئی دلیل قائم نہیں کہ کیوں ان میں یہ قوتیں ہیں لیکن جبکہ تکرار تجربہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ ضرور ان چیزوں میں یہ قوتیں پائی جاتی ہیں تو کوئی ان کی کیفیت

بقیہ حاشیہ ۱۔ گو صرف واحد سمجھنے سے نجات نہیں ہو سکتی جبتک نبی پر ایمان نہ لایا جاوے اسی واسطے قرآن شریف میں اطاعۃ اللہ کے ساتھ اطاعۃ الرسول کو بھی رکھا گیا ہے کیونکہ یہ آپس میں لازم ملزوم ہیں۔ غرض اسجدوا لآدم کے حکم کی تعمیل کرنا مومن کے لئے نہایت ضروری ہے۔ منہ

وجود پر عقلی طور پر کوئی دلیل قائم نہ ہو لیکن بضرورت شہادت قاطعہ تجربہ اور امتحان کے ہر ایک عاقل کو ماننا پڑتا ہے کہ فی الحقیقت تمر بدیں قوت اسہال اور مقاطیس میں خاصۂ جذب موجود ہے اور اگر کوئی ان کے وجود سے اس بنا پر انکار کرے کہ عقلی طور پر مجھ کو کوئی دلیل نہیں ملتی تو ایسے شخص کو ہر ایک دانا پاگل اور دیوانہ جانتا ہے اور سودائی اور مسلوب العقل قرار دیتا ہے۔

اور یہ وہ باتیں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلم نے ہمیں سکھائی ہیں اور وہ ڈنکے کی چوٹ سے کُل جہان کو للکار کر کہہ رہے ہیں کہ جیسا بذریعہ تجربہ ہزارہا صداقتیں دریافت ہو رہی ہیں ایسا ہی یہ بھی تجربہ اور امتحان سے ہر ایک طالب پر ظاہر ہو سکتا اور اگر کسی کو طلب حق ہو تو اس کا ثابت کر دکھانا بھی ہمارا ہی ذمہ ہے۔ بشرطیکہ کوئی برہمو یا اور کوئی منکر دین اسلام کا طالب حق بن کر اور بصدق دل دین اسلام قبول کرنے کا وعدہ تحریری مشتہر کرکے اخلاص اور نیک نیتی اور اطاعت سے رجوع کرے۔

سو مولوی صاحب آپ بھی اس موقع کو غنیمت سمجھیں اور دین اسلام کو قبول کرنے کا تحریری وعدہ مشتہر کر دیں۔ امید ہے کہ آپ کے اس فقرہ کا جواب بھی جو آپ نے اپنی نماز کے صفحہ ۲۳ پر لکھا ہے "کہ اگر کسی صاحب کے پاس آپ کی (محمد رسول اللہ صلعم) آمد و رفت ہو تو بتاویں" کافی طور پر مل جاوے گا۔ اور انشاء اللہ آپ ایسی دُم دبا کر بھاگیں گے کہ پھر جہنم تک مڑ کر بھی نہیں دیکھینگے۔

اب میں مولوی صاحب موصوف کے دلائل کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ صفحہ ۲۲ پر فرماتے ہیں کہ ذیل میں چند ایسی آیات درج کی جاتی ہیں کہ جن میں رسول سے مراد محض قرآن مجید ہی ہو سکتا ہے محمد رسول اللہ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے

وکیف تکفرون وانتم تتلےٰ علیکم ایٰت اللہ	ترجمہ: مولوی عبداللہ صاحب۔ تم کیونکر انکار کر سکتے ہو حالانکہ تم پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔ اور تم میں اس کا بھیجا ہوا (قرآن مجید ان آیات کا مصدر و

وفیکم رسولہ ۴/۱	خزانہ) موجود بھی ہے۔ تم اس کو خود بھی پڑھ پڑھا سکتے ہو۔ لہذا تمہارے انکار کی کسی طرح گنجائش نہیں۔

جواب از طرف خاکسار۔ مولوی صاحب یہاں دو باتیں بیان کی گئیں ہیں ایک آیت اللہ اور دوسرا رسول یعنے محمد الرسول اللہ صلعم ان آیات کو بیان کرنے والا اور آیات اللہ وہ ہیں جو محمد رسول اللہ بیان کرتا ہے۔ آپ کے اس لمبے چوڑے بیان کی کوئی ضرورت نہیں۔ مطلب صرف یہی ہے۔ کہ تم کس طرح سے انکار کروگے جبکہ تم پہ اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور پھر ان آیات کو لانے والا پیغمبر بھی تم میں موجود ہے۔ اور جبکہ قرآن مجید اور محمدؐ رسول اللہ صلعم موجود ہیں تو پھر انکار کی کسی طرح گنجایش ہی نہیں۔ مولوی صاحب جو قواعد میں نے شروع رسالہ میں لکھے ہیں ان کو مہربانی کرکے پھر دوبارہ پڑھ لیویں اور آئندہ ایسی بریکٹوں اور خط و دائروں کو اپنی طرف سے داخل کرنے کی کوشش مت کریں۔ کیونکہ اس طرح سے بات کا تنگ گڑھ بن جاتا ہے اور اصلی حقیقت مفقود ہو جاتی ہے اور شیطان اپنا راستہ نکال لیتا ہے۔

مولوی صاحب کی دلیل۔ صفحہ ۲۲۔ "اس آیت کے مخاطب تمام زمانوں کے لوگ ہیں اور ہر ایک زمانے والے کو اللہ فرماتا ہے فیکم رسولہ کہ تم میں اللہ کا بھیجا ہوا موجود ہے اب اس جگہ محمد رسول سلام علیہ کو مراد لینا بالکل غلط ہے کیونکہ آپ ہر زمانہ میں موجود نہیں"۔ اور پھر آپ ہی فرماتے ہیں کہ "اگر کہا جائے کہ رسولہ سے مراد رسول کی حدیثیں ہیں تو اس کا یہ جواب ہے کہ ہم اشاعت القرآن میں ثابت کر چکے ہیں کہ دین کے متعلق محمد رسول اللہ سلام علیہ کے زبان مبارک سے جو وحی خدا صرف قرآن مجید ہی ظاہر ہوا ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہوا قولاً یا فعلاً اللہ تعالے نے اس کو منسوخ کر دیا"۔

جواب از طرف خاکسار۔ مولوی صاحب آپ نے ان چند سطور میں راستی سے بالکل منہ پھیر لیا ہے۔ اب میرے جواب کو ذرا غور سے پڑھنا۔ احادیث کے متعلق تو میری اتنی عرض

ہے۔ کہ میں خود بھی اس بات کو مانتا ہوں کہ اکثر احادیث ایسی ہیں جن میں رسول اللہ صلعم کی پاک کلام کا مطلب لکھا گیا ہے اصلی الفاظ نہیں ہیں۔ ہاں کچھ ایسی بھی ہیں جو لفظ بلفظ اسی طرح سے موجود ہیں جیسے رسول اللہ صلعم کے منہ سے نکلیں ہے کیونکہ جب ہم اُن واقعات کو جو رسول اللہ صلعم کے منہ سے قبل از وقت بطور پیشگوئی کے نکلے تھے پورا ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور اپنے کانوں سے سنتے ہیں تو اُن کی سچائی میں ذرا بھی شبہ نہیں رہتا اور اُن کی سچائی پر خود قرآن مجید بھی گواہی دیتا ہے۔ جیسے فرمایا اللہ تعالےٰ نے عالم الغیب فلا یظہر علےٰ غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول ۲۹/۷۲ ترجمہ مولوی عبداللہ صاحب وہی غیب کا عالم ہے اور اپنے غیب کی باتیں کسی پر ظاہر نہیں کیا کرتا مگر ہاں اپنے برگزیدہ رسولوں پر کرتا ہے تفسیر القرآن صفحہ ۵۶۵ میرے خیال میں سوائے اُسکے جس کو رسول اللہ صلعم سے کوئی ذاتی بغض ہو اور کوئی بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اور احادیث کے متعلق ہمارے حضرت مسیح موعودؑ نے کیسا آب زر سے لکھنے والا فیصلہ دیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

وای جہالۃ اکبر من انہم ذھبوا الی اقوال شتّی و بعد القرآن لا یؤمنون۔ وانہ کتاب لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ وھل لیستوی الیقین والظنون۔ وان الاحادیث کلہا قد جمعت بعد مائۃ او مائتین۔ وان فرق الاسلام فیہا یتنازعون۔ و اما القرآن فلا شبہہ فیہ	اور اس سے زیادہ اور کیا جہالت ہو سکتی ہے کہ تم نے پریشان باتوں کو مانا ہوا ہے اور قرآن کے وعدہ کو قبول نہیں کرتے ہو اور قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے کہ باطل بکواس میں کسی طرح سے راہ نہیں اور کیا یہ ممکن ہے کہ یقین اور گمان برابر ہو جائیں اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ تمام حدیثیں ایک سو یا دو سو برس کے بعد جمع کی گئی ہیں اور مسلمانوں کے فرقے ان میں لڑتے جھگڑتے ہیں اور حقیقت میں قرآن مجید ہی ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شبہ نہیں اور وہی ہے

وانه هو الذی نزل صدقا
وحقا علی نبینا وخرج من
فیه وانتم فیه ترتابون۔
فبای حدیث بعده کا
تومنون - اتوثرون الظن
علی الذی قال اللہ فی
شانه انا نحن نزلنا الذکر
وانا له لحافظون - وقالوا
انا وجدنا اباءنا علی طریق
وانا علی اثارهم سالکون -
انظر کیف اقروا بترک
القران ثم انظر کیف یختصمون
وقالوا ان الاحادیث قد
اتفقت علی ما اعتقدنا
وان هم الا یکذبون - و
قد علموا ان اکثر الاخبار
النبی توافق القران والذی
لم یوافقه فقد وضعه الواضعون۔
وان العصمة من صفات القران خاصة
وان القصص لا تجری النسخ علیها کما انتم
تقرون - فان تفرون من حق حصحص
والام تجادلون - ارءیتم ان کنت من عند اللہ
ثم کذبتمونی فما بالکم ایها المکذبون۔
خطبہ الہامیہ صفحہ ۹۳۔

جو اللہ کریم نے ہمارے نبی پر نازل
کیا ہے اور اس کے پاک منہ سے نکلا
ہے کیا اس میں تم کو شک ہے - پس
کس حدیث پر قرآن کے بعد ایمان لاتے ہو
کیا اُس کتاب کو چھوڑ کر گمان کو اختیار
کرتے ہو جس کی شان میں خدا تعالےٰ
نے فرمایا ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر
وانا له لحافظون - اور یہ لوگ کہتے
ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو ایک راہ پر پایا
ہے اور ہم ان کے نقش قدم پر چلیں گے
دیکھ کہ کس طرح قرآن کو چھوڑنے کا اقرار
کرتے ہیں پھر دیکھ کہ کس طرح لڑتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ حدیثیں ہمارے عقائد کی
نسبت متفق علیہ ہیں اور وہ صریح اثبات میں جھوٹے
ہیں اور جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کی بہت حدیثیں
قرآن سے موافق ہوتی ہیں اور جو موافق نہیں وہ بے
شک موضوع ہیں اور معصوم ہونا قرآن مجید ہی
کی خاص صفت ہے اور قصے منسوخ نہیں جیسا کہ تم کو
خود اقرار ہے - اب ثابت اور واضح حق سے
کہاں بھاگو گے اور کب تک لڑو گے بھلا دیکھو
تو کہ اگر میں خدا کی طرف سے ہوا اور تم میری
تکذیب کرتے رہے تو اے تکذیب کرنے والو
تمہارا انجام کیا ہوگا "

اور آپ کے اشاعت القرآن کے جواب میں میں آپ کی تفسیر القرآن پیش کرتا ہوں جسکو بیچ کر آپ لوگوں کا مال کھاتے ہیں۔ دیکھو صفحہ ۸۲ جہاں آپ نے لکھا ہے۔

"دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حدیث بیان فرمائی ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے جو ان کو بذریعہ وحی حاصل ہوتی تھی بیان فرمائی ہے اپنی طرف سے کوئی بات بھی اس دین کے اندر انھوں نے شامل نہیں کی اور نہ کر سکتے تھے اور نہ ایسا کرنے کے مجاز تھے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے اور پکے رسول تھے کوئی حدیث مروی عنہ موجود نہیں ہے جس کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح نہیں ہوئی جس طرح خود الفاظ قرآن مجید کی تعلیم ہوتی تھی اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان احادیث صحیحہ کا ماخذ صرف قرآن کریم ہی ہے یا قرآن کریم کے علاوہ کوئی اور ماخذ سو ہر ایک شخص مومن و مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس بات پر پکا یقین اور اعتقاد رکھے کہ سوائے قرآن شریف کے کوئی اور ماخذ احادیث نبویہ کا نہیں ہے صرف قرآن شریف ہی ہر ایک دینی معاملہ کا ماخذ ہے اور بس اور جملہ احادیث صحیحہ نبویہ قرآن شریف ہی کا ترجمہ اور تفسیر اور تفصیل ہوتی ہیں اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ ان احادیث نبویہ کو حکمت کے نام سے یاد فرماتا ہے۔"

اب میں مولوی صاحب کے فیکم رسولہ پر غور کرتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کو لفظ فیکم سے ٹھوکر لگی ہے اور سر کے بل گرے ہیں۔ اس لئے میں ذیل میں چند آیات قرآن کریم سے پیش کرتا ہوں جن میں فیکم کا لفظ موجود ہے۔ اور جس کے معنے بھی اللہ کریم نے خود ہی حل فرما دیئے ہیں۔ جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے

کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم اٰیتنا ویزکیکم و یعلمکم الکتب والحکمۃ ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون ۳	اور جیسے ہم نے تم میں سے ہی تمہاری طرف اور تمہارے بیچ میں رسول بھیجا ہے اور وہ رسول ایسا ہے جو تم پر ہماری آیات پڑھتا ہے اور اپنی قوت روحانی سے تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تم کو کتاب اللہ اور دوسری باریک باتیں سکھاتا ہے اور تمکو وہ وہ علمی باتیں سکھاتا ہے جن کو تم خود بخود نہیں جان سکتے تھے پس تمکو چاہئے کہ ہر وقت مجھ یاد رکھا کرو تاکہ میں بھی تمہیں یاد رکھوں اور میرا شکریہ ادا کیا کرو اور ناشکری کر کے انکار مت کرو۔

ہر اعتراض کا جواب دینا مصنف کے ذمہ نہیں

تفسیر القرآن صفحہ ۸۳ کما ارسلنا فیکم رسولا منکم ۲/۲ ترجمہ مولوی عبدالله صاحب - جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم میں ہی کا عظیم الشان رسول محمد بھیجا۔

مولوی صاحب اب اگر حیا کا مادہ آپ میں کچھ بھی باقی ہے تو بہتر ہے کہ شرم کے مارے وطن چھوڑ کر بھاگ جاؤ۔ دیکھو خدا تعالےٰ نے آپ کے سوال کا جواب آپ ہی کیسی صفائی سے لکھوایا ہوا ہے۔ مولوی صاحب دیکھو فیکم کے معنے منکم کے کیسے صفائی سے لکھے ہیں۔ اور ساتھ ہی رسول کے معنی بھی صاف ہو گئے کہ وہ بھی منکم سے ہی ہے۔ مولوی صاحب منکم کا لفظ قرآن کریم میں تقریباً ۸۷ دفعہ آیا ہے اور فیکم تقریباً بارہ دفعہ - اور اس کے مخاطب ہمیشہ ذی عقل اور ذی روح انسان ہی ہوا کرتے ہیں نہ کہ بیجان کتابیں۔ کچھ شرم کرو کیوں افترا پر کمر باندھی ہے۔ آخر خدا کے پاس جانا ہے۔ طاعون سر پر کھڑی ہے اور آپ غفلت کی نیند سوتے ہیں آپ کو چاہئے تھا کہ عذاب الٰہی اور اس خطرناک ہلاکت کو جو زلزلوں سے ظہور میں آرہی ہے دیکھکر زمانہ کے موعود رسول کو مان جاتے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے

وما کان ربک مھلک القرای حتی یبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم ایتنا۔ وما کنا مھلکی القرای الا واھلھا ظلمون ۲/۹	اور تیرا رب کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتا جبتک کہ ان بستیوں میں سے بڑی بستی میں ایک رسول مبعوث نہ کرلے اور وہ رسول ان لوگوں کے سامنے اللہ کی آیتیں سنا نہ لیوے۔ اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے جبتک کہ وہاں کے لوگ گنہ اور ظلم پر دلیر نہ ہو جائیں
وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ۱۵/۲	اور ہم عذاب نہیں بھیجا کرتے جب تک کہ اس سے پہلے رسول مبعوث نہ کرلیویں۔
وتلک القرای اھلکنھم لما ظلموا وجعلنا لمھلکھم موعدا ۱۵/۲۰	اور یہ وہ بستیاں تھیں کہ جب وہاں کے لوگوں نے ہمارے رسولوں کا انکار کر دیا اور ظلم پر کمر باندھ لی تو ہم نے ہلاک کر دیا اور اس ہلاکت کیواسطے ہم نے پہلے ہی سے وعدہ کیا ہوا تھا

فکذبوہ فاھلکنھم ۱۹/۱۱	پھر جب وہ حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب میں دلیر ہو گئے تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔
وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون ذکری وما کنا ظلمین ۱۹/۱۵	اور ہم نے کوئی بستی بھی ہلاک نہیں کی جبتک کہ ہمارے مقرر اور رسول بھیج کر عذاب سے ڈرا نہ لیویں اور اچھی طرح سے نصیحت نہ کر لیویں اور ہمارا کام یہ نہیں ہے کہ بے وجہ کسی پر ظلم کریں۔
ولقد ارسلنا فیھم منذرین فانظر کیف کان عاقبۃ المنذرین الا عباد اللہ المخلصین ۲۳/۶	اور تحقیق ہم نے ان سے پہلی قوموں میں بھی عذاب الٰہی سے ڈرانیوالے رسول بھیجے تھے اور جب انھوں نے انکار کیا تو ان کو سزا دی گئی تو تو دیکھ تو سہی کہ وہ لوگ جن کو ڈرایا گیا تھا ان کا انجام کیسا ہوا تھا صرف وہی لوگ بچائے گئے تھے جو خدا تعالےٰ کو اخلاص سے یاد کرنیوالے تھے۔
وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون ۹/۱۸	اور اللہ کریم ان لوگوں کو عذاب نہیں کریگا جبتک وہ استغفار میں مشغول رہیں۔

معزز ناظرین آپ لوگ مولوی صاحب کی اس کاریگری کو جو انھوں نے لفظ فیکم کی مدد سے کی ہے انھیں کی تفسیر القرآن سے معلوم کر گئے ہوں گے اب میں نمونہ کے طور پر چند آیات قرآن مجید سے ایسی پیش کروں گا۔ جن میں فیکم کا لفظ استعمال ہوا ہے اور مراد اس سے محمد رسول اللہ صلعم ہیں نہ کہ کوئی بے جان چیز۔ اور یہ جو مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلعم ہر زمانے میں موجود نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں آپ کی ذات بابرکات

سے فیض پانے والے بزرگ پائے جاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی میں مولوی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ ایڈورڈ ہفتم اس وقت آپ لوگوں میں موجود ہے یا نہیں۔ اسکے احکام کو آپ لوگ مانتے ہیں یا نہیں؟ کیا رسول اللہ صلعم کے احکام کو ماننے کے لئے ان کے پاک وجود کا ہمارے پاس ہونا ضروری ہے؟ آپ لوگوں کو اصل میں حق کے قبول کرنے کی ضرورت نہیں فقط قرآن مجید میں لکھا ہے کہ اولوالامر کی اطاعت کرو تو کیا اس سے یہ مراد ہے کہ اسکے وجود کو پاس رکھ لو۔ مولوی صاحب خدا سے ڈر کر سوچو کہ کیا انسان انسان کی اطاعت کیا کرتا ہے۔ یا کسی بے جان چیز کا غذات وغیرہ کی؟ کیا اگر آپ قرآن مجید کو سمجھ نہیں سکتے تھے تو یہ مصرع بھی بھول گئے تھے کہ ع کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ افسوس صد افسوس۔

اب نیکم کا حال ذرا اور تفصیل سے سُنئے!

فرمایا اللہ تعالےٰ نے۔

واذ قال موسیٰ لقومہ یٰقوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء ۵/۲۰	اور جب موسےٰ نے اپنی قوم کو کہا کہ اے میری قوم اللہ کی وہ نعمتیں جو اُس نے تم پر کیں تھیں یاد کرو کہ جب اُس نے تم میں سے ہی نبی مبعوث کئے تھے۔
واعلموا ان فیکم ضعفاً ۸/۶۵	اور ہم نے جان لیا کہ تم لوگ کمزور ہو۔
ولیجدوا فیکم غلظۃً ۹/۱۲۳	اور چاہیے کہ کافر لوگ تم میں سختی معلوم کریں
ولقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ ۱۰/۱۷	اور تحقیق اس سے پہلے میں نے تمہارے ہی درمیان عمر بسر کی ہے۔
واعلموا ان فیکم رسول اللہ	اور جان لو کہ اللہ کا رسول یعنی محمد رسول اللہ صلعم

لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم ۲۶/۱۳	تم میں موجود ہے اگر وہ بہت سے امور میں تمہاری بات مان لیا کرے تو پھر تمہیں تکلیف اُٹھانی پڑے۔

مندرجہ بالا آیات نے صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ نعیکم رسول اللہ سے محمد رسول اللہ سلام علیہ ہی مراد ہیں نہ کہ قرآن مجید۔ میرا ارادہ تھا کہ مولوی صاحب کی ہر ایک پیش کردہ آیت لیکر صحیح ترجمہ کر دیا جاتا مگر مجھے اسبات کا اندیشہ ہے کہ کہیں میرا رسالہ طوالت نہ پکڑ جاوے اور مبادا پھر بعض نازک مزاج لوگوں کو پڑھنے سے گھبراہٹ ہو۔ اس لئے میں انھیں آیات کو لوں گا جن پر جھگڑا لویوں اور ان کے رہبر مولوی عبداللہ صاحب کو بڑا ناز اور فخر ہے۔

مولوی صاحب اپنی مدلل نماز کے صفحہ ۲۳ پر یوں لکھتے ہیں۔

یا ایھا الناس قد جاءکم الرسول بالحق من ربکم ۶/۳	ترجمہ مولوی عبداللہ صاحب۔ اے جن و انس تحقیق تم لوگوں کے پاس کامل صفات جامع کمالات رسول جو کہ سراسر حق ہے تمہارے رب کے پاس سے آیا ہے۔

اور پھر ان الفاظ پر جن پر مینے بھی خط کھینچ دیا ہے ایک لکیر کھینچی ہوئی ہے۔ شاید مولوی صاحب کو ان الفاظ کی زیادہ ضرورت ہوگی۔ اور پھر اس کے بعد دوبارہ سہ بارہ وہی باتیں درج کی ہیں جن کا جواب میں دے چکا ہوں مگر یہاں چند ایک نئے دلائل بھی لکھے ہیں جن پر فائدہ عام کے لئے غور کیا جاتا ہے۔

مولوی صاحب کی اپنی مدلل نماز صفحہ ۲۴۔ قد جاءکم الرسول بالحق من ربکم سے یہ مراد ہے کہ رسول آسمان سے آیا ہے لیکن محمد رسول اللہ سلام علیہ آسمان سے نہیں اُترے بلکہ آپ زمین پر مانند دیگر انسانوں کے پیدا ہوئے پس اس آیت میں الرسول سے مراد محمد رسول اللہ سلام علیہ نہیں ہو سکتے ہاں آسمان سے قرآن مجید بیشک آیا ہے اور اس لئے اس آیت میں رسول سے مراد قرآن مجید ہی ہو سکتا ہے۔ پھر صفحہ ۲۵

پر اپنی عقلمندی اور فلسفہ دانی یوں ظاہر کرتے ہیں۔
"کہ من ربکم کے معنے ہیں تمہارے رب کے پاس سے یعنے جہاں رب ہے وہاں سے اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس جگہ رب ہو وہاں سے اور رب بالاتفاق آسمان پر ہے پس ثابت ہوا کہ جاء من رب کے معنے ہیں آسمان سے آیا"۔

جواب از طرف خاکسار۔ واہ مولوی صاحب واہ۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔ بہتر ہو اگر آپ خود بخود چند ماہ کے لئے پاگل خانہ میں چلے جاویں ورنہ وہ دن نزدیک ہے کہ بیگانہ بوٹ گھسیٹ کر لیجاوینگے۔ مولوی صاحب اگر من ربکم کے معنے آسمان سے آپ نے کئے تھے تو خدا تعالےٰ نے من السماء ہی کیوں نہ لکھ دیا۔ مولوی صاحب آپ جاگتے ہیں یا سوئے ہوئے ہیں ذرا لحاف سے منہ تو باہر نکالیں اور ہمیں بھی بتائیں کہ کیا یہ کوئی خاص خدا آپ کا ہی ہے جو آسمان کے کسی گوشہ میں بیٹھکر غلطی پر غلطی کرتا ہے یا کہ وہی خالق الکل خدا ہے جس نے سب آسمان و زمین بنائے۔ مولوی صاحب اگر ایسے خدا کا آپ جیسا فلسفی منشی بن جاوے تو پھر تو اندھیر ٹپہ جاوے۔ پھر تو آسمان کا زمین اور زمین کا آسمان بنا دیا ایک بائیں ہاتھ کا کرتب ہو۔ جب آپ گوجرانوالہ میں تشریف لائے تھے اور میں چند آدمیوں کو ساتھ لیکر آپ سے بعض مسایل پوچھنے کے لئے گیا تھا اور آپ نے انکار کر دیا تھا۔ اُس وقت میں نے سُنا تھا کہ آپ حضرت عیسٰی کی حیات کی نسبت کچھ لکھ چکے ہیں جو عنقریب شایع ہوگا۔ اس لئے اب مجھے اندیشہ ہو گیا ہے کہ کیا آپ کا خدا عیسےٰ ہی تو نہیں جسکو آسمان پر جگہ دینے کے لئے آپ اتنی کوشش کر رہے ہیں۔ اور کیا عیسےٰ کی حیات پر بڑی دلیل آپ کے پاس یہی تو نہ ہوگی کہ چونکہ قرآن میں لکھا ہے رفعہ اللہ الیہ اور اللہ بالاتفاق آسمان پر ہے اس لئے عیسٰی آسمان پر ہے۔

مولوی صاحب کس نکتہ سنج نے آپ کو یہ سبق دیا ہے کہ قرآن آسمان سے بارش کی طرح اُترتا ہوا دکھائی دیا تھا اور محمد رسول اللہ صلعم نازل ہوتے ہوئے دکھائی نہیں دیتے وہ قرآن مجید کی کونسی آیت ہے جس سے آپ کو ایسا شک پیدا ہوا۔ مولوی صاحب آپ کا خدا میرے خیال میں مریم صدیقہ مرحومہ کا فرزند ارجمند ہے۔ جس کی جگہ آپ آسمان میں مقرر کرتے ہیں۔ اور جو عرصہ ہوا سری نگر محلہ خان یار میں مدفون ہے اور جس کی نسبت قرآن مجید میں لکھا ہے۔

وجعلنا ابن مریم وامه ایة و اوینہما الی ربوة ذات قرار ومعین ۵۱	اور ہم نے عیسیٰ اور اسکی ماں کو ایک سخت تکلیف اور رنج کے بعد دنیا میں سب سے بلند ٹیلہ کی طرف پناہ دی جہاں وہ آرام سے رہے اور اس جگہ خوشگوار پانی کے چشمے بھی جاری تھے

لیکھرام کے شیاق مولوی صاحب اتنا تو آپ ضرور جانتے ہی ہونگے کہ اوی کا لفظ عربی زبان میں سخت تکلیف اور مصیبت کے بعد جب کسی کو پناہ دیجاوے تو بولا جاتا ہے اور حضرت عیسیٰ اور اُس کی والدہ ماجدہ پر وہی سخت تکلیف تھی جب یہودیوں نے پھانسی پر چڑھانے کے لئے پکڑا تھا۔ اور جسکے بعد آپ لوگ عیسے کو آسمان پر چڑھا دیتے ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ ہم دنیا میں سے جو سب سے زیادہ اونچا ٹیلہ ہے اُس کی طرف لے گئے۔ اب مولوی صاحب یہاں جغرافیہ کا سوال پیدا ہو جاتا ہے اور ایک پرائمری کا لڑکا بھی اسکا جواب دے سکتا ہے۔ ✗ چونکہ حضرت عیسے کی وفات اور حضرت مسیح موعود کی صداقت کے دلائل میں ایک علیحدہ رسالہ میں لکھنا چاہتا ہوں اس لئے میں اس بحث کو چھیڑنا نہیں چاہتا بلکہ اصل بات دریافت کرنی چاہتا ہوں۔ کہ قرآن مجید میں تو لکھا ہے قد جاءکم الرسول بالحق من ربکم اور آپ کہتے ہیں من السماء مراد ہے اسکا مطلب کیا ہے اور اس قدر دھوکا دینے سے آپکو فایدہ کیا ہوگا۔ قرآن مجید میں کچھ اور لکھا ہے اور آپ کچھ اور ہی پیش کرتے ہیں۔ اگر قرآن آسمان سے آیا تھا۔ تو تمہیں مبارک ہو میں تو ایسی لغو باتوں کو نہیں مانا کرتا میرا تو یہی خیال ہے اور غالباً یہی خیال سب مسلمانوں کا ہوگا کہ قرآن مجید رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کی پاک کلام ہے۔ اور یہی بات قرآن مجید میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ اور اس آیت میں بھی یہی لکھا ہے۔ اور اس آیت کا ترجمہ بھی درست یہی ہو سکتا کہ اے جن وانس تحقیق تم لوگوں کے پاس محمد رسول اللہ صلعم قرآن مجید

لہ میں نہیں جانتا کہ مولوی صاحب حضرت عیسیٰ کی حیات زمین پر ہی کسی نامعلوم جگہ پر مانتے ہیں۔ اور ذرا نہیں سوچتے کہ زمین پر تو وہ بنی اسرائیل کو وعظ سنانے اور خدا کی طرف بلانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے پھر خاموش کیوں ہو گئے اور بنی اسرائیل سے خدا کے حکم کے برخلاف کیوں کنارہ کش ہو گئے۔ مفصل جواب کے واسطے دیکھو ظہیر نمبر ۲۔ مولوی صاحب کو اپنا آسمانی خدا بھول گیا ہوگا ورنہ الیہ کا ضمیر اللہ کی طرف آسمان پر پھیرتے۔

✗ کہ دنیا میں سب سے اونچا ٹیلہ کون سا ہے لیکن

کو لے کر اپنے رب کی طرف سے آیا ہے"۔ مولوی صاحب اگر آپ کے خیال میں خدا آسمان پر تخت نشین ہے اور ۱۳۲۴ برس گذرے کہ بولا کرتا تھا اور اب اس کی سب طاقتیں زائل ہوگئیں ہیں اور پیر فرتوت کی طرح بولنے سے بھی عاری ہے۔ اور خواہ کوئی کتنا گڑگڑائے رو ئے اور چلائے اور اس کی محبت میں از خود رفتہ ہو کر اپنے آپ کو بھی بھول جائے۔ مگر وہ ہے جو آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ اور یہ کہ مکہ کی بستی میں محمد رسول اللہ صلعم پر قرآن مجید کے ورق پھینکا کرتا تھا تو آپ کے خیال میں کافروں اور منکروں کی اُس کلام کا کیا مطلب تھا اور ہے جس کا مطلب قرآن مجید میں اس طرح پر درج ہے۔

ان ہذآ الا اساطیر الاولین ۵

اور یہ قرآن پہلے لوگوں کے قصہ جات ہی ہیں۔

وقالوا اساطیر الاولین اکتتبہا فہی تملیٰ علیہ بکرۃ وّاصیلا ۱۶

اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ قرآن پہلے قصوں کی نقلیں ہیں جن کو لکھ لیا گیا ہے اور جو صبح اور شام اس کو سکھائے جاتے ہیں۔

مولوی صاحب یہ تو آپنے بے دھڑک لکھ لیا کہ رب بالاتفاق آسمان پر ہے لیکن خدا ناظرین کو بھی تو بتایا ہوتا کہ یہ کن لوگوں کا اتفاق ہے کہ یا افترا پر ہی کمر باندھ لی ہے۔ کیا آپ نے در پردہ عیسائیوں سے تو اتفاق نہیں کر لیا۔ گورو کل گوجرانوالہ کے جلسہ تک تو مَیں نے ایسا خدا نہیں دیکھا تھا۔ جس کی جگہ آپ کو معلوم ہو گئی ہو اور سب نے آپ کے ساتھ اتفاق کر لیا ہو۔ مولوی صاحب آپ کا خدا آسمان پر رہتا ہے یا مسلمانوں کا؟ اور ایسے محمد و خدا کو کوشش کر کے کسی دن پکڑ کیوں نہیں

---

۱۵ - خدا تعالےٰ میں کلام کرنے کی صفت بھی پائی جاتی ہے اور وہ ہمیشہ اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ سے کلام کرتا رہا ہے اور اپنی ہستی کا آپ ثبوت دیتا رہا ہے۔ جیسے وہ ابد بھی سنتا اور دیکھتا ہے ویسے ہی وہ اب بولتا بھی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ وہ بولتا تو نہیں مگر سنتا ہے، تو اس کا یہ جواب ہے کہ خدا کا وحی بھیجنا یا کلام کرنا بھی ایک ایسی صفت تھی جس پر دوسری صفتوں کا بھی دار و مدار تھا اگر وہ بولتا نہیں تو اسبات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ سنتا ہے خدا کی صفات کبھی معطل اور بیکار نہیں ہوتیں وہ حی قیوم اور زندہ خدا ہے اور وہ ازل سے اپنی ذات اور صفات کے ساتھ قائم بالذات ہے اور ابد تک رہے گا۔ منہ

لاتے ؟ مولوی صاحب آخر جو آسمان پر بیٹھا ہوا ہے اور زمین پر نہیں وہ آسمان سے کسی قدر قد میں چھوٹا ہی ہوگا تو بیٹھ گیا ورنہ یونہی تو بیٹھنا مشکل تھا۔ اور پھر اس گورکھ دھندہ کو بھی مہربانی کرکے ذرا حل کردیں کہ آسمان ہیں سات اور تمہارا خدا ساتوں آسمانوں پر بیٹھا ہوا ہے یا کسی ایک پر۔ اور وہ لوگ جو ہمارے انٹی پوڈز ہیں یعنے امریکہ میں رہنے والے آیا جو آسمان ان کو دکھائی دیتا ہے اسپر بیٹھا ہوا ہے یا اُس آسمان پر جو ہمیں دکھائی دیتا ہے اور پاکرۂ زہرہ پر یا ایٹیا سفیر کی طرح ہماری زمین کے ارد گرد رہتا ہے۔ اور مہربانی کرکے اسبات کا جواب بھی ضرور دیں کہ آپ کا خدا تو ہوا آسمان پر اس کے کسی گوشہ میں یا اس کے کسی حصہ پر تو کیا کوئی لامحدود ہستی بھی ہے یا نہیں ؟

مولوی صاحب یہ جو آپ فرمایا کرتے ہیں "کہ اب رسولوں اور نبیوں کی ضرورت کوئی نہیں" میرے خیال میں اس کی یہی وجہ ہوگی کہ جس خدا کو نبیوں نے آنکر ظاہر کرنا ہے اور جس ہستی کا رسولوں نے آن کر پتہ دینا ہے وہ تو آپ کو معلوم ہو گیا۔ معلوم کیا اس کی جگہ کا اور اصلی مکان کا نقشہ بھی دیکھ لیا۔ تو اب ضرورت ہی کیا ہے جو خاص مکان والے سے لامکان والے کی تلاش کرتے پھریں۔ شاباش مولوی صاحب شاباش۔ اور پھر اسبات کا بھی جواب دیں کہ اس خدا کے آپ واقف کس طرح سے بن گئے ہیں آیا آپنے اپنے علم اور لیاقت سے اس کو معلوم کیا ہے۔ یا اس نے خود آپ کو بُلایا ہے۔ اور یہ جو جزا سزا کا مسئلہ ہے یہ بھی آپ نے خود ہی اپنے گلے مڑھ لیا ہے یا اس نے خود آپ کو بتایا ہے کہ میری ان باتوں پر عمل کرو ورنہ سزا پاؤ گے۔ اور وہ جو آسمان پر بیٹھ رہا ہے پہلے ہی بولا کرتا تھا یا اب بھی اس میں یہ طاقت ہے ؟ اور جب وہ محدود ہے تو تمام جہان کا علم اس کو کس طرح سے حاصل ہوتا ہے۔ مہربانی کرکے ذرا مجھے بھی سمجھا دیں تاکہ ایک اعلےٰ فلسفہ دانی ہر ایک کو معلوم ہو۔

چونکہ آپ اہل قرآن ہونے کا دم مارتے ہیں۔ اس لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ قرآن مجید نے کیا خدا پیش کیا ہے اور وہ کس جگہ رہتا ہے۔ آیا آپ کے کہنے کے مطابق صرف آسمان پر ہی ہے یا کوئی جگہ نہیں جہاں وہ نہیں۔

فرمایا اللہ تعالےٰ نے اپنی کامل اکمل اور مفصل کتاب میں

اللہ لآ الٰہ الا ھو الحی القیوم ۳/۲	اللہ وہ پاک ذات ہے جو اپنی ذات اور صفات میں واحد لاشریک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حی بالذات اور قائم بالذات ہے بجز اس کے کوئی چیز حی بالذات اور قائم بالذات نہیں یعنے اس کے بغیر کسی چیز میں یہ صفت پائی نہیں جاتی کہ بغیر کسی علت موجودہ کے آپ ہی موجود اور قائم رہ سکے۔
لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر ۶/۱۹	آنکھیں اوسکو دیکھ نہیں سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے۔ اور وہ لطیف ہے اور ہر ایک چیز کی خبر رکھنے والا ہے
لیس کمثلہ شیٔ وھو السمیع البصیر ۴۲/۱۱	اس کی مثل کوئی چیز بھی نہیں اور وہ سُنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔
ونحن اقرب الیہ من حبل الورید ۵۰/۱۶	اور ہم آدمی کو اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں
ھو الاول والآخر والظاھر والباطن ۵۷/۲	وہی پہلے اور وہی پیچھے وہی باہر اور وہی اندر یا وہی غالب اور حکمران ہے
وھو معکم این ما کنتم ۵۷/۴	اور جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔

صفحہ ۲۶ پر مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ امر اول کہ قد جاءکم من ربکم سے آسمان سے نازل ہونا مراد ہے ثابت کیا جا چکا ہے اب امر دوم کا ذکر کیا جاتا ہے کہ فرمانبرداری کے لئے آسمان سے صرف مجید ہی آیا ہے پس واضح ہو کہ دو چیزیں مسلمانوں میں واجب الاتباع سمجھی جاتی ہیں اول محمد رسول اللہ سلام علیہ دوم قرآن مجید لیکن کسی مسلمان کا یہ اعتقاد نہیں کہ محمد رسول اللہ سلام علیہ آسمان سے نازل ہوئے ہیں اور قرآن مجید کے آسمان سے نازل ہونے میں کسی مسلمان کو کلام ہی نہیں پس ثابت ہوا کہ آسمان سے فرمانبرداری کے لئے قرآن مجید ہی آیا ہے۔

جواب از طرف خاکسار۔ مولوی صاحب آپ کے ان دلائل کو جاہل ہی قبول کریں تو کریں عقلمند ایسی باتوں پر ہنسا کرتے ہیں۔ ہم نے تو کبھی کسی مسلمان سے یہ نہیں سنا کہ فرمانبرداری کروانے کے لئے قرآن مجید آسمان سے آیا ہے پس مولوی صاحب پہلے امر کی بابت یہ عرض ہے کہ قرآن مجید

ہیں من بہکم لکھا ہے اور آپ من اسمار کا ترجمہ کر رہے ہیں اور جو کچھ آپنے دلائل دئے ہیں انکی تردید بھی کافی ہو چکی۔ اب رہا امر دوم سو میں پوچھتا ہوں کہ اگر آپ کے کہنے بموجب مسلمانوں میں دو ہی چیزیں واجب الاتباع سمجھی جاتی ہیں تو پھر گورنمنٹ والدین اور دیگر بزرگوں اور استاذہ کی کیوں اطاعت اور متابعت کی جاتی ہے؟ نزول کی نسبت میں اپنے دوسرے رسالہ میں مفصل بحث کرونگا۔ افسوس کہ آپنے گوجرانوالہ میں نزول بھی کیا اور آپ کے نازل ہونے کی خبر سنکر لوگ آپ کی خدمت میں میرے ساتھ حاضر بھی ہوئے مگر آپ نے گریز اختیار کیا اب میں دیکھوں گا کہ اس رسالہ کا آپ کیا جواب دیتے ہیں۔ مولوی صاحب نزول کے معنے ہر جگہ آسمان سے اترنے کے نہیں ہوا کرتے۔ اللہ کریم فرماتا ہے۔

وانزلنا الحدید ۲۷/۱۹ اور ہم نے لوہا نازل کیا۔ تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ آسمان سے گرایا۔ افسوس کہ آپ لوگ اہل قرآن ہونے کا دعوے کرکے لوگوں کو دھوکا دیتے ہو۔ مولوی صاحب اہل کتاب بننا یا اہل قرآن بننا کوئی مشکل بات نہیں مشکل تو اہل ایمان بننا ہے۔ افسوس کہ آپ خود بخود اہل کتاب بن گئے۔ اور اہل ایمان بننے کی خواہش تک بھی نہ کی۔ اور یہودیوں سے بڑھ چڑھکر قدم مارا۔ نمازیں بدلالیں کتاب اللہ میں تحریف کرنی شروع کردی۔ اور وہ سب کام بڑے زور شور سے کرنے شروع کردئے جو کہ یہودیوں کے لئے مخصوص تھے اور جن کی تنصیحات سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے اور خدا تعالےٰ نے آپ لوگوں کو منع بھی کیا کہ یہودی نہ بننا اور پہلے یہودیوں سے عبرت حاصل کرنا اور نہ صرف منع کیا بلکہ ایک عجیب دعا بھی سکھائی جو قرآن مجید میں درج ہے اور جس کے معنے یہ ہیں کہ یا الٰہی ہمیں ان یہودیوں میں سے نہ بنانا جن پر دنیا میں ہی تیرا غضب ہوا تھا۔ مگر افسوس کہ آپ نے خدا کی بھی نہ مانی۔ گو اس بات کا مفصل ذکر انشاء اللہ تعالیٰ میں اپنے دوسرے رسالہ میں کرونگا مگر مختصر طور پر میں اس جگہ یہ پوچھنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ خصایل یہودیوں کی آپ لوگوں میں پیدا ہو گئے تو کیا عیسےٰ ابھی تک نہ آیا ہوگا جس کی مخالفت کا یہ سب نتیجہ ہوتا ہے اور رہے۔ کیا پہلے یہودی ہی واپس آگئے ہیں جو عیسےٰ بھی پہلا ہی آوے جیسے یہ یہودی پہلے یہودیوں کے مثیل ہیں ویسے ہی یہ عیسےٰ علیہ السلام بھی اُس پہلے عیسےٰ

کے مثیل ہیں۔ مولوی صاحب سوچو تو سہی کہ یہودی بننے کو یہ امت اور عیسےٰ کی انتظار کسی اور جگہ سے کیجاوے۔ ہائے غضب آپ لوگوں کو کیا ہو گیا۔ سب باتیں اپنے ہاتھوں سے پوری کرتے ہو اور پھر مسیح موعودؑ کو کاذب اور مفتری بھی قرار دیتے ہو۔ مگر مولوی صاحب خدا کی باتیں پوری ہو کر رہتی ہیں۔ کاش کہ آپ سمجھیں۔

آپ کہتے ہیں کہ کسی مسلمان کا یہ اعتقاد نہیں کہ محمد رسول اللہ سلام علیہ آسمان سے نازل ہوئے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ قرآن مجید کو آسمان سے نازل ہوتے آپ نے دیکھا تھا یا آپ کے آباؤ اجداد نے دیکھا تھا۔ محمد صلعم کو رسول اللہ تو آپ بھی مانتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ کریم کے پاس گئے ہوں گے تو اس کا پیغام لائے ہوں گے۔ یونہی رسول اللہ کس طرح بن گئے۔ من اللہ کے معنے اگر آپ آسمان سے آنے کے کرتے ہیں (حالانکہ اللہ کریم ہر جگہ حاضر ناظر ہے اور اسکے معنے اللہ کی طرف سے آنے کے ہیں)۔ تو پھر رسول اللہ کے معنے بھی یہ ہی کر دیں کہ آسمان سے آنے والا رسول۔ دونوں چیزیں اللہ ہی نے بھیجیں ہیں یعنے محمد رسول اللہ صلعم اور قرآن شریف اب اگر اللہ آسمان پر ہی ہے اور زمین پر نہیں جیسا کہ آپ فرماتے ہیں تو پھر یہ کہنا پڑیگا کہ محمد رسول اللہ صلعم بھی آسمان سے آئے اور قرآن مجید کو بھی آسمان سے لیتے آئے۔ ایک جگہ اللہ کے معنے آسمان کر لینا اور دوسری جگہ نہ کرنا یہ کونسی ایمانداری ہے؟ اور یہ کہ قرآن مجید کے آسمان سے نازل ہونے میں کسی مسلمان کو کلام ہی نہیں۔ سو واضح ہو کہ جن معنوں میں ہم لوگ یہ مانتے ہیں کہ قرآن مجید آسمان سے نازل ہوا ہے انھیں معنوں میں ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلعم آسمان سے تشریف لائے ہیں۔ کیا آپ کو قرآن مجید کی یہ آیت یاد نہیں رہی

ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی ۵۳/۸ | پھر محمد رسول اللہ صلعم خدا تعالےٰ کے نزدیک ہوا اور پھر اس کی طرف سے مخلوق کی ہدایت کے لئے نیچے اترا پھر رہ گیا فرق دو کمان کے برابر یا اس سے بھی نزدیک اپنی نماز کے صفحہ ۲۷ پر مولوی صاحب موصوف یوں علمیت جتاتے ہیں کہ

قد جاکم من اللہ نور وکتب مبین ۵/۱۵ | ترجمہ مولوی عبد اللہ صاحب۔ اے لوگو تحقیق تمہارے پاس کامل صفات جامع کمالات نور یعنی عظیم الشان اور تمام مسائل دین

کے بیان کرنے والی کتاب اللہ کے پاس سے آگئی۔
اور پھر لکھتے ہیں۔ "جو لوگ اس جگہ نور سے محمد رسول اللہ سلام علیہ مراد لیتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ من اللہ کا لفظ یہاں بھی موجود ہے جیسا کہ پہلی آیات میں من رب کا لفظ موجود تھا"۔

مختصر جواب از طرف خاکسار۔ من اللہ اور من رب کی بحث کافی ہو چکی اور ہر ایک غبی سے غبی آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب قرآن مجید میں من اللہ اور من رب لکھا ہے تو ہم من السما کیوں سمجھیں۔

اگر محمد رسول اللہ صلعم کے فرمانبردار اصحاب آنحضرت صلعم کو نور سمجھتے ہیں۔ اور اس طرح سمجھنے میں غلطی پر ہیں تو کیا رسول اللہ صلعم کے دشمن جن کو چمگادڑ کی طرح نور سے دشمنی ہے راستی پر ہیں؟ آخر آپ انسان کے بچے ہیں۔ کچھ ہوش سے کام لیں۔ آیت میں تو یہ لکھا ہے کہ اللہ کی طرف سے نور بھی آیا اور کتاب مبین بھی آئی۔ یعنے محمد رسول اللہ صلعم بھی اللہ ہی کی طرف سے تشریف لائے اور اس کا پیغام یعنے قرآن شریف بھی اللہ ہی کی طرف سے لے کر آئے۔

پھر مولوی صاحب یوں رقمطراز ہیں۔

الذین یتبعون الرسول النبی ×××××× واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون ۵	ترجمہ مولوی عبد اللہ صاحب۔ جو لوگ تابعداری کرتے ہیں ہمارے رسول امی نبی کی ×× ×× یعنے تابعداری کرتے ہیں اس کامل نور کی جو اس کے ساتھ بھیجا گیا۔

اور پھر فرمایا ہے "اس آیت نے بڑی صراحت کے ساتھ فیصلہ کر دیا ہے کہ نور دیگر شے ہے اور محمد رسول اللہ سلام علیہ دیگر"

چونکہ مضمون طوالت پکڑتا جاتا ہے اس لئے مولوی صاحب کے بقیہ فاسد خیالات کو جو رسول اللہ صلعم کی توہین ہوتی ہے۔ ایک ہی جگہ میں درج کر کے جواب لکھتا ہوں مولوی صاحب موصوف اپنی نماز کے صفحہ ۲۹ سے ۳۲ تک وہ آیات درج کرتے

ہیں جن میں یا ایھا الذین اٰمنو کا لفظ درج ہے اور فرماتے ہیں کہ مومنوں میں محمد رسول اللہ صلعم بھی شامل ہیں اس لئے وہ کو نسا رسول ہے جس کی اطاعت کا ان کو حکم ہوتا ہے۔ اور پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ رسول سے مراد اگر محمد رسول اللہ صلعم لئے جاویں تو دو حکم ہو جاویں گے ایک اللہ کا اور ایک رسول کا اور خدا فرماتا ہے۔

ان الحکم الا للہ ۱۲/۴۰ صفحہ ۳۳۔ ترجمہ مولوی صاحب موصوف۔ اللہ کے سوائے اور کسی کا ذرہ بھر بھی کوئی حکم نہیں۔

اور پھر فرماتے ہیں دو حکموں کے ماننے سے قرآن مجید میں تخالف و تناقض ماننا پڑتا ہے اور پھر یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدو فیہ اختلافاً کثیرا۔

اور پھر چند آیات لکھتے ہیں جن سے ثابت کرتے ہیں کہ رسول سے مراد قرآن مجید ہی ہو سکتا ہے۔ منجملہ ان آیات کے مندرجہ ذیل آیت کو صفحہ ۳۰ پر بڑے زور شور سے درج فرماتے ہیں۔

انا ارسلنک شاہداً و مبشراً و نذیرا لتومنوا باللہ و رسولہ ۲۶/۴۸

ترجمہ مولوی صاحب۔ (اے محمد) ہم نے تجھکو اپنا پیغام (قرآن) حق کو ظاہر کرنے والا اور مومنوں کو خوشخبری دینے والا اور کافروں کو ڈرانے والا دیا ہے تاکہ تم سب لوگ اللہ اور اس کے بھیجے ہوئے پیغام (قرآن مجید) کے ساتھ ایمان رکھو۔

اور پھر صفحہ ۱۴ پر یوں لکھتے ہیں۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ۳/۳۲ ترجمہ مولوی صاحب

اے صاحب قرآن کہہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ محبت کریگا۔

اس آیت میں ہر ایک مسلمان قیامت تک قل کا مخاطب ہے اور ہر ایک مسلمان قیامت تک یہ کہہ سکتا ہے کہ میری پیروی کرو کوئی قرینہ اس امر کا موجود نہیں کہ اس آیت کے مخاطب خاص محمد رسول اللہ سلام علیہ ہی ہیں اب رہا یہ امر کہ پیروی اور اتباع سے کیا مراد ہے؟ پس واضح ہو کہ پیروی و اتباع سے صرف یہ مراد ہے کہ جس طرح قرآن مجید پر میں عمل کرتا ہوں اسی طرح تم بھی عمل کرو۔ کسی مومن یا رسول کا ہر ایک فعل واجب

الاتباع نہیں ہوتا - اور پھر اس کی تائید میں آل فرعون کے ایک مومن آدمی کی مثال پیش کرتے ہیں کہ اس نے کہا تھا -

یقوم اتبعون ۲۴/۴۰ ترجمہ - اے میری قوم میرا اتباع کرو"

جواب از طرف خاکسار - مولوی صاحب جس کسی نے رول نمبر ۱ کو غور سے پڑھا ہوگا وہ آپ کی کاریگری کو اچھی طرح سے معلوم کر گیا ہوگا - مولوی صاحب میں اللہ کو بھی نور مانتا ہوں محمد رسول اللہ صلعم کو بھی نور مانتا ہوں اور قرآن مجید کو بھی نور مانتا ہوں - مجھے محمد رسول اللہ صلعم سے کوئی دشمنی اور عناد نہیں بلکہ میں ان کو افضل الرسل خاتم الانبیاء اور شفیع المذنبین سمجھتا ہوں اور اس پر دل وجان سے یقین رکھتا ہوں - اسبات کو کہ محمد رسول اللہ کو قرآن شریف میں نور کر کے بھی پکارا گیا ہے میں پچھلی آیت میں ثابت کر آیا ہوں اور قرآن مجید کا نور ہونا آپ بھی مانتے ہیں اور میں بھی مانتا ہوں اب اس بارہ میں آیت لکھی جاتی ہے کہ اللہ کریم پر بھی نور کا لفظ بولا گیا ہے - مگر بے وقوفوں کی طرح یہ نہ سمجھ لینا کہ چونکہ خدا بھی دیکھتا ہے اور انسان بھی دیکھتا ہے اس لئے دیکھنے میں دونوں برابر ہیں جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وما قدروا اللہ حق قدرہ ۲۲/۷۴ و ۶/۹۱ اور تم لوگ اللہ کو اتنا نہیں سمجھتے جتنا کہ سمجھنا وہ ہے - اور جس آیت میں اللہ پر نور کا لفظ بولا گیا ہے وہ آیت میں ذیل میں درج کرتا ہوں اور اسبات کو ذرا اچھی طرح سے سمجھنا کہ اسی آیت سے محمد رسول اللہ صلعم کا اور قرآن مجید کا نور ہونا بھی ثابت ہوتا ہے - فرمایا اللہ تعالےٰ نے

اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیء ولو لم تمسسہ نار نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیء علیم ۲۴/۳۵

اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور اس کے خاص نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق اس میں ایک چراغ اور وہ چراغ رکھا گیا ہو ایک شیشہ میں اور شیشہ کوکب دری کی طرح چمکنے والا ہو تیل جلتا ہے اس میں زیتون کے مبارک درخت سے جو نہ ہی شرقی ہے اور نہ ہی غربی۔ نزدیک ہے کہ وہ تیل روشن ہو جاوے اگرچہ آگ اس کو لگی بھی نہ ہو اور پھر وہ نور علیٰ نور ہو گیا اور اللہ اپنے نور کی طرف جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

اور اللہ لوگوں کے واسطے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ کو ہر ایک چیز کا علم ہے مولوی صاحب پیشتر اس کے کہ میں اس مثال کا مطلب مختصر طور پر بیان کروں اور مطلب بھی وہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں سکھایا ہے اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ یہ جو میں نے ترجمہ میں خاص نور لکھا ہے۔ اس کی بابت کچھ عرض کروں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کریم کا ایک نور عام ہے اور ایک نور خاص ہے اور یہ بات بالکل درست ہے اللہ کریم کے دو طرح کے فعل ہوتے ہیں ایک وہ جو عام مخلوقات سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک وہ جو مقربین اور مخلصین کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور اس بات کو واضح کرنے کے لئے لفظ رحمٰن اور رحیم بہت عمدہ مثال ہے۔ رحمٰن کے معنے ہیں بغیر اعمال کے دینے والا اور یہ جو ہوا آگ پانی وغیرہ اشیاء اللہ کریم نے ہمیں عنایت فرمائی ہیں یہ ہمارے کسی عمل کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ یہ خدا تعالیٰ کی رحمانیت کا تقاضہ ہے۔

اور رحیم کے معنے ہیں۔ عمل کا پھل دینے والا اور بڑھکر پھل دینے والا اور اگر آپ قرآن مجید کو غور سے پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ خدا کی رحمت مومنوں سے خاص کی گئی ہے دوسرے کا اس میں کوئی حصہ اور دخل نہیں جیسے فرمایا اللہ تعالےٰ نے

ان الذین اٰمنوا والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمت اللہ واللہ غفور رحیم ۲۱۸

جو لوگ ایمان لائے اور خدا کے لئے وطنوں سے یا نفس پرستیوں سے جدائی اختیار کی اور خدا کی راہ میں کوشش کی وہ خدا کی رحیمیت کی امیدوار

ہیں اور خدا غفور اور رحیم ہے یعنے اس کا فیضان رحمیت ضرور ان لوگوں کے شامل حال ہو جاتا ہے اور پھر فرمایا۔ ان رحمت اللہ قریب من المحسنین ۷/۵۶ رحمیت الٰہی انھیں لوگوں سے قریب ہے جو نیکوکار ہیں۔

اور پھر ایک اور جگہ فرمایا۔ وکان بالمومنین رحیما ۳۳/۴۳ خدا کی رحمیت صرف ایمانداروں سے خاص ہے۔ جس سے کافر کو یعنے بے ایمان اور سرکش کو حصہ نہیں۔

اب میں مثال کا مطلب بیان کرتا ہوں اور یاد رہے کہ اللہ کریم مثال اس لئے بیان کرتا ہے کہ تا اس دقیقۂ نازک کے سمجھنے میں ابہام اور دقت باقی نہ رہے۔ پہلے تو اللہ کریم فرماتا ہے کہ ہر ایک نور جو بلندی اور پستی میں نظر آتا ہے خواہ وہ ارواح میں ہے خواہ اجسام میں اور خواہ ذاتی ہے اور خواہ عرضی اور خواہ ظاہری ہے اور خواہ باطنی اور خواہ ذہنی ہے خواہ خارجی اسی کے فیض کا عطیہ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت رب العالمین کا فیض عام ہر چیز پر محیط ہو رہا ہے اور کوئی چیز اسکے فیض سے خالی نہیں وہی تمام فیوض کا مبدا ہے اور تمام انوار کا علت العلل اور تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے اسی کی ہستی حقیقی تمام عالم کی قیوم اور تمام زیر و زبر کی پناہ ہے وہی ہے جس نے ہر ایک چیز کو ظلمت خانہ عدم سے باہر نکالا اور خلعت وجود بخشا بجز اس کے کوئی ایسا وجود نہیں کہ جو فی حد ذاتہ واجب اور قدیم ہو یا اس سے مستفیض نہ ہو بلکہ خاک اور افلاک اور انسان اور حیوان اور حجر اور شجر اور روح اور جسم سب اسی کے فیضان سے وجود پذیر ہیں۔ یہ تو عام فیضان ہے جس کا بیان آیت اللہ نور السموات والارض میں ظاہر فرمایا گیا اور حضرت مسیح موعودؑ نے اس کو ظاہر کیا ہے۔ اور بقیہ آیات ممدوحہ کا یہ مطلب ہے کہ اس نور کی مثال (فرد کامل میں جو پیغمبر ہے) یہ ہے جیسے ایک طاق (یعنے سینہ مشروح حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم) اور طاق میں ایک چراغ (یعنے وحی اللہ) اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں جو نہایت مصفی ہے (یعنے نہایت پاک اور مقدس دل ہیں جو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دل ہے جو کہ اپنی اصل فطرت میں شیشہ سفید اور صافی کی طرح ہر ایک ملوث کی کثافت اور کدورت سے منزہ اور مطہر ہے اور تعلقات

اللہ سے بہ کلی پاک ہے) اور شیشہ ایسا صاف کہ گویا ان ستاروں میں سے ایک عظیم النور ستارہ ہے جو کہ آسمان پر بڑی آب و تاب کے ساتھ چمکتے ہوئے نکلتے ہیں جن کو کوکب دری کہتے ہیں (یعنے حضرت خاتم الانبیا کا دل ایسا صاف کہ کوکب دری کی طرح نہایت منور اور درخشندہ جس کی اندرونی روشنی اس کے بیرونی قالب پر پانی کی طرح بہتی ہوئی نظر آتی ہے) وہ چراغ زیتون کے شجرہ مبارکہ سے (یعنے زیتون کے روغن سے مراد عقل لطیف نورانی محمدی معہ جمیع اخلاق فاضلہ فطرتیہ ہے) روشن کیا گیا ہے۔ (شجرۂ مبارکہ زیتون سے مراد وجود مبارک محمدی ہے کہ جو بوجہ نہایت جامعیت و کمال انواع و اقسام کی برکتوں کا مجموعہ ہے جس کا فیض کسی جہت و مکان و زمان سے مخصوص نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لئے عام علے سبیل الدوام ہے اور ہمیشہ جاری ہے کبھی منقطع نہیں ہوگا اور شجرہ مبارکہ نہ شرقی ہے نہ غربی (یعنے طینت پاک محمدی میں نہ افراط ہے نہ تفریط بلکہ نہایت توسط و اعتدال پر واقع ہے اور احسن تقویم پر مخلوق ہے) اور بتل ایسا صاف اور لطیف کہ بن آگ ہی روشن ہونے پر آمادہ (یعنے عقل اور جمیع اخلاق فاضلہ اس نبی معصوم کے ایسے کمال موزونیت و لطافت و نورانیت پر واقعہ کہ الہام سے پہلے ہی خود بخود روشن ہونے پر مستعد تھے) نور علے نور نور فائض ہوا نور پر (یعنے جبکہ وجود مبارک حضرت خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم میں کئی نور جمع تھے سو ان نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحی الٰہی ہے وارد ہوگیا اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باجود خاتم الانبیا کا مجمع الانوار بن گیا پس اس میں یہ اشارہ فرمایا کہ نور وحی کے نازل ہونے کا یہی فلسفہ ہے کہ وہ نور پر ہی وارد ہوتا ہے تاریکی پر وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ فیضان کے لئے مناسبت شرط ہے اور تاریکی کو نور سے کچھ مناسبت نہیں بلکہ نور کو نور سے مناسبت ہے اور حکیم مطلق بغیر رعایت مناسبت کوئی کام نہیں کرتا ایسا ہی فیضان نور میں بھی اس کا یہی قانون ہے کہ جس کے پاس کچھ نور ہے اسی کو اور نور بھی دیا جاتا ہے اور جس کے پاس کچھ نہیں اس کو کچھ نہیں دیا جاتا جو شخص آنکھوں کا نور رکھتا ہے وہی آفتاب کا نور پاتا ہے اور جس کے پاس آنکھوں کا نور نہیں وہ آفتاب کے نور سے بھی بے بہرہ رہتا ہے اور جس کو فطرتی نور کم ملا ہے اس کو دوسرا نور بھی کم ملتا ہے) خدا اپنے

نور کی طرف (یعنے قرآن شریف کی طرف) جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور لوگوں کیلئے مثالیں بیان کرتا ہے اور وہ ہر ایک چیز کو بخوبی جانتا ہے۔

معزز ناظرین! اب میں وہ آیت درج کرتا ہوں جس میں نور کے معنے نیکی اور روشنی کے ہیں۔

الحمد للہ الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمٰت والنور یعنے سب طرح کی تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین اور بنایا اندھیرا اور روشنی۔

نوٹ: اگر اس وقت تک ایمانی نور کا کوئی قطرہ آپ کے وجود میں باقی ہے تو میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنی غلطی سے دست بردار ہو جائینگے۔ دیکھو یہ ایک کلیہ قاعدہ ہے کہ جو کوئی شخص حضرت مسیح موعود پر ایمان نہیں لاتا اس کو آہستہ آہستہ کل نبیوں سے دست بردار ہونا پڑتا ہے اور اس کے پاس کوئی بھی ثبوت اس بات کا نہیں رہتا کہ خدا ہے اور وہ اپنی ہستی کا آپ ثبوت دیا کرتا ہے اور وہ نبیوں اور اپنے پیاروں کی طرف وحی بھیجا کرتا ہے اور یہ کہ فرشتے بھی ہوتے ہیں اور یہ کہ رسول اور ان پر ایمان لانے والے اسی دنیا میں دوسروں پر غالب رہتے ہیں۔ کیونکہ جب تک کوئی نمونہ ہمارے پاس موجود نہ ہو اس وقت تک ہمارا یقین صرف علم الیقین ہوتا ہے عین الیقین اور حق الیقین تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور یہ آپ کی حد درجہ کی لاعلمی ہے جو آپ نمونہ کا انکار کرتے ہیں اور اس کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو دنیا کا سب کاروبار اور انتظام تمام نمونہ سے ہی چل رہا ہے اور استاد اپنے شاگرد کو سکھاتے وقت نمونہ سے ہی کام لیتا ہے۔ دیکھو ایک عورت بھی اگر اپنے بچہ کو نمونہ سے نہ بتاوے کہ روٹی اس طرح سے پکائی جاتی ہے تو مجرد علم سے روٹی جیسی چیز بھی پکانا مشکل ہو جاتا ہے اور پھر جتنی بولیاں ہم بول سکتے ہیں۔ یہ صرف نمونہ کی برکت ہی ہے۔ اگر والدین شروع میں اپنے بچہ کو نمونہ سے نہ بتاویں کہ یوں کرو۔ یاں کرو۔ اور خود ایک نمونہ قائم کر کے نہ دکھاویں تو بچے کچھ بھی سیکھ نہ سکتے اور نہ ہی آپ جیسے رسمی علوی علمیت کا دعوے کرتے اور ایسے صاف صاف امور سے انکار کرتے۔ اور جاہلوں کو دھوکا دیتے۔ کیا آپ کو یاد نہیں رہا کہ جب آپ بچے تھے اور ایک برس کے

قریب قریب عمر رکھتے تھے تو اُس وقت آپ کے والدین آپ کو کہا کرتے تھے کہو بیٹا اَبّا۔ اَماں۔ اللہ وغیرہ یہاں تک کہ نمونہ بتانے کے لئے پہلے پہلے کہو بیٹا بھی نہیں کہتے تھے بلکہ صرف اَبّاں۔ اللہ وغیرہ الفاظ کہہ کر سمجھاتے تھے اور آپ ان کے نمونہ کی نقل کیا کرتے تھے اگر آپ اُس وقت نمونہ کا انکار کرتے تو اس نوبت کو نہ پہنچتے مگر خیر کچھ ہو اب میں اپنے اصلی مطلب کی طرف رجوع کر کے عرض کرتا ہوں کہ نور کا لفظ اور جگہ پر بھی قرآن مجید میں بولا گیا ہے مگر آپ کو سمجھانے کی خاطر میں وہ آیت پیش کرتا ہوں جس میں نور کا لفظ بھی ہے اور من ربہ کے معنے بھی حل ہو جاتے ہیں۔ اگر کچھ ایمان کی بو آپ میں باقی ہے تو امید ہے کہ آپ اپنی لاعلمی کا اقرار کر لیں گے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے

افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علےٰ نور من ربہ ۲۳/۱۷

پھر جس کا سینہ اللہ تعالےٰ نے اسلام پر کھول دیا اور دین الٰہی کی سمجھ عنایت فرمائی پس وہ اپنے رب سے نور پر ہے دیکھو نور کے معنے یہاں کیسی صفائی سے حل ہو گئے۔

اب میں اُس آیت کا صرف ترجمہ ہی لکھ دیتا ہوں جس کا بہت سا حصہ مولوی صاحب لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے کھا گئے ہیں اور رکوع کا نمبر بھی غلط دیا ہے جیسے فرمایا اللہ تعالےٰ نے

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلل التی کانت علیھم ط فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون ۝ قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ۝ الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض لا الٰہ الا ھو یحیی ویمیت فاٰمنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یؤمن

جو لوگ تابعداری کرتے ہیں اس رسول کی جو اُمی نبی ہے اور جس کی آمد کی پیشگوئیاں وہ اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں۔ اور وہ رسول ایسا ہے جو حکم دیتا ہے لوگوں کو نیک کام کرنے کا اور نامعقول باتوں سے منع کرتا ہے اور پاک چیزیں ان کے لئے حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں ان کے لئے حرام کرتا ہے اور وہ سب بوجھ اور تکلیفیں جو اُن پر تھیں دور کرتا ہے۔ پس جو لوگ اُس رسول نبی اُمی پر ایمان لاتے ہیں اُس کی تعظیم کرتے ہیں اور اس کو مدد دیتے ہیں اور اس نور کی تابعداری کرتے ہیں یعنے قرآن شریف کی جو اس نبی کے ساتھ نازل ہوا ہے تو وہی لوگ ہیں جو نجات پاوینگے۔ اے محمد رسول اللہ صلعم تو لوگوں کو کہدے کہ اے تمام جہان کے لوگو میں تمہاری طرف اس اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں جس کی آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور جس کے بغیر کوئی معبود نہیں وہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ سو اے لوگو ایسے اللہ پر ایمان لاؤ اور ایسے رسول نبی امی کی جو اللہ پر اور اُس کی باتوں پر یقین رکھتا ہے۔ تابعداری کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

مولوی صاحب میرے خیال میں آپ کی سب فلسفیت اور اندرونی حالت اس ایک آیت نے ہی ظاہر کر دی ہے مگر میں فایدہ عام کے لئے آپ کی دوسری آیت کی حقیقت بھی کھولنی چاہتا ہوں۔ اس آیت کی بابت جسکو میں بمعہ ترجمہ ذیل میں درج کرونگا اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ناظرین رسالہ ہذا اس بات کو اچھی طرح سے یاد رکھیں کہ مولوی عبداللہ صاحب نے اپنا نام اہل قرآن صرف دھوکہ دینے کے لئے رکھا ہے ورنہ آں جناب کی حالت یہ ہے کہ ای سلناک اور ای سلنا الیک میں تمیز نہیں کر سکتے اور اگر تمیز کر سکتے ہیں تو جان بوجھ کر سادہ لوح آدمیوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ پیشتر اس کے کہ میں اس آیت کو درج کروں جس میں الیک کا لفظ نہیں ہے اور مولوی صاحب نے ترجمہ الیک کا کیا ہے۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ ایک ایسی آیت درج کروں جس میں

الیک کا لفظ ہوتا کہ ناظرین ارسلناک اور ارسلنا الیک میں تمیز کر سکیں۔ الیک کا لفظ قرآن مجید میں تقریباً ۶۶ یا ۶۷ دفعہ آیا ہے۔ اور اس کے معنے ہوں گے تیری طرف جیسے فرمایا اللہ تعالےٰ نے

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم ولعلہم یتفکرون ۱۶/۱۲

اے محمد رسول اللہ صلعم ہم نے تیری طرف قرآن مجید نازل کیا تاکہ تو لوگوں کو واضح طور سے بیان کر دیوے اور وہ قرآن مجید اور تبیر ابیان ہے جو کچھ کہ ان لوگوں کی طرف نازل کیا گیا ہے تاکہ یہ لوگ ان دونوں کو ملا کر سوچیں۔ اور اس کے ساتھ ہی

اب میں وہ آیت بھی درج کرتا ہوں جو مولوی صاحب نے لکھی ہے اور جس میں الیک کا لفظ نہیں مگر ترجمہ کیا گیا ہے حالانکہ ارسلنا الیک تمام قرآن مجید میں نہیں آیا اور وہ آیت

انا ارسلناک شاہداً ومبشراً ونذیراً لتومنوا باللہ ورسولہ ۲۶/۴۸

ترجمہ مولوی عبید اللہ صاحب۔ (اے محمد) ہم نے تجھ کو اپنا پیغام (قرآن) حق کو ظاہر کرنے والا اور مومنوں کو خوشخبری دینے والا اور کافروں کو ڈرانے والا دیا ہے تاکہ تم سب لوگ اللہ اور اس کے بھیجے ہوئے پیغام (قرآن مجید) کے ساتھ ایمان رکھو۔

معزز ناظرین آپ مولوی صاحب کی کارگری اور اُس محبت کو جو اُن کو محمد رسول اللہ صلعم سے اور قرآن کریم سے ہے کہ کیا نہیں کی تجربہ سے معلوم کر گئے ہوں گے سو میں ساری آیت کو بمعہ ترجمہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

انا ارسلناک شاہداً ومبشراً ونذیراً لتومنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلاً ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم فمن نکث فانما ینکث علےٰ نفسہ ومن اوفیٰ بما عاہد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجراً عظیماً ۴۸/۲۶

اے محمد رسول اللہ صلعم ہم نے تجھ کو احوال بتانیوالا مومنوں کو خوشخبری سنانے والا اور

کافروں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ یہ سب لوگ ایمان لائیں اللہ پر اور اُس کے رسول صلعم پر اور اُس کی تعظیم کریں اور اس کا ادب کریں اور صبح اور شام اس پر درود بھیجیں۔ اے محمد رسول اللہ صلعم جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے پس جو کوئی اس عہد کو جو اُنھوں نے بیعت کے وقت کیا ہے توڑ ڈالے سو وہ توڑتا ہے اپنے نفس کے لئے اور جو کوئی اس عہد کو جو اُس نے خدا کے ساتھ کیا ہے پورا کرے تو اس کو اللہ کی طرف سے بڑا اجر ملے گا۔ **بات تو بالکل صاف ہے**

مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ مولوی صاحب کوئی صفحہ ایسا نہیں لکھتے جس میں محمد رسول اللہ کو کسی نہ کسی عمدہ سے جواب دینے کی کوشش نہیں کرتے۔ بھلا یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم نذیر اور بشیر نہ تھے بلکہ قرآن مجید نذیر اور بشیر ہے۔ اپنی ذاتی نا واقفی کی وجہ سے اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ قرآن مجید بھی تو محمد رسول اللہ صلعم کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ اسی زبان مبارک سے قرآن مجید نکلا اور کلام الٰہی کے نام سے نامزد ہوا اگر محمد رسول اللہ صلعم کا کہا نہ مانا جاوے تو ظاہر طور پر ہمیں بھی ماننا پڑے گا کہ جس کے منہ سے کوئی کلام نکلے وہ اُسی کا کلام ہوتا ہے۔ خواہ وہ خود کسی اور کی طرف منسوب کرے ۴ یا کلام انسانی۔ اور پھر جو جو ثبوت کلام الٰہی کی صداقت کے آپ کے پاس ہیں اگر وہی دلائل اور ثبوت کسی اور کلام کی بابت پایہ ثبوت کو پہنچا دیئے جاویں تو وہ بھی کلام الٰہی ہوا یا نہیں؟ سوچ کر جواب دیں۔ اب میں فائدہ عام کے لئے ذیل میں چند آیات درج کرتا ہوں۔ جن سے محمد رسول اللہ صلعم کا نذیر اور بشیر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اکان للناس عجباً ان اوحینا الی رجل منھم ان انذر الناس وبشر الذین اٰمنوا ۱۰ کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ ہم نے اُن میں سے ہی ایک مرد کو وحی بھیجی ہے کہ تو ڈر سنا لوگوں کو اور خوشخبری سنا ان لوگوں کو جو تجھ پر ایمان لائے۔

یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ

۴ اور یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے خواہ اُسکو کلام رحمانی کہو

باذنہ وسراجا منیرا ۲۲/۳ اے نبی صلعم ہم نے تجھ کو احوال بتانے والا خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور خدا تعالےٰ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

ان انت الا نذیر ہ انا ارسلنک بالحق بشیرا ونذیرا ط وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر ہ وان یکذبوک فقد کذب الذین من قبلہم جاءتہم رسلہم بالبینٰت وبالزبر وبالکتب المنیر ہ ثم اخذت الذین کفروا فکیف کان نکیر ۲۲/۱۵ اے محمد رسول اللہ صلعم تو تو ایک ڈرانے والا ہے ہم نے تجھکو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور کوئی امت ایسی نہیں گذری جس میں ہم نے کوئی ڈرانے والا نہ بھیجا ہو اور اگر یہ تیری تکذیب کرتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں تحقیق تجھ سے پہلے بھی جب ان لوگوں کے پاس رسول نشانات اور کتابیں لے کر آئے تو انھوں نے جھٹلا دیا۔ اور پھر ہم نے اُن لوگوں کو جنھوں نے انکار کیا تھا پکڑ لیا اور پھر کیونکر ہمارا عذاب انپر ہوا۔

قل انما انا منذر ۲۲/۱۴ اے محمد رسول اللہ صلعم تمام جہان کو اعلان کر دے کہ میں تو تم لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والا ہوں۔

اب پیشتر اس کے کہ میں مولوی صاحب کو اُس آیت کا ترجمہ کر دوں جس میں محمد رسول اللہ صلعم کی اطاعت کا حکم ہے حالانکہ میں رسول نمبر میں کافی طور پر جواب بھی دے چکا ہوں اتنا عرض کر دینا فایدہ سے خالی نہیں سمجھتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلعم کا افضل الرسل اور خاتم النبین ہونا ہمارے امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلم اور اس کے اکابر اصحاب نے ایسے ایسے مضبوط اور محکم دلایل سے ثابت کر دیا ہے کہ مخالف مذاہب والے بھی انگشت بدندان ہو کر سکوت اختیار کر گئے ہیں مولوی صاحب آپکے ہم خیالوں اور اسلام کے جانی دشمنوں نے محمد رسول اللہ صلعم کی بے عزتی کرنے کے لئے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے تھے بہتری اڑیاں رگڑیں

طرح طرح کی عیاریاں اور مکاریاں دکھلائیں پر آخر مرغ گرفتار کی طرح پھڑ پھڑا کر رہ گئی

لے چکڑالوی اور اس کے ہم خیالو محمد رسول اللہ صلعم وہ معصوم نبی ہے کہ جس کے اقبال کی اسی کے زمانہ میں آزمایش ہو چکی ہے وہ اقبال نہ بُت پرستوں کے روکنے سے رُکا اور نہ کسی اور مخلوق پرست کی مزاحمت سے بند رہا نہ تلواروں کی دھار اس شان و شوکت کو کاٹ سکی نہ تیروں کی تیزی اس میں کچھ رخنہ ڈال سکی۔ وہ جلال ایسا چمکا جو اس کا حد کفروں کا لہو پی گیا وہ تیر ایسا برسا جو اس کا چھوٹا کلیجوں کو کھا گیا۔ وہ آسمانی پتھر جس پر پڑا اسے پیس ڈالتا رہا۔ اور جو شخص اس پر پڑا وہ آپ ہی پس گیا۔

اور ہتی کے دشمنو! دیکھو اور غور سے پڑھو کہ قرآن شریف نے حضرت خاتم الانبیا صلعم کی کامل راست بازی کو کس قوی حجت سے پیش کیا ہے۔ جہاں فرمایا ہے۔

فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون لے یعنے میں ایسا نہیں کہ جھوٹ بولوں اور افترا کروں دیکھو میں چالیس برس اس سے پہلے تم میں ہی رہتا رہا ہوں کیا کبھی تم نے میرا کوئی جھوٹ یا افترا ثابت کیا پھر کیا تم کو اتنی سمجھ بھی نہیں یعنے یہ سمجھ کہ جس نے کبھی آج تک کسی قسم کا جھوٹ نہیں بولا وہ اب خدا پر کیوں جھوٹ بولنے لگا ہائے افسوس مولوی صاحب آپ ذرا نہیں سوچتے کہ جب محمد رسول اللہ صلعم نے نبوت کا دعوے کیا اس وقت مخلوق پرستی پیر پرستی اور طرح طرح کی بداعمالیوں کا دریا زور سے بہ رہا تھا یہودی الگ طرح طرح کے الزام حضرت مسیح علیہ السلام پر لگا رہے تھے کوئی (معاذ اللہ) لعنتی بتاتا تھا کوئی ولد الزنا ثابت کرتا تھا کوئی کچھ اگواس کرتا تھا اور کوئی کچھ راگ الاپتا تھا۔ عیسائی تھے تو آجکل کی طرح عیسے کو خدا سمجھ رہے تھے بدکاری اور حرام کاری کی تعداد بڑھنے والے مسائل کفارہ وغیرہ کی اشاعت میں سرگرم تھے آتش پرست اور ستارہ پرست الگ جوش پر تھے دیوی دیوتوں کی پرستش کا الگ بازار گرم تھا غرض آج کل کی طرح ظہر الفساد فی البر والبحر والا عالم ہو رہا تھا۔ ایسی گمراہی اور بے دینی کی حالت میں حضرت خاتم الانبیا صلعم کا دعوے نبوت کرنا ہی تھا جو ہزاروں بلاؤں کو

اپنے سر پر بلا لیا۔ وطن سے نکالے گئے۔ قتل کے لئے تعاقب کئے گئے۔ جو خیر خواہ تھے وہ بد خواہ بن گئے۔ جو دوست تھے وہ دشمنی کرنے لگے ہر طرف سے آفتوں کا سامنا ہونے لگا۔ مولوی صاحب باوجود پیدا ہو جانے ہزاروں خطرات اور کھڑے ہو جانے لاکھوں معاندوں اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اول سے آخر دم تک ثابت قدم رہنا کیا یہ کسی معمولی انسان کا کام ہے؟ ہمیں تو کسی گذشتہ نبی میں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مولوی صاحب ایسے کامل اور معصوم نبی کی پیروی سے روکنا کیا یہ دینداری کا شیوہ ہے؟ ایسے کامل اکمل اسوہ حسنہ سے روگردانی کروانے کے لئے بے سمجھی سے حضرت ابراہیم کا اسوہ حسنہ پیش کرنا کیا یہی قرآن دانی ہے؟ ہائے افسوس کہ آپ ایسے پاک اور معصوم نبی خاتم النبیین رحمت للعالمین کی متابعت اور اطاعت کو کفر سمجھنے لگ گئے اور پھر طرفہ یہ کہ دعوے اہل قرآن ہونے کا ہے مولوی صاحب یہ امر کسی عقلمند سے پوشیدہ نہیں کہ محمد رسول اللہ صلعم کی بے عزتی کرنے کا جو ڈھنگ آپ نے نکالا ہے یہ اسلام کے بڑے بڑے خطرناک دشمنوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکا۔ مگر میں پورے یقین سے آپ کو سنائے دیتا ہوں کہ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون ۲۸/۹ اللہ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو اگرچہ کافر برا منائیں ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ۲۸/۹ اور اللہ وہ پاک ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا اور دین حق بھی اسے ہی دیا تا کہ دین اسلام کو کل باطلہ ادیان پر غالب کر کے دکھادے۔ انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد ۴۰/۵۱ اور ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ان پر ایمان لاویں اسی دنیا کی زندگی میں اور یہ ہی ثبوت اس بات کا ہے کہ ہم ضرور بالضرور قیامت کے دن بھی مدد کریں گے۔ اس کے بعد

اب میں مولوی صاحب کے اس سوال کا جواب دیتا ہوں۔ جس میں وہ جھٹ بغیر سوچے سمجھے اعتراض کر دیا کرتے ہیں۔ اور فرمایا کرتے ہیں "تو کیا پھر محمد رسول اللہ صلعم

مومن نہ تھے" افسوس ایسے بیہودہ سوال کرنیوالے پر۔ یہ آپ کو کس نے کہا۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم مومن نہ تھے بلکہ وہ تو اول المومنین تھے اور مَیں نے رول نمبر ۱ میں اسبات کا مفصل ذکر کر دیا ہے وہاں سے دوبارہ پڑھ لیویں۔ مولوی صاحب مومنوں کے مدارج ہوتے ہیں۔ جن آیتوں میں رسول کو دوسرے مومنوں سے مستثنےٰ کر دیا گیا ہو وہاں مستثنےٰ سمجھنا چاہئے جہاں نہ کیا گیا ہو وہاں نہ سمجھنا چاہئے۔ بیوقوفوں کی طرح اپنی بڑھانکتے چلا جانا آدمیت میں داخل نہیں۔ دوسرے کی بات پر بھی غور کرنا چاہئے۔ جہاں خدا محمد رسول اللہ صلعم کو مستثنےٰ کر دے ہمیں کیا نبی ہے جو اپنی رائے کو دخل دیتے پھریں۔ جیسے فرمایا اللہ تعالےٰ نے۔

یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ۵ اے ایماندارو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو ان کی جو تم میں سے رسول اور صاحب حکم ہوں۔ یہاں رسول کو ایمانداروں سے بلند اور اعلےٰ درجہ پر رکھا گیا ہے یعنے مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ رسول کی فرمانبرداری اور پیروی کریں۔ اور یہی بات ہے جو مَیں نے رول نمبر ۱ میں واضح کر دی تھی کہ الگ الگ محل اور موقع کے مطابق احکام ہوا کرتے ہیں اور یہ کہ جو رسول ہوتا ہے وہ مومن بھی ہوتا ہے بلکہ اول المومنین ہوتا ہے اور جو مومن ہوتا ہے اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ رسول بھی ہووے۔ اگر آپ کہیں کہ رسول سے مراد قرآن مجید ہے مَیں کہوں گا کہ قرآن مجید نے جب خود ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ رسول منکم یعنے تم میں سے ہے تو پھر زیادہ چون وچرا کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ایک دفعہ آپکے کسی چیلے نے مجھ پر جلدی سے سوال کر دیا تھا کہ پھر اللہ بھی منکم سے ہی ہونا چاہئے مَیں نے اس کو کہا کہ آپ معذور ہیں پڑھے لکھے آپ ہوتے نہیں۔ چند سنی سنائی باتیں طوطے کی طرح آپ کو یاد ہوتی ہیں۔ کسی طرح کی بات کی جاوے۔ آپ انہیں کو پیش کر دیں گے۔ پھر مَیں نے اس سے پوچھا کہ قرآن مجید میں کہاں لکھا ہے کہ اللہ بھی منکم یعنے تم میں سے ہی ہونا چاہئے۔ جب قرآن مجید میں لکھا ہوا نہیں۔ تو پھر بیہودہ طور پر دخل در معقول کی کیا

ضرورت ہے۔ منکم کا لفظ تو رسول اور الولی الامر کے ساتھ آیا ہے
جیسے اطیعو کا لفظ رسول اور الولی الامر دونوں کے ساتھ آیا ہے۔
ہاں اگر اطیعو اللہ کے بعد پھر اطیعو دوسری دفعہ نہ آتا تو اس صورت میں آپکا
سوال بجا تھا۔ اب تو گپ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اسی طرح اطاعت الرسول
پر بعض عالموں نے مولوی عبد اللہ صاحب کی خدمت میں یہ آیت پیش کی تھی کہ
قرآن مجید میں لکھا ہے۔

وما اٰتٰکم الرّسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا
واتقوا اللہ۔ ان اللہ شدید العقاب ۲۸/۴

اور جس چیز کے لینے کے لئے محمد رسول اللہ صلعم تم کو حکم کریں وہ لے لو اور جس سے
منع کریں اس سے منع ہو جاؤ اور اللہ تعالےٰ سے ڈرو کیونکہ اس کی مار بڑی سخت ہے
اس کے جواب میں مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ یہاں مال فے کا ذکر ہے۔ واہ
صاحب واہ۔ یہ بھی عجیب جواب ہے۔ مولوی صاحب میں آپ سے پوچھتا ہوں
کہ آیت میں کس لفظ کے معنے ہیں کہ مال فے میں سے جو تم کو رسول دے وہ لے لو اور جس سے
منع کرے اس سے منع ہو جاؤ۔ یہاں تو عام حکم ہے کہ جو کچھ رسول[۴] جس سے منع کرے اس
سے منع ہو جاؤ۔ اگر آپ کی بات بھی بفرض محال مانی جاوے تو بھی علماء لوگوں کا دعوے
ثابت ہے۔ کیونکہ ثابت یہ کرنا ہے کہ اللہ کریم نے محمد رسول اللہ صلعم کو اختیار دیا
ہوا تھا۔ کہ وہ اپنی مرضی سے منع بھی کر سکتے تھے اور کسی چیز کے کرنے کا حکم بھی دے سکتے تھے اور پھر قریبیوں
یتیموں مسکینوں اور مسافروں کو جو کچھ دیا گیا تھا اس کا ذکر نہیں۔ محمد رسول صلعم نے اپنی
مرضی سے دیا تھا کسی کو کچھ اور کسی کو کچھ۔ خواہ کچھ ہی معنے کئے جاویں۔ علماء کا یہ دعوے
کہ محمد رسول اللہ صلعم کو احکام دینے کی اجازت تھی اور اپنی مرضی سے وہ حصص مقرر
کرتے تھے ثابت ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی مرضی خدا کی مرضی تھی
اور جو کچھ بھی وہ کرتے تھے خدا کے حکم سے کرتے تھے اور ان کا جینا اور مرنا سب
خدا کے لئے تھا۔

[۴] وہ پکڑلو اور اس پر کاربند ہو جاؤ اور

اور آپ کا یہ کہنا کہ اس طرح سے دو حکم ہو جاتے ہیں اور حکم صرف اللہ ہی کا ہے اس لئے تناقص پڑتا ہے بڑی بے سمجھی کی بات ہے۔ یہ آپ کو کس نے کہا کہ اللہ کا حکم نہیں ہمارا ایمان ہے کہ حقیقی غلبہ حکومت اور بادشاہت صرف صرف اللہ تعالےٰ کی ہے اور ذرہ ذرہ پر اس کا تصرف ہے۔ جس کو چاہتا ہے وہ بادشاہ بناتا اور حکومت عنایت کرتا ہے۔ اور جس سے چاہتا چھین لیتا ہے۔ مگر مولوی صاحب آپ یاد رکھیں کہ یہ اللہ ہی کا حکم ہے کہ رسول کی اطاعت کی جاوے اول الامر کی اطاعت کی جاوے سبیل المومنین کو اختیار کیا جاوے۔ اللہ کا ایک حکم تو نہیں۔ اللہ کے تو بہت سے احکام ہیں۔ کیا قرآن مجید اللہ کے ہی احکام کا مجموعہ تو نہیں؟ قرآن مجید میں صاف لکھا ہے۔

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ [1] اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس واسطے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جاوے۔

اس بات کو سمجھنے کے لئے گورنمنٹ کی مثال کافی ہے۔ دیکھو حکم تو بادشاہ ہی کا ہے۔ مگر گورنر جنرل۔ ڈپٹی کمشنر وغیرہ کی اطاعت بھی ضروری ہے۔ اور حقیقت میں حکم صرف بادشاہ ہی کا ہے۔ اسی کے حکم سے ان افسروں کی اطاعت کی جاتی ہے

---

[1] مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے حقیقت میں یہی معنے ہیں کہ اطیعوا القرآن یہ کئی طرح سے باطل ہیں اول تو انہوں نے اپنی مدلل نماز میں اور دیگر تصانیف میں اچھی طرح سے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید کا یہ بڑا معجزہ ہے کہ الفاظ تھوڑے ہوتے ہیں اور مطلب بہت ہوتا ہے مگر یہاں آپ اس کے بالکل الٹ کرتے ہیں یعنی قرآن مجید کے الفاظ زیادہ ہیں اور مطلب کم ہے۔

دوسرے اگر فرضاً کا مطلب حقیقت میں اطیعوا القرآن کا تھا تو پھر بے وجہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کیوں کہ دیا مختصر طور پر اطیعوا القرآن کہہ دیتا تیسرے محمد رسول اللہ تو خود قرآن مجید میں لکھا ہوا موجود ہے مگر کسی جگہ قرآن رسول اللہ درج نہیں۔

چوتھے۔ قرآن مجید رسول کریم کی زبان سے نکلا ہوا ہے اس لئے رسول سے مراد رسول اللہ ہے نہ قرآن مجید اور صاحب کلام کی اطاعت کرنی چاہئے نہ کہ اس کی بعض کلام کی۔ منہ

اور اس کو تناقض نہیں کہا جاتا۔ بلکہ رسول کی تابعداری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اللہ کی ہی تابعداری ہے جیسے فرمایا اللہ تعالےٰ نے

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ۵/۸۰ جس نے اطاعت کی محمد رسول اللہ صلعم کی تحقیق اس نے اطاعت کی اللہ تعالےٰ کی۔

مولوی صاحب یہ تو آپ کو ثابت ہو گیا ہو گا کہ حکم صرف اللہ کریم کا ہی ہے اور ہمیں وہی کام کرنا چاہیئے جو اللہ کا حکم ہو۔ اور یہ اللہ کریم کا ہی حکم ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم۔ گورنمنٹ اور دوسرے بزرگوں کی تعظیم اور اطاعت کی جاوے۔ اب میں فائدہ عام کے لئے اس آیت کو لیتا ہوں جس میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ ہر ایک مسلمان قیامت تک کہہ سکتا ہے کہ میری پیروی کرو۔ اور اس کے ثبوت میں آل فرعون کے ایک مومن کی مثال آپ نے بیان فرمائی ہے"۔ سو مولوی صاحب آپ کے مناسب حال اگر میں یہ مصرع نہ پڑھوں کہ "پڑیں پتھر سمجھ پر ایسی گر سمجھے تو کیا سمجھے" تو پھر آپ ہی مہربانی کر کے بتا دیں کہ کونسا مصرع پڑھا جاوے۔ کیا آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ وہ شخص جس کی آپ مثال بیان فرماتے ہیں در پردہ موسےٰ پر ایمان رکھتا تھا اور موسےٰ علیہ السلام خدا کے رسول تھے۔ پھر رسول اور اس پر ایمان لانے والے برابر کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اور پھر مومن بھی وہ جو اپنے ایمان کو چھپائیں۔ کیا آپ کو یہ بات کہتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔ کہ ایک رسول اور اس پر ایمان لانیوالے برابر ہوتے ہیں تبھی تو آپ نے لکھ دیا کہ دونوں کی اتباع ایک جیسی ہوتی ہے۔

سنو مولوی صاحب میں بھی خدا کے فرستادہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لایا ہوا ہوں اور میں آپ کو یہ بھی کہتا ہوں کہ آؤ میری پیروی کرو اور اس رسول پر ایمان لے آؤ ورنہ میں ڈرتا ہوں کہ تمہارا بھی وہی حال ہو جو پہلے نبیوں کے منکروں کا ہوا" مگر آپ جانتے ہیں کہ میں کوئی مامور من اللہ نہیں اور نہ ہی میرا بلانا ایسا ہے جیسا حضرت مسیح موعود کا بلکہ میں تو یہی کہا کرتا ہوں۔

سبحٰن ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا ۱۷/۱۰۸ ربنا انا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیاٰتنا وتوفنا مع الابرار ربنا وٰاتنا ما وعدتنا علٰی رسلک ولا تخزنا یوم القیٰمۃ انک لا تخلف المیعاد ۳/۱۹۴ ربنا اٰمنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشٰھدین ۵/۸۴ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخٰسرین ۷/۲۴ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب ۳/۹ ربنا اٰمنا فاکتبنا مع الشٰھدین ۵/۸۴ ربنا ا

شئی خادماً ۔ ربنا فاحفظنا وانصرنا وارحمنا ۔ ربنا ظلمنا
انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین ربنا واٰتنا
ما وعدتنا علیٰ رسلک ولا تخزنا یوم القیٰمۃ انک لا تخلف المیعاد ۔
ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک
انت الوھاب ۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ۔ وانک
علیٰ کل شئی قدیر ۔ وکل امر عندک ھین ویسیر ۔ مگر وہ لوگ
جو کتاب کی امامت اور رسولوں کی امامت میں تمیز نہ کر سکتے ہوں ایسی باتوں کو سمجھا
نہیں کرتے ۔ مولوی صاحب اس مومن کی مثال تو ایسی ہی ہے جیسے بعض چیدہ آدمی
اپنے اپنے گاؤں اور علاقہ میں کہا کرتے ہیں کہ آؤ تم لوگ میرے پیچھے ہو لو اور اس امر
میں میری پیروی کرو ۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ ایک ایسے مومن کو جو اپنے ایمان
کو چھپاتا تھا حضرت خاتم الانبیا صلعم کے مقابلہ پر پیش کرتے ہو اور دونوں کی اتباع کو
ایک جیسا سمجھتے ہو ۔ حضرت خاتم الانبیا کی عظمت پر میں بہت سی آیات اس سے پہلے درج
کر چکا ہوں اور نمونہ کے طور پر دو آیات اب درج کرتا ہوں ۔ شاید آپ سمجھیں ۔ مگر اللہ کریم
فرماتا ہے ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب ۲۴/۹ اور حضرت
محمد رسول اللہ صلعم کی شان میں اللہ کریم فرماتا ہے ۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم
حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم ۱۲۸/۹ اے لوگو
تحقیق تمہارے پاس تم میں سے ہی ایک رسول آیا اور وہ رسول ایسا ہے کہ
اگر کوئی رنج بھی تم کو پہنچے تو وہ اس پر بہت شاق گذرتا ہے اور اس بات کی اس کو
بڑی حرص ہے کہ تم ہدایت پا جاؤ اور ایمانداروں کے ساتھ تو وہ بہت ہی شفقت
کرنے والا اور مہربان ہے ۔

فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا
فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ۶۵/۴

اور فرمایا اللہ کریم نے اے محمد رسول اللہ صلعم قسم ہے تیرے رب کی یہ لوگ ایماندار نہیں بن سکیں گے جب تک کہ ان سب جھگڑوں میں جو ان کے آپس میں پیدا ہوں تجھ کو ہی منصف مقرر نہ کرلیا کریں اور پھر جو فیصلہ تو کردیا کرے اس میں کسی طرح کی خفگی ظاہر نہ کیا کریں اور اسکو سلامتی کی بات سمجھ کر قبول نہ کرلیا کریں۔

مولوی صاحب نام کو تو آپ ایک فرقہ کے بانی مبانی ہیں اور مولویت کے دعویدار ہیں کیا آپ میں اتنی عقل بھی نہیں کہ رسولوں میں اور ان کے اتباع میں فرق اور تمیز کرسکیں مولوی صاحب وہ پیروی کرانے والے ہوتے ہیں اور یہ پیروی کرنے والے ہوتے ہیں۔

آپ عجیب مولوی ہیں کہ مومن اور رسول میں تمیز نہیں کرسکتے تب ہی تو آپ نے لکھ دیا کہ کسی مومن یا رسول کا ہر ایک فعل واجب الاتباع نہیں ہوتا بلکہ وہی افعال ہوں کتاب اللہ کے موافق ہوا کرتے ہیں" تو کیا مولوی صاحب رسولوں کے بعض افعال کتاب اللہ کے مخالف بھی ہوا کرتے ہیں افسوس صد افسوس۔ مولوی صاحب اللہ کریم تو فرماتا ہے۔

لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون ۱۷/۲ اور پیغمبر نہیں بولتے جب تک خدا تعالےٰ ان کو بولنے کے واسطے نہ کہے اور اسی کے حکم کے نیچے وہ کام کرتے ہیں۔

مولوی صاحب علانیہ اسلام سے روگردانی کیوں نہیں کرتے۔ برائے نام قرآن دانی کا دعوےٰ کرکے لوگوں کو دھوکا کیوں دیتے ہو؟ میں ذیل میں ایک دو آیات قرآن مجید سے پیش کرتا ہوں جس سے آپ کو اپنی کرتوت کی سزا کا بھی پتہ لگ جاوے گا اور رسول اور مومن میں تمیز بھی ہوجاوے گی۔ جیسے فرمایا اللہ کریم نے۔

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم ۱۴/۱۰ جو لوگ رسول اللہ صلعم کی بدگوئی اور بے عزتی کرتے ہیں ان کے واسطے سخت عذاب تیار ہے۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا ۵ والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا ۵ ۲۲/۴

اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی بدگوئی کرتے ہیں دنیا اور آخرۃ میں ان پر خدا کی لعنت ہے اور ان کی ذلت کے لئے رسوا کرنے والا بڑا سخت عذاب تیار ہے اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر کسی قصور کے رسوا کرتے ہیں تو وہ ایک بُہتان اور صریح قصور کے مرتکب ہوتے ہیں۔

دیکھو مندرجہ بالا آیات سے کس صفائی سے ثابت ہو گیا۔ کہ رسول اور مومن میں بہت فرق ہے۔ مومنوں کے لئے بغیر ما اکتسبو کا لفظ رکھا مگر رسول کے لئے نہیں اور پھر سزا میں کتنا بڑا فرق رکھا۔

اب اس کے بعد مولوی صاحب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے اس مومن مرد کی بات کو مانا؟ جس کا آپ ناواقفی سے حوالہ دیتے ہیں۔ دیکھو مولوی صاحب اُس نے کیسی آب زر سے لکھنے والی نصیحت آپ لوگوں کو کہی تھی۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ کیا اس نے نہیں کہا تھا؟

وان یک کاذبا فعلیه کذبه وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم ۲۸/۴۰ اور اگر یہ رسول جھوٹا ہو گا تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر یہ سچا ہو گا تو بعض وہ وعدے جو یہ تمہاری نسبت کرتا ہے ضرور پورے ہوں گے

کیا اگر آپ میں ایمان کی بو بھی ہے تو حضرت مسیح موعود کے منوانے کے لئے یہ صراط مستقیم نہیں؟ جو اس مومن نے پیش کیا ہے اور پھر باوجودیکہ حضرت مسیح موعود نے بھی آپ لوگوں کو فرمایا تھا۔

وان اک کاذبا فعلی کذبی وان اک صادقا فاخاف ان یمسکم بعض الذی یعدکم انه لا یهدی من هو مسرف کذاب خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۱۸

اور اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے جھوٹ کا وبال میرے پر ہی پڑے گا اور اگر میں سچا ہوں تو میں ڈرتا ہوں کہ تم پر خدا کی طرف سے عذاب نازل ہو اور یہ پکی بات ہے کہ حد سے تجاوز کرنے والے ہرگز فلاح نہیں پاتے۔

مگر آپ نے ذرا پرواہ نہ کی مگر خدا فرماتا ہے "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس کو

قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں (یعنے طاعون زلزلوں اور طرح طرح کے عذابوں) سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔"

آپ فرماتے ہیں کہ "کوئی قرینہ اسبات کا نہیں کہ اس آیت کے مخاطب خاص محمد رسول اللہ سلام علیہ ہی ہیں بلکہ ہر ایک مسلمان قیامت تک قل کا مخاطب ہے۔"

مولوی صاحب یہ وسوسہ اس وقت کسی قدر قابل التفات ہوتا جب اتبعونی کی اضافت محمد رسول اللہ صلعم کی طرف نہ پھیرتی یا تو صاف لکھا ہے کہ اے محمد رسول اللہ صلعم ان لوگوں کو کہہ دے کہ اگر اللہ کریم سے محبت کرنی چاہتے ہو تو اس کے لئے تو صرف ایک ہی راہ ہے یعنے میری پیروی کرو۔ یہاں تو مولوی صاحب صاف قرینہ پایا جاتا ہے کہ ایک تو محمد رسول اللہ صلعم ہیں جو پیروی کے لئے بلاتے ہیں اور جن کو بلاتے ہیں وہ تمام جہان کے لوگ ہیں دونوں چیزیں معلوم ہیں یعنے بلانے والا بھی اور جن کو بلایا جاتا ہے وہ بھی۔ اور پھر آپکو وسوسہ ڈالنے کی تو یہاں ذرا بھر بھی گنجایش نہیں۔ کیونکہ جس کی اپنی زندگی ہی ایک بغتی زندگی ہو اور ایک جہان اُس کے فریبوں بدچلنیوں اور بدکاریوں کا گواہ موجود ہو وہ کب کہہ سکتا ہے کہ آؤ اگر اللہ سے محبت کرنی چاہتے ہو تو میری پیروی کرو یہی ایک راہ ہے جسکے ذریعہ سے اللہ محبت کرتا ہے بھلا جو شخص خود عذاب میں مبتلا ہے۔ محبت الٰہی کی کوئی نشانی اس میں پائی نہیں جاتی جس طرف دھیان کرو منافقیت کا ہی رنگ چڑھا ہوا ہے مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کا شرف تو درکنار خدائی قہر سے چلنے پھرنے سے ہاتھ دھو بیٹھا ہوا ہو اور لحاف سے باہر منہ نکالنے کی طاقت بھی سلب ہوتی جاتی ہو اور وہ مشہور نشانی محبت الٰہی کی جس کی نسبت قرآن مجید میں لکھا ہے۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ۝ نحن اولیٰؤکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ۲۴/۱۸

تحقیق جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اسی پر استقامت کی تو ان پر فرشتے اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور ہم بشارت دیتے ہیں تم کو اس بہشت کی جسکا تم کو وعدہ تھا اور ہم ہیں تمہارے رفیق اس دنیا میں بھی اور آئندہ دنیا میں بھی یعنے آخرۃ میں بھی۔

اس میں ذرہ بھر بھی نہ پائی جاتی ہو وہ کب کہہ سکتا ہے کہ آؤ میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کریگا۔ مولوی صاحب جو شخص خدا تعالےٰ کے محب ہونے کا اپنا ہی سارٹیفکیٹ دکھا نہیں سکتا وہ اوروں کو کہاں پہنچا سکے گا جو خود ہی اندھا ہے وہ اوروں کو کیا راہ دکھا سکیگا۔ ابوالفضل میں کیا ہی عجیب عبارت لکھی ہے۔

کہ مہتدی نشدہ راہ ہدایت شناسد دیدہ وری را بکوری فروختن است یا آرمیدگے خویشتن را بہ بے انصافی دست و گریباں داشتن دانستہ خود گفتن ہرزہ کاری و نایافتہ خود را بیان کردن بے خبری نجموشی حرف سرا گشتن و کاندازی۔ اور قرآن مجید میں لم تقولون ما لا تفعلون اور پھر شبہ ڈالنے والی بات جو آپ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ساری آیت نہیں لکھتے۔ وہاں تو لکھا ہے کہ گناہ بھی اسی صورت میں معاف ہو سکتے ہیں جب محمد رسول اللہ صلعم کی پیروی اور اتباع کی جاوے اور جو خود ہی گنہ گار ہے وہ اوروں کے گناہ کیا معاف کرا دیگا۔ مولوی صاحب چونکہ میں رسالہ کو مختصر رکھنا چاہتا ہوں اس لئے میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور اصلی آیت کو بعینہ ترجمہ ذیل میں درج کرتا ہوں فرمایا اللہ تعالےٰ نے

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم۔ قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکفرین ۳

اے محمد رسول اللہ صلعم ان لوگوں کو کہدے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تم سے محبت کرے تو پھر میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا۔ کیونکہ اللہ غفور رحیم ہے اور اے محمد رسول اللہ صلعم ان لوگوں کو میری طرف سے کہدے کہ اللہ اور اس کے رسول صلعم کی اطاعت کرو۔ اور اگر انکار کرو گے

تو یا در کھو منکروں کے ساتھ اللہ بھی محبت نہیں کرتا۔

اب میں معزز ناظرین کی خدمت میں مودبانہ طور پر التماس کرتا ہوں کہ مضمون میری منشا سے ذرا طویل ہو گیا ہے۔ اس لئے میں تیسرے سوال کا "یعنے محمد رسول اللہ صلعم پر سوائے قرآن مجید کے اور کوئی وحی نازل نہیں ہوئی" مختصر طور سے جواب دونگا۔

پیشتر اس کے کہ میں جواب کی طرف توجہ کروں اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کے متبعین میں سے ایک بھی ایسا بہادر نہیں جو ان سے پوچھے کہ یہ کس آیت کا ترجمہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم پر قرآن کریم کے علاوہ اور کوئی وحی نہیں ہوئی اور حقیقت میں بدخیالات پھیل جانے کی وجہ بھی یہی ہے کہ دنیا میں ایسے عجیب لوگ بھی موجود ہیں جو کسی شرارت کی بات کو یا ایسی بات کو جس میں کسی راستباز متقی کی ذات پاک پر ناجائز حملہ کیا گیا ہو بغیر سوچے سمجھے مان لیتے ہیں اور اس روشنی کے زمانہ میں بھی بعض یاوہ گو لوگوں کی بیہودہ بکواس اور گپوں کو جو سچے دلائل اور براہین سے قطعاً عاجز ہوتی ہیں اپنا دستور العمل بنا لیتے ہیں۔ معزز ناظرین جہاں تک غور کیا گیا ہے یہی معلوم ہوا ہے کہ مولوی صاحب کے متبعین میں سے اکثر حصہ تقریباً ۳/۴ سے زیادہ تو ایسے لوگوں کا ہے جو علمی دنیا سے بے خبر محض اجڈ اور ان پڑھ ہیں اور اس معاملہ میں انھوں نے یہاں تک ترقی کی ہوئی ہے کہ مشکل سے ان میں ایسا شخص نظر آئیگا جو کسی سلامتی کی بات کو آرام سے سن سکے۔

اور جو چند ایک بڑے نام عالم اور فاضل کر کے مشہور ہیں ان کا حال ہے تو یہ ہے کہ وہ فما ھوا بما عندھم من العلم بلکہ عدد ہو رہے ہیں اور اگر کوئی ایسی بات کی جاوے جو بڑی بڑی تحقیقاتوں اور بحثوں کے بعد بطور نتیجہ صحیحہ کے اخذ کی گئی ہو اور جس کی صداقت پر کل اہل علم کی متفقہ گواہی بھی موجود ہو تو اس کا انکار کرنیوالے یہی صاحب ہوتے ہیں اور دعوے دیکھو تو اہل قرآنی کا۔ مگر خیر کچھ بھی اب میں اپنے اصلی مقصد کی طرف رجوع کر کے لکھتا ہوں کہ ——

سارے قرآن مجید میں کسی ایک آیت سے بھی یہ وہم پیدا نہیں ہو سکتا کہ سوائے قرآن مجید

کے محمد رسول اللہ صلعم پر اور کوئی وحی نازل نہیں ہوتی تھی۔ نمونہ کے طور پر اس جگہ میں وہ آیت نقل کرتا ہوں جس پر چکڑالویوں کا سب دارومدار ہے اور وہ آیت یہ ہے۔

قل اوحی الیّ ہذا القرآن ۱۹ ترجمہ مولوی عبدالحق صاحب۔ اور (اے پیغمبر کہدے کہ) میری طرف یہ کامل صفات جامع کمالات قرآن وحی کے ذریعہ بھیجا گیا ہے۔

اور پھر مولوی صاحب موصوف کی دوسری بھاری دلیل یہ ہے اور اسی پر قرقی تمام بھی ہو جاتی ہے کہ قرآن شریف میں لکھا ہے۔

ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین ۱۲ ترجمہ مولوی صاحب۔ بلکہ (سوائے تجھے مجنوں کاہن شاعر کہنے کے یہ بھی کہتے ہیں کہ محمد جس چیز کو وحی خدا کہتا ہے اس کو اپنے پاس ہی سے گھڑ کر اللہ کے ذمے لگا دیتا ہے۔ اے پیغمبر تو ان سے کہو کہ اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ میری اپنی بنائی ہوئی کلام ہے تو تم بھی اس وحی جیسی دس سورتیں بنا لاؤ اور خدا کے سوا جس کو بلا سکو اپنی مدد کے لئے بلا لو۔ اور

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ ۱۳

اور دوسری آیات جن میں قرآن مجید یا اس کی کسی سورت کی مثل مانگی گئی ہے پیش کر کے فرماتے ہیں۔ کہ عشر سور مثلہ اور ان کنتم فی ریب والی آیت میں صرف مایوحی اور مانزلنا کا معاوضہ چاہا گیا ہے۔ اور اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ مایوحی اور مانزلنا بھی صرف قرآن مجید ہی ہے"

دیکھو افترا تعامل مولوی صاحب موصوف صفحہ ۳ و ۴ و ۵ و ۶ وغیرہ۔

جواب از طرف خاکسار۔ مولوی صاحب ہم خدا تعالےٰ کے فضل سے اسبات پر یقین رکھتے ہیں کہ قرآن (مجید) وحی کے ذریعہ بھیجا گیا تھا۔ اور اس پر ہمارا ایسا ہی یقین ہے بلکہ اس سے بھی بڑھکر جیسے اس بات پر یقین ہے کہ ایک اور ایک دو ہوتے ہیں۔ مگر میں نہایت ادب سے آپ سے یہ التجا کرتا ہوں کہ مہربانی کر کے بتادیں کہ یہ کس آیت کا ترجمہ ہے

کہ سوائے قرآن مجید کے اور کوئی وحی محمد رسول اللہ صلعم پر نہیں ہوئی تھی ہم پھر یہ جو آپ کہتے ہیں کہ "مایوحیٰ اور مانزلنا کی مثل مانگی گئی ہے اور وہ صرف قرآن مجید ہی ہے جس کی مثل مانگی گئی ہے اس لئے ثابت ہوا کہ مانزلنا اور مایوحی صرف قرآن مجید ہی ہے" یہ ایسا بودا اوھوکا ہے جو بڑی جلدی دور ہو سکتا ہے اور وہ اس طرح سے دور ہو سکتا ہے کہ سارے قرآن مجید میں مانزلنا اور مایوحیٰ کی مثل ہرگز ہرگز نہیں مانگی گئی۔ بلکہ مایوحی میں سے قرآن مجید کی یا اس کی کسی سورت کی مثل مانگی گئی ہے۔ خدا تعالےٰ بار بار یہی فرماتا ہے کہ اگر تم لوگوں کو مانزلنا میں کسی طرح کا شک ہو تو مانزلنا میں سے اس ایک سورت کی یا دس سورتوں کی یا سارے قرآن مجید کی مثل بنا لاؤ۔

سو مولوی صاحب سچی بات تو یہی رہی کہ قرآن مجید بذریعہ وحی بھیجا گیا تھا اسی کی مثل مانگی گئی تھی۔ مایوحی کی مثل نہیں مانگی گئی کیونکہ مایوحی اور مانزل میں وہ سب باتیں داخل ہیں۔ جو بذریعہ الہام۔ رویا اور روح القدس کے معلوم ہوتی تھیں۔ اور وہ اکثر ایسی ہوتی تھیں جو قرآن مجید کی سورتوں کی طرح لکھی نہیں جاتی تھیں۔ اور اس کی ایک وجہ یہ تھی۔ کہ تا قرآنی وحی اور دوسری وحی خلط ملط نہ ہو جاوے۔ اور جو کچھ محمد رسول اللہ صلعم پر بذریعہ وحی بھیجا جاتا تھا اس میں سے قرآن مجید سب سے اعلےٰ قسم کی وحی ہے اور اسی واسطے ہم اسکو وحی جلی کہتے ہیں۔ میں نے آپ کی کسی کتاب میں پڑھا تھا جہاں آپ نے فرمایا تھا کہ "سارے قرآن میں وحی خفی کا لفظ نہیں۔ اور نہ ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی وحی خفی بھی تھی"

اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ سارے قرآن مجید میں وحی جلی کا لفظ بھی نہیں۔ اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم پر اس طرح کی وحی بھی ہوتی تھی جسکو بکلی لکھا نہیں جاتا تھا۔ اور یہ سب نام یعنے وحی جلی اور وحی خفی اور وحی متلو اور غیر متلو ان دونوں قسم کی وحیوں میں فرق اور تمیز رکھنے کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔

اگر آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ کیا وحی کے بھی اقسام ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک نہیں وہ نہیں کئی اقسام ہیں اور وحی کے علاوہ الہام۔ منام رویا اور روح القدس کے ذریعہ سے بھی نبیوں اور رسولوں کو بعض باتوں کی اطلاع دیجاتی ہے۔ اب میں ہر ایک کا ثبوت

ص بلکہ اظہرہ اللہ علیہ اور نبائی العلیم الخبیر ۱۹/۶۶ اور فنبا ذن اللہ ۲۸/۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی خدا کی طرف سے محمد رسول اللہ صلعم کو بعض باتوں کی خبر دیجاتی تھی۔

قرآن مجید سے پیش کرتا ہوں اور خدا تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے محض اپنے فضل سے مجھ جیسے ناچیز بندہ سے آپکے گندے وساوس کا قلع قمع کروایا۔

سُنئے مولوی صاحب۔ پہلے میں اسبات کا ثبوت دونگا کہ جہاں اوحی یا اوحیا کا لفظ ہو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ اس کے علاوہ اور کوئی بات وحی نہیں کی گئی۔ مثلاً میں کہتا ہوں "یہ کاغذ سفید ہے" تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ سیاہ سبز یا سرخ کاغذ نہیں بلکہ سفید ہے مگر جو شخص اس سے یہ ثابت کرنا چاہے کہ اب دُنیا میں اس کے سوائے سفید کاغذ کوئی نہیں۔ اسے سوائے مخبوط الحواس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں؟ ذیل میں چند آیات اس کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے۔

واوحی الی نوح انہ لن یؤمن من قومک الا من قد آمن فلا تبتئس بما کانوا یفعلون ۰ واصنع الفلک باعیننا ووحینا ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انہم مغرقون ۰ ۱۲/۴

اور وحی بھیجی ہم نے نوح کی طرف کہ اب تیری قوم میں سے کوئی ایمان نہیں لائے گا سوائے ان کے کہ جو پہلے سے ایمان لا چکے۔ پس تو ان کے کاموں پر جو وہ کر رہے ہیں غمگین مت رہو اور ہمارے روبرو ہمارے حکم سے ایک کشتی بنا اور ظالموں کی نسبت مجھ سے مت گفتگو کر کیونکہ وہ غرق کر دئے جائینگے۔

اب مولوی صاحب اس سے یہ مراد تو نہیں کہ ان الفاظ کے علاوہ حضرت نوحؑ کی طرف اور کوئی وحی نہیں کی گئی تھی اسی طرح مندرجہ ذیل آیات کو سمجھ لیویں۔

واوحینا الیہ لتنبئنہم بامرہم ھذا وھم لا یشعرون ۱۲/۱۲ | اور ہم نے یعقوب کی طرف وحی کی کہ تو ان کو ان کی اس کارروائی سے متنبہ کر دیگا اور وہ نہ جانیں گے۔

فاوحی الیہم ربہم لنہلکن الظالمین ۱۴/۱۳ | تب ان کے رب نے ان رسولوں کیطرف وحی بھیجی کہ ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے۔

ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین ۱۶/۱۲۲ — اے محمد رسول اللہ صلعم پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ابراہیم حنیف کے دین

کی اتباع کر اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔

تو کیا محمد رسول اللہ صلعم کی طرف اس کے علاوہ اور کوئی وحی نہ ہوئی تھی۔ حالانکہ آپ مانتے ہیں کہ تمام قرآن مجید بذریعہ وحی نازل ہوا۔ افسوس صد افسوس۔

واوحینا الی موسٰی ان اسر بعبادی انکم متبعون ۵۲/۵ اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے نکل تحقیق تم پیچھا کیے جاؤ گے۔

تو کیا اس کے علاوہ حضرت موسیٰ کی طرف اور کوئی وحی نہ ہوئی تھی۔ حالانکہ آپ مانتے ہیں کہ توریت خدا تعالےٰ کا کلام ہے۔ جو موسیٰ پر بذریعہ وحی نازل ہوا۔

ولقد اوحی الیک+ والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخسرین ۳۹/۶۵ اور تحقیق ہم نے وحی بھیجی ہے طرف تیری کہ اگر تو نے میرا شریک بنایا تو تیرے اعمال اکارت جاوینگے اور تو گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جاوے گا۔ اور تجھ سے پہلے رسولوں کی طرف بھی یہی وحی بھیجی تھی۔

قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن ۷۲/۱ اے محمد رسول اللہ صلعم ان لوگوں کو کہہ دے کہ مجھے وحی بھیجی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے اس قرآن کو سنا۔

اور اب آخیر میں وہ آیت درج کرتا ہوں جس کو مولوی صاحب نے دوسری آیت کے غلط لکھوا کر آپ دھوکا دیا ہے اور وہ یہ ہے۔

واوحی الی ہذا القرآن ۶/۱۹ اور یہ قرآن مجید بذریعہ وحی تیری طرف بھیجا گیا ہے۔

مندرجہ بالا آیات پڑھنے سے ہر ایک صاحب بصیرت پر اظہر من الشمس ہو گیا ہو گا کہ مولوی صاحب نے محض دھوکہ دینے کی کوشش کی تھی جو بفضل خدا بہت جلدی دور ہو گیا اور مولوی صاحب کا سارا بھانڈا پھوٹ گیا۔

اب مولوی صاحب کیلئے وہ آیات نمونہ کے طور پر درج کرتا ہوں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی ایک ہی قسم کی نہیں ہوتی بلکہ اس کے مختلف مدارج ہوتے ہیں۔

واذ اوحیت الی الحواریین ۵/۱۱۱ اور جب ہم نے حواریوں کی طرف وحی بھیجی۔

وکذالک جعلنا لکل نبی عدوا شیطین الانس والجن یوحی

+ بعض احکام میں بظاہر آنحضرت مخاطب ہوتے ہیں مگر دراصل اس سے امت کا ہر ایک فرد ہوتا ہے۔

بعضہم الی بعض ۴ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن شیطان آدمی اور جن رکھے ہیں آپس میں ایک دوسرے کو وحی کرتے ہیں۔

اذ یوحی ربک الی الملائکۃ ۹/۱۶ جب تیرے رب نے فرشتوں کی طرف وحی بھیجی

واوحی ربک الی النحل ۱۴/۱۶ اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی بھیجی۔

واوحینا الی ام موسیٰ ۲/۲۸ اور ہم نے موسےٰ کی والدہ کی طرف وحی بھیجی۔

واوحی فی کل سماء امرہا ۲۴/۱۲ اور ہم نے ہر ایک آسمان کی طرف اس کے فرض منصبی کو بتانے کے لئے وحی بھیجی۔

مولوی صاحب اگر کوئی بالکل پاگل نہ ہو گیا ہو اور کسی قدر بھی عقل انسانی رکھتا ہو تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ وحی ایک ہی قسم کی نہیں ہوا کرتی۔ کیا مکھی کی طرف اور محمد رسول اللہ صلعم کی طرف ایک ہی قسم کی وحی نازل ہوتی تھی؟ اب میں الہام۔ منام رویا اور روح القدس کی مثالیں پیش کرتا ہوں۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو جاوے کہ وحی کے اقسام میں رویا وغیرہ بھی داخل ہیں اور ان کی تعبیر بھی کیجاتی ہے اور یہ علم حضرت یوسف علیہ السلام کو سکھایا گیا تھا اور اسی کی بنا پر کتب تعبیر علم الرویا بھی تصنیف کیگئیں ہیں۔

الہام کی مثال

فالہمہا فجورہا وتقوٰہا ۱۰/۹۱ خدا انکی اور بدی کا الہام کرتا ہے۔

منام کی بابت فرمایا اللہ تعالےٰ نے

اذ یریکہم اللہ فی منامک قلیلاً ۴۳/۸ جب اللہ تعالےٰ نے ان کی تعداد کو تیری خواب میں تھوڑا دکھایا۔

ومن ایاتہ منامکم باللیل والنہار ۲۱/۳۰ اور تمہارا رات اور دن کو سونا خدا تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

قال یبنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا ترٰی ۳۷/۱۰۲ حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کو کہا کہ اے میرے بیٹے میں خواب میں یہ نظارہ دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو غور کر کے بتا کہ تیری کیا رائے ہے۔

حاشیہ صفحہ ۷۱ کا

مندرجہ بالا آیات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بعض باتیں منام کے ذریعہ سے بھی بتائی جاتی ہیں۔ اور ذیل میں اسبات کا ثبوت دیا جاتا ہے کہ بعض باتیں رویا کے ذریعہ سے ظاہر کی جاتی ہیں۔ جیسے فرمایا اللہ تعالےٰ نے اپنی مفصل اور کامل کتاب میں۔

اذ قال یوسفُ لابیہ یا ابت انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رایتھم لی ساجدین۔ قال یبنیّ لا تقصص رؤیاک علےٰ اخوتک ۱۲/۱۱

اور جب یوسفؑ نے اپنے باپ یعقوب کو کہا کہ اے میرے باپ میں نے رویا میں دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے سورج اور چاند مجھے سجدہ کرتے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا اے میرے بیٹے اپنے بھائیوں کے آگے یہ رویا بیان نہ کرنا۔

یا ایھا الملا افتونی فی رؤیای ان کنتم للرؤیا تعبرون ۱۲/۱۶

اور بادشاہ نے کہا کہ اے دربار والو میری اس رؤیا کی تعبیر مجھے بتاؤ اگر تم رویا کی تعبیریں کرنے والے ہو۔

وقال یا ابت ھذا تاویل رؤیای من قبل ۱۲/۱۰۰ اور حضرت یوسفؑ نے کہا کہ اے میرے باپ یہ ہے تعبیر اُس رویا کی جو میں نے اس سے پہلے دیکھی تھی۔

وما جعلنا الرؤیا التی ارینک الا فتنۃ للناس ۱۷/۶۰

اور ہم نے وہ رؤیا جو تجھے دکھائی تھی صرف اس لئے تھی تاکہ لوگوں کی آزمایش کریں۔

قد صدقت الرؤیا انا کذالک نجزی المحسنین ۳۷/۱۰۵ اے ابراہیمؑ تحقیق تو نے اپنی رؤیا کو سچا کر دکھایا۔ اور ہم نیکوکاروں کو اسی طرح ہی جزا دیا کرتے ہیں۔

لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق ۴۸/۲۷ تحقیق اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کے رویا کو مطابق واقع کے سچا کر دکھایا۔

اب روح یا روح القدس کی بات بھی کچھ سن لو جیسے فرمایا اللہ تعالےٰ نے

ولقد اٰتینا موسی الکتب وقفینا من بعدہ بالرسل واٰتینا عیسےٰ ابن مریم البینٰت وایدنٰہ بروح القدس افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون ۲/۸۷

اور تحقیق ہم نے موسےٰ کو کتاب دی اور اس کے پیچھے پے در پے اور رسول بھیجے اور عیسےٰ ابن مریم کو ہم نے معجزے دیئے اور روح القدس سے ہم نے اس کی تائید کی۔ اے لوگو جب کبھی کوئی رسول تمہاری مرضی کے برخلاف آیا اور وہ باتیں اس نے بیان نہ کیں جن کی تم امید رکھے بیٹھے تھے تو تم میں سے ایک فریق نے تو غرور کر کے انکار کر دیا اور تکذیب پر کمر باندھ لی اور ایک فریق قتل کرنے کے درپے ہو گیا۔

قل نزلہ روح القدس من ربک بالحق ۔ اے محمد رسول اللہ صلعم ان لوگوں سے کہ دے کہ یہ قرآن مجید روح القدس کے ذریعہ سے تیرے رب کی طرف سے ساتھ حق کے نازل ہوا ہے۔

یلقی الروح من امرہ علےٰ من یشاء من عبادہ

اللہ تعالےٰ اپنے امر سے روح یا وحی القا کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے۔

اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روح القدس کی بابت جو تعلیم ہمیں دی ہے اور جس کی نظیر ابتدائے دنیا سے لے کر اس وقت تک نہیں ملتی۔ میں چاہتا ہوں کہ فائدہ عام کے لئے مختصر طور پر ذیل میں درج کر دوں۔

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس مقربین الٰہی میں ہمیشہ رہتا ہے اور ان سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتا سارا قرآن کریم ان تصریحات اور اشارات سے بھرا پڑا ہے بلکہ وہ ہر ایک مومن کو روح القدس ملنے کا وعدہ دیتا ہے۔ چنانچہ منجملہ ان آیات کے جو اس بارہ میں کھلے کھلے بیان سے ناطق ہیں اس آیت میں غور کرو جہاں لکھا ہے ان کل نفس لما علیہا حافظ جس کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک نفس پر ایک فرشتہ نگہبان ہے یہ صاف دلالت کر رہی ہے کہ جیسا کہ انسان کے ظاہر وجود کے لئے فرشتہ مقرر ہے جو اس سے جدا نہیں ہوتا ویسا ہی اس کے باطن کی حفاظت کے لئے بھی ایک فرشتہ مقرر ہے جو باطن کو شیطان سے روکتا ہے اور گمراہی کی ظلمت سے بچاتا ہے اور وہ روح القدس ہے جو خدا تعالےٰ کے خاص بندوں پر شیطان کا تسلط ہونے نہیں دیتا اور اسی کی طرف یہ آیت بھی اشارہ کرتی ہے کہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ اب دیکھو

کہ یہ آیت کیسی صریح طور پر بتلا رہی ہے کہ خدا تعالےٰ کا فرشتہ انسان کی حفاظت کے لئے ہمیشہ اور ہر دم اس کے ساتھ رہتا ہے اور ایکدم بھی اس سے جدا نہیں ہوتا۔ کیا اسجگہ یہ خیال آسکتا ہے کہ انسان کی ظاہر کی نگہبانی کے لئے تو دائمی طور پر فرشتہ مقرر ہے لیکن اس کی باطن کی نگہبانی کے لئے کوئی فرشتہ دائمی طور پر مقرر نہیں بلکہ متعصب سے متعصب انسان سمجھ سکتا ہے کہ باطن کی حفاظت اور روح کی نگہبانی جسم کی حفاظت سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ جسم کی آفت تو اسی جہان کا ایک دکھ ہے لیکن روح اور نفس کی آفت جہنم ابدی میں ڈالنے والی چیز ہے سو جس خدائے رحیم و کریم کو انسان کے اس جسم پر بھی رحم ہے جو آج ہے اور کل خاک ہو جائیگا اس کی نسبت کیوں کر گمان کر سکتے ہیں کہ اس کو انسان کی روح پر رحم نہیں پس اس نص قطعی اور یقینی سے ثابت ہے کہ روح القدس یا یوں کہو کہ اندرونی نگہبانی کا فرشتہ ہمیشہ نیک انسان کے ساتھ ایسا ہی رہتا ہے جیسا کہ اس کی بیرونی حفاظت کے لئے رہتا ہے۔

اس آیت کے ہم مضمون قرآن کریم میں اور بہت سی آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی تربیت اور حفاظت ظاہری و باطنی کے لئے اور نیز اس کے اعمال کے لکھنے کے لئے ایسے فرشتے مقرر ہیں کہ جو دائمی طور پر انسانوں کے پاس رہتے ہیں چنانچہ منجملہ ان کے یہ آیات ہیں۔

وان علیکم لحافظین کراماً کاتبین۔ یعلمون ما تفعلون ۱۲ و یُرسل علیکم حفظۃً ۱۳ لہٗ معقباتٌ من بین یدیہ ومن خلفہٖ یحفظونہ من امر اللہ ۱۴

ترجمہ ان آیات کا یہ ہے کہ تم پر حفاظت کرنے والے مقرر ہیں وہ بڑے بھاری منشی ہیں وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو خدا تعالےٰ ان کو بھیجتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے چوکیدار مقرر ہیں جو اس کے بندوں کی ہر طرح سے یعنے کیا ظاہری طور پر اور کیا باطنی طور پر حفاظت کرتے ہیں۔

اس جگہ اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ جب روح القدس صرف مقربین الٰہی کو ملتا ہے

تو پھر ہر ایک کا نگہبان کیونکر ہو سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ روح القدس کا کامل طور پر نزول مقربوں پر ہی ہوتا ہے مگر اس کی فی الجملہ تائید حسب مراتب محبت و اخلاص دوسروں کو بھی ہوتی ہے۔ ہماری تقریر مندرجہ بالا کا صرف یہ مطلب ہے کہ روح القدس کی اعلےٰ تجلی کی یہ کیفیت ہے کہ جب بقا اور لقا کے مرتبہ پر محبت الٰہی انسان کی محبت پر نازل ہوتی ہے تو یہ اعلےٰ تجلی روح القدس کی ان دونوں محبتوں کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے جسکے مقابل پر دوسری تجلیات کالعدم ہیں مگر یہ تو نہیں کہ دوسری تجلیات کا وجود ہی نہیں۔ خدا تعالےٰ ایک ذرہ محبت خالصہ کو بھی ضائع نہیں کرتا۔ انسان کی محبت پر اُس کی محبت نازل ہوتی ہے اور اسی مقدار پر روح القدس کی چمک پیدا ہوتی ہے یہ خدا تعالےٰ کا ایک بندھا ہوا قانون ہے کہ ہر ایک محبت کے اندازہ پر الٰہی محبت نزول کرتی رہتی ہے اور جب انسانی محبت کا ایک دریا بہ نکلتا ہے تو اس طرف سے بھی ایک دریا نازل ہوتا ہے اور جب وہ دونوں دریا ملتے ہیں تو ایک عظیم الشان نور ان میں سے پیدا ہوتا ہے جو قرآن شریف کی اصطلاح میں روح القدس سے موسوم ہے۔ لیکن جیسے تم دیکھتے ہو کہ اگر بیس سیر پانی میں ایک ماشہ مصری ڈالدی جائے تو کچھ بھی مصری کا ذائقہ معلوم نہیں ہوگا اور پانی پھیکے کا پھیکا ہی ہوگا مگر یہ نہیں کہ سکتے کہ مصری اس میں نہیں ڈالی گئی۔ اور نہ یہ کہ سکتے ہیں کہ پانی میٹھا ہے۔ یہی حال اس روح القدس کا ہے جو ناقص طور پر ناقص لوگوں پر اُترتا ہے اس کے اُترنے میں تو شک نہیں ہو سکتا کیونکہ اونے سے ادنے آدمی کو بھی نیکی کا خیال روح القدس سے پیدا ہوتا ہے کبھی فاسق اور فاجر اور بدکار بھی سچی خواب دیکھ لیتا ہے اور یہ سب روح القدس کا اثر ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے مگر وہ تعلق عظیم جو مقدسوں اور مقربوں کے ساتھ ہے اُس کے مقابل پر یہ کچھ چیز نہیں گویا کالعدم ہے

ایک یہ سوال ہے کہ جس حالت میں روح القدس انسان کو بدیوں سے روکنے کے لئے مقرر ہے تو پھر اس سے گناہ کیوں سرزد ہوتا ہے اور انسان کفر اور فسق اور فجور میں کیوں مبتلا ہو جاتا ہے اس کا یہ جواب ہے کہ خدا تعالےٰ نے انسان کے لئے ابتلا کے

طور پر دو روحانی داعی مقرر کر رکھے ہیں ایک داعی خیر جس کا نام روح القدس ہے اور ایک داعی شر جس کا نام ابلیس اور شیطان ہے یہ دونوں داعی صرف خیر یا شر کی طرف بلاتے رہتے ہیں مگر کسی بات پر جبر نہیں کرتے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے فالہمہا فجورہا وتقوٰہا یعنے خدا بدی کا بھی الہام کرتا ہے اور نیکی کا بھی۔ بدی کے الہام کا ذریعہ شیطان ہے جو شرارتوں کے خیالات دلوں میں ڈالتا ہے اور نیکی کے الہام کا ذریعہ روح القدس ہے جو پاک خیالات دل میں ڈالتا ہے اور چونکہ خدا تعالےٰ علت العلل ہے اس لئے یہ دونوں الہام خدا تعالےٰ نے اپنی طرف منسوب کر لئے۔ کیونکہ اسی کی طرف سے یہ سارا انتظام ہے ورنہ شیطان کیا حقیقت رکھتا ہے جو کسی کے دل میں وسوسہ ڈالے اور روح القدس کیا چیز جو کسی کو تقوے کی راہوں کی ہدایت کرے۔ مگر اس بات کو اچھی طرح سے یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن کریم کی یہ تعلیم نہیں ہے کہ شیطان گمراہ کرنے کے لئے جبر کر سکتا ہے اور نہ یہ تعلیم ہے کہ صرف بدی کی طرف بلانے کے لئے شیطان کو متعین کر رکھا ہے بلکہ یہ تعلیم ہے کہ آزمایش[1] اور امتحان کی غرض سے لمہ ملک اور لمہ ابلیس برابر طور پر انسان کو دیئے گئے ہیں یعنے ایک داعی خیر اور ایک داعی شر تا انسان اس ابتلا میں پڑ کر مستحق ثواب یا عقاب کا ٹھہر سکے کیونکہ اگر اس کے لئے ایک ہی طور کے اسباب پیدا کئے جاتے مثلاً اگر اس کے بیرونی اور اندرونی اسباب جذبات فقط نیکی کی طرف ہی اس کو کھینچتے یا اس کی فطرت ہی ایسی واقع ہوتی کہ وہ بجز نیکی کے کاموں کے اور کچھ کر ہی نہ سکتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ نیک کاموں کے کرنے سے اس کو کوئی مرتبہ قرب کا مل سکے کیونکہ اس کے لئے تو تمام اسباب و

---

[1] فٹ نوٹ۔ اس جگہ آزمایش کے لفظ سے کوئی دھوکہ نہ کھاوے کہ خدائے عالم الغیب کو امتحان اور آزمایش کی کیا ضرورت ہے سو اس کا یہ جواب ہے کہ بلاشبہ اس کو کوئی ضرورت نہیں لیکن چونکہ اصل مقصد امتحان سے اظہار حقایق مخفیہ ہوتا ہے اس لئے یہ لفظ خدا تعالیٰ کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ وہ امتحان میں اس لئے نہیں ڈالتا کہ اس کو معلوم نہیں بلکہ اس لئے کہ تا شخص زیر امتحان پر اس کی حقیقت ظاہر کرے کہ اس میں یہ فساد یا صلاحیت ہے۔ اور نیز دوسروں پر بھی اس کا جوہر کھول دیوے۔

جذبات نیک کام کرنے کے ہی موجود ہیں یا یہ کہ بدی کی خواہش تو ابتدا سے ہی اس کی فطرت سے مسلوب ہے تو پھر بدی سے بچنے کا اس کو ثواب کس استحقاق سے ملے۔ مثلاً ایک شخص ابتدا سے ہی نامرد ہے جو عورت کی کچھ خواہش نہیں رکھتا اب اگر وہ ایک مجلس میں یہ بیان کرے کہ میں فلاں وقت جوان عورتوں کے ایک گروہ میں رہا جو خوبصورت بھی تھیں مگر میں ایسا پرہیزگار ہوں کہ میں نے ان کو شہوت کی نظر سے ایک دفعہ بھی نہیں دیکھا اور خدا تعالےٰ سے ڈرتا رہا۔ تو کچھ شک نہیں کہ سب لوگ اسکے اس بیان پر ہنسیں گے اور طنز سے کہینگے کہ اے نادان کب اور کس وقت تجھ میں یہ قوت موجود تھی تا اس کے روکنے پر تو فخر کر سکتا یا کسی ثواب کی امید رکھتا۔ جاننا چاہیئے کہ سالک کو اپنے ابتدائی اور درمیانی حالات میں تمام امیدیں ثواب کی مخالفانہ جذبات سے پیدا ہوتی ہیں اور ان منازل سلوک میں جن امور میں فطرت ہی سالک کی ایسی واقع ہو کہ اس قسم کی بدی وہ کر ہی نہیں سکتا تو اس قسم کے ثواب کا بھی وہ مستحق نہیں ہو سکتا مثلاً ہم بچھو اور سانپ کی طرح اپنے وجود میں ایک ایسی زہر نہیں پاتے جس کے ذریعہ سے ہم کسی کو اس قسم کی ایذا پہنچا سکیں جو کہ سانپ اور بچھو پہنچاتے ہیں سو ہم اس قسم کی ترک بدی میں عند اللہ کسی ثواب کے مستحق بھی نہیں۔

اب اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ مخالفانہ جذبات جو انسان میں پیدا ہو کر انسان کو بدی کی طرف کھینچتے ہیں درحقیقت وہی انسان کے ثواب کا بھی موجب ہیں کیونکہ جب وہ خدا تعالےٰ سے ڈر کر ان مخالفانہ جذبات کو چھوڑ دیتا ہے تو عند اللہ بلاشبہ تعریف کے لائق ٹھہر جاتا ہے اور اپنے رب کو راضی کر لیتا ہے لیکن جو شخص انتہائی مقام کو پہنچ گیا اس میں مخالفانہ جذبات نہیں رہتے۔ گویا اس کا جن مسلمان ہو جاتا ہے مگر ثواب باقی رہ جاتا ہے کیونکہ وہ ابتلا کے منازل کو بڑی مردانگی کے ساتھ طے کر چکا ہے جیسے ایک صالح آدمی جس نے بڑے بڑے نیک کام اپنی جوانی میں کئے ہیں اپنی پیرانہ سالی میں بھی ان کا ثواب پاتا ہے اب جبکہ قرآنی آیات سے ثابت ہو گیا کہ جیسے بدی کی طرف دعوت کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے ہمیشہ کا قرین شیطان کو مقرر کر رکھا ہے ایسا ہی دوسری طرف نیکی کی دعوت

کرنے کے لئے روح القدس کو اس رحیم و کریم نے دائمی قرین انسان کا مقرر کر دیا ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ بقا اور لقا کی حالت میں اثر شیطان کا کالعدم ہو جاتا ہے گویا وہ اسلام قبول کر لیتا ہے اور روح القدس کا نور انتہائی درجہ پر چمک اُٹھتا ہے۔ تو اس وقت اس پاک اور اعلےٰ درجہ کی تعلیم پر کون اعتراض کر سکتا ہے بجز اس نادان اور اندھے کے کہ جو صرف حیوانات کی طرح زندگی بسر کرتا ہے اور پاک تعلیم کے نور سے کچھ بھی حصہ نہیں رکھتا بلکہ سچ اور واقعی امر تو یہ ہے کہ قرآن کریم کی یہ تعلیم بھی منجملہ معجزات کی ایک معجزہ ہے کیونکہ جس خوبی اور اعتدال اور حکیمانہ شان سے اس تعلیم نے اس عقدہ کو حل کر دیا کہ کیوں انسان میں نہایت قوی جذبات خیر یا شر پائے جاتے ہیں یہانتک کہ عالم رویا میں بھی ان کے انوار یا ظلمتیں صاف اور صریح طور پر محسوس ہوتی ہیں۔ اس طرز محکم اور حقانی سے کسی اور کتاب نے بیان نہیں کیا اور زیادہ تر اعجاز کی صورت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ بجز اس طریق کے ماننے کے اور کوئی بھی طریق بن نہیں پڑتا اور اس قدر اعتراض وارد ہوتے ہیں کہ ہرگز ممکن نہیں کہ ان سے مخلصی حاصل ہو کیونکہ خدا تعالےٰ کا عام قانون قدرت ہم پر ثابت کر رہا ہے کہ جسقدر ہمارے نفوس و قوےٰ و اجسام کو اس ذات مبدء فیض سے فایدہ پہنچتا ہے وہ بعض اور چیزوں کے توسط سے پہنچتا ہے۔ مثلاً اگرچہ ہماری آنکھوں کو وہی روشنی بخشتا ہے مگر وہ روشنی آفتاب کے توسط سے ہم کو ملتی ہے اور ایسا ہی رات کی ظلمت جو ہمارے نفوس کو آرام پہنچاتی ہے اور ہم نفس کے حقوق اس میں ادا کر لیتے ہیں وہ بھی درحقیقت اسی کی طرف سے ہوتی ہے کیونکہ درحقیقت ہر ایک پیدا شوندہ کی علت العلل وہی ہے۔ پھر جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ایک بندھا ہوا قانون قدیم سے ہمارے افاضہ کے لئے چلا آتا ہے کہ ہم کسی دوسرے کے توسط سے ہر ایک فیض خدا تعالےٰ کا پاتے ہیں ہاں اس فیض کے قبول کرنے کے لئے اپنے اندر قوے بھی رکھتے ہیں جیسی ہماری آنکھ روشنی کے قبول کرنے کے لئے ایک قسم کی روشنی اپنے اندر رکھتی ہے اور ہمارے کان بھی ان اصوات کے قبول کرنے کے لئے جو ہوا پہنچاتی ہے ایک قسم کی حس اپنے اعصاب میں موجود رکھتے ہیں۔ لیکن یہ تو نہیں کہ ہمارے قوے ایسے مستقل

اور کامل طور پر بناوٹ رکھتے ہیں کہ خارجی معینات اور معاونات کی کچھ بھی ضرورت اور حاجت نہیں۔ ہم کبھی نہیں دیکھتے کہ کوئی ہماری جسمانی قوت صرف اپنے ملکہ موجودہ سے کام چلا سکے اور خارجی ممد و معاون کی محتاج نہ ہو مثلاً اگرچہ ہماری آنکھیں کیسی ہی تیز بین ہوں مگر پھر بھی ہم اس ہوا کے حاجتمند ہیں جو آواز کو اپنے اندر لپیٹ کر ہمارے کانوں تک پہنچا دیتی ہے اس سے ثابت ہے کہ صرف ہمارے قوے ہماری انسانیت کی کل چلانے کے لئے کافی نہیں ہیں۔ ضرور ہمیں خارجی ممدوں اور معاونوں کی اگرچہ بلحاظ علت العلل ہونے کے خدا تعالےٰ ہی ہے مگر اس کا یہ انتظام ہرگز نہیں ہے۔ کہ وہ بلا توسط ہمارے قوے اور اجسام پر اثر ڈالتا ہے بلکہ جہاں تک ہم نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں۔ اور جس قدر ہم اپنے فکر اور ذہن اور سوچ سے کام لیتے ہیں صریح اور صاف اور بدیہی طور پر ہمیں نظر آتا ہے کہ ہر ایک فیضان کے لئے ہم میں اور ہمارے خداوند کریم میں علل متوسط ہیں جن کے توسط سے ہر ایک قوت اپنی حاجت کے موافق فیضان پاتی ہے۔

پس اسی دلیل سے ملائک اور جنات کا وجود بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ ہم نے صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ خیر اور شر کے اکتساب میں صرف ہمارے ہی قوائے کافی نہیں بلکہ خارجی ممدات اور معاونات کی ضرورت ہے جو خارق عادت اثر رکھتے ہوں۔ مگر وہ ممد اور معاون خدا تعالےٰ براہ راست اور بلا توسط نہیں بلکہ بتوسط بعض اسباب ہے۔ سو قانون قدرت کے ملاحظہ نے قطعی اور یقینی طور پر ہم پر کھولدیا کہ وہ ممدات اور معاونات خارج میں موجود ہیں گو ان کی کنہ اور کیفیت ہم کو معلوم ہو یا نہ ہو مگر یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ نہ براہ راست خدا تعالےٰ ہے اور نہ ہماری ہی قوتیں اور ہمارے ہی ملکے ہیں بلکہ وہ ان دونوں قسموں سے الگ ایسی مخلوق چیزیں ہیں جو ایک مستقل وجود اپنا رکھتی ہیں اور جب ہم ان میں سے کسی کا نام داعی الی الخیر رکھیں گے تو اُسی کو ہم روح القدس یا جبرائیل کہینگے۔ اور جب ہم ان میں سے کسی کا نام داعی الی الشر رکھینگے تو اسی کو ہم شیطان اور ابلیس کے نام سے بھی موسوم کریں گے۔ یہ ضرور نہیں کہ ہم روح القدس یا شیطان ہر ایک تاریک دل کو دکھلاویں اگرچہ عارف انکو دیکھ بھی لیتے ہیں اور کشفی مشاہدات سے وہ دونوں نظر بھی آجاتے ہیں۔ مگر محجوب کے لئے

ہم کسی حاجت کے وقت خدا تعالےٰ کے سوا اور کسی کو مدد کے لئے پکار نہیں سکتے

* مگر پھر بھی ہم آفتاب کی روشنی کے محتاج ہیں اور ہمارے کان کیسے ہی شنوا ہوں۔

جو ابھی نہ شیطان کو دیکھ سکتا ہے اور نہ روح القدس کو یہ ثبوت کافی ہے۔ کیونکہ تاثیر کے وجود سے موثر کا وجود ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ قاعدہ صحیح نہیں ہے تو پھر خدا تعالےٰ کے وجود کا بھی کیونکر پتہ لگ سکتا ہے۔ کیا کوئی دکھلا سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ کہاں ہے۔ صرف متاثرات کی طرف دیکھکر جو اس کی قدرت کے نمونے ہیں اس موثر حقیقی کی ضرورت تسلیم کی گئی ہے ہاں عارف اپنے انتہائی مقام پر روحانی آنکھوں سے اس کو دیکھتے ہیں اور اس کی باتوں کو بھی سنتے ہیں مگر محجوب کے لئے بجز اس کے اور استدلال کا طریق کیا ہے کہ متاثرات کو دیکھکر اس موثر حقیقی کے وجود پر ایمان لاوے سو اسی طریق سے روح القدس اور شیاطین کا وجود ثابت ہوتا ہے۔ اور نہ صرف ثابت ہوتا ہے بلکہ عین صفائی سے نظر آجاتا ہے افسوس ان لوگوں کی حالت پر جو فلسفہ باطلہ کی ظلمت سے متاثر ہو کر ملایک اور شیاطین کے وجود سے انکار کر بیٹھے ہیں اور بینات اور نصوص صریحہ قرآن کریم سے انکار کر دیا اور نادانی سے بھرے ہوئے الحاد کے گڑھے میں گر پڑے + اور اس جگہ ناظرین کو یاد رہے کہ یہ مسئلہ ان مسایل میں سے ہے جن کے اثبات کے لئے اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث کیا ہے +

روح القدس کے بارہ میں جو قرآن کریم میں آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے کامل مومنوں کو روح القدس دیا جاتا ہے۔ منجملہ ان کے ایک یہ آیت ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا ۸/۲۹ اور پھر فرمایا ویجعل لکم نورا تمشون بہ ۵۷/۲۸ یعنے اے وے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم تقوے اختیار کرو اور اللہ جلشانہ سے ڈرتے رہو تو خدا تعالےٰ تمہیں وہ چیز عطا کرے گا یعنے روح القدس جس کے ساتھ تم غیروں سے امتیاز کلی پیدا کرو گے اور تمہارے لئے ایک نور مقرر کر دیگا یعنے روح القدس جو تمہارے ساتھ چلے گا۔ قرآن کریم میں روح القدس کا نام نور بھی ہے پھر ایک دوسرے مقام میں فرماتا ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاؤکم فی الحیوٰۃ

الدنیا و فی الاخرۃ یعنے جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ جلشانہٗ ہے پھر اسپر ثابت قدمی دکھلاتے ہیں۔ اور کسی مصیبت اور آفت اور زلزلہ اور امتحان سے ان کے صدق میں ذرہ فرق نہیں آتا۔ انپر فرشتے اُترتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ تم ذرہ خوف نہ کرو اور نہ غمگین ہو اور اس بہشت کے تصور سے شادان اور فرحان ہو جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے ہم تمہارے متولی اور تمہارے پاس ہر وقت حاضر اور قریب ہیں کیا دُنیا میں اور کیا آخرت میں پھر ایک دوسرے مقام میں فرمایا اَومن کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمات لیس بخارج منہا ۲۲/۱۵ اور پھر فرمایا وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ۲۲/۳۵ یعنے کیا وہ شخص جو مردہ تھا اور ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کو ایک نور عطا کیا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا یعنے اس نور کے برکات لوگوں کو معلوم ہوتے ہیں کیا ایسا آدمی اس آدمی کی مانند ہو سکتا ہے جو سراسر تاریکی میں اسیر ہے اور اس سے نکل نہیں سکتا۔ نور اور حیات سے مراد روح القدس ہے۔ کیونکہ اس سے ظلمت دور ہوتی ہے اور وہ دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ اسی لئے اس کا نام روح القدس ہے یعنے پاکی کی روح جسکے داخل ہونے سے ایک پاک زندگی حاصل ہوتی ہے۔

اور منجملہ ان آیات قرآنی کے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ روح القدس ہمیشہ کے لئے خدا تعالےٰ کے ملہم بندوں کے ساتھ رہتا ہے۔ اور انھیں علم اور حکمت اور پاکیزگی کی تعلیم کرتا ہے یہ آیت کریمہ ہے۔ اولئک کتب فی قلوبہم الایمان و ایدھم بروح منہ ۵۸/۲۲ یعنے ان مومنوں کے دلوں میں خدا تعالےٰ نے ایمان کو لکھ دیا اور روح القدس سے ان کو مدد دی دل میں ایمان کے لکھنے سے یہ مطلب ہے کہ ایمان فطرتی اور طبعی ارادوں میں داخل ہو گیا اور جزو طبیعت بن گیا اور کوئی تکلف اور تصنع درمیان نہ رہا۔ اور یہ مرتبہ کہ ایمان دل کے رگ و ریشہ میں داخل ہو جائے اس وقت انسان کو ملتا ہے کہ جب انسان روح القدس سے مؤید ہو کر ایک نئی زندگی پاوے۔ اور جس طرح جان ہر وقت جسم کی محافظت کے لئے جسم کے اندر رہتی ہے

اور اپنی روشنی اسپر ڈالتی رہتی ہے اسی طرح اس نئی زندگی کی روح القدس بھی اندر آباد ہو جائے۔ اور دلپر ہر وقت اور ہر لحظہ اپنی روشنی ڈالتی رہے۔ اور جیسے جسم جان کے ساتھ ہر وقت زندہ ہے دل اور تمام روحانی قوے روح القدس کے ساتھ زندہ ہوں۔ اسی وجہ سے خدا تعالےٰ نے بعد بیان کرنے اس بات کے کہ ہم نے ان کے دلوں میں ایمان کو لکھدیا یہ بھی بیان فرمایا کہ روح القدس سے ہم نے ان کو تائید دی کیونکہ جبکہ ایمان دلوں میں لکھا گیا۔ اور فطرتی حروف میں داخل ہو گیا۔ تو ایک نئی پیدائش انسان کو حاصل ہو گئی۔ اور یہ نئی پیدائش بجز تائید روح القدس کے ہرگز نہیں ملسکتی روح القدس کا نام اسی لئے روح القدس ہے کہ اس کے داخل ہونے سے ایک پاک روح انسان کو مل جاتی ہے۔

قرآن کریم روحانی حیات کے ذکر سے بھرا پڑا ہے اور جا بجا کامل مومنوں کا نام احیا یعنے زندے اور کفار کا نام اموات یعنے مردے رکھتا ہے یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ کامل مومنوں کو روح القدس کے دخول سے ایک جان مل جاتی ہے اور کفار گو جسمانی طور پر حیات رکھتے ہیں مگر اس حیات سے بے نصیب ہوتے ہیں جو دل اور دماغ کو ایمانی زندگی بخشتی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت صحابہ کا بلاشبہ یہ اعتقاد تھا کہ آنجناب کا کوئی فعل اور کوئی قول وحی کی آمیزش سے خالی نہیں۔ جیسے فرمایا اللہ تعالےٰ نے وما ینطق عن الھوای ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ ۵۳ اور محمد رسول اللہ صلعم اپنی خواہش سے کچھ بھی نطق نہیں کرتا۔ بلکہ جو کچھ بھی یہ بولتا ہے بذریعہ وحی اسکو القا کیا جاتا ہے۔

اور جو کچھ آنحضرت صلعم کے خاص معاملات و مکالمات خلوت اور سر میں پہلیوں سے تھے یا جس قدر اکل اور شرب اور لباس کے متعلق اور معاشرت کی ضروریات میں روزمرہ کے خانگی امور تھے سب اسی خیال سے احادیث میں داخل کئے گئے کہ وہ تمام کام اور کلام روح القدس کی روشنی سے ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے اور امام احمد بسند وسائط عبداللہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ نے کہا کہ

میں جو مجھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا لکھ لیتا تھا تا میں اس کو حفظ کر لوں
پس بعض نے مجھ کو منع کیا کہ ایسا مت کر کیونکہ رسول اللہ صلعم بشر ہیں کبھی غضب سے
بھی کلام کرتے ہیں تو میں یہ بات سُنکر لکھنے سے دست کش ہو گیا اور اس بات کا
رسول اللہ صلعم کے پاس ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ اُس ذات کی مجھکو قسم ہے جس کے ہاتھ
میں میری جان ہے کہ جو مجھ سے صادر ہوتا ہے خواہ قول ہو یا فعل وہ سب خدا تعالے
کی طرف سے ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ انھیں احادیث کی کتابوں میں بعض امور میں آنحضرت
صلعم کی اجتہادی غلطی کا بھی ذکر ہے اگر کل قول و فعل آنحضرت صلعم کا وحی سے تھا تو پھر
وہ غلطی کیوں ہوئی گو آنحضرت صلعم اسپر قایم نہیں رکھے گئے تو اس کا یہ جواب ہے کہ وہ
اجتہادی غلطی بھی وحی کی روشنی سے دور نہیں تھی۔ اور آنحضرت صلعم خدا تعالے کے
قبضہ سے ایک دم جدا نہیں ہوتے تھے پس اس اجتہادی غلطی کی ایسی ہی مثال ہے جیسے
آنحضرت صلعم کو نماز میں چند دفع سہو واقع ہوا تا اس سے دین کے مسایل پیدا ہوں سو
اسی طرح بعض اوقات اجتہادی غلطی ہوئی۔ تا اس سے بھی تکمیل دین ہو۔ اور بعض
باریک مسایل اس کے ذریعہ سے پیدا ہوں اور وہ سہو بشریت بھی عام لوگوں کی طرح
سہو نہ تھا بلکہ دراصل ہم رنگ وحی تھا۔ کیونکہ خدا تعالے کی طرف سے ایک خاص تصرف
تھا جو نبی کے وجود پر حاوی ہو کر اس کو کبھی ایسی طرف مائل کر دیتا تھا جس میں خدا تعالے
کے بہت مصالح تھے سو ہم اس اجتہادی غلطی کو بھی وحی سے علیحدہ نہیں سمجھتے کیونکہ
وہ ایک معمولی بات نہ تھی بلکہ خدا تعالے اسوقت اپنے نبی کو اپنے قبضہ میں لیکر مصالح
عام کے لئے ایک نور کو سہو کی صورت میں یا غلط اجتہاد کے پیرایہ میں ظاہر کر دیتا تھا
اور پھر ساتھ ہی وحی اپنے جوش میں آجاتی تھی۔ جیسے ایک چلنے والی نہر کا ایک مصلحت
کے لئے پانی روکدیں اور پھر چھوڑ دیں۔ پس اس جگہ کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا کہ نہر سے
پانی خشک ہو گیا۔ یا اس میں سے اُٹھا لیا گیا۔ یہی حال انبیاء کی اجتہادی غلطی کا ہے
کہ روح القدس تو کبھی ان سے علیحدہ نہیں ہوتا مگر بعض اوقات خدا تعالے بعض مصالح
کے لئے انبیاء کی فہم اور ادراک کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے تب کوئی قول یا فعل سہو

یا غلطی کی شکل میں ان سے صادر ہوتا ہے اور وہ حکمت جو ارادہ کی گئی ہے ظاہر ہو جاتی ہے تب پھر وحی کا دریا زور سے چلنے لگتا ہے اور غلطی کو درمیان سے اُٹھا دیا جاتا ہے۔ گویا اس کا کبھی وجود نہیں تھا۔ حضرت مسیح ایک انجیر کی طرف دوڑے گئے کہ اس کا پھل کھائیں اور روح القدس ساتھ ہی تھا مگر روح القدس نے یہ اطلاع نہ دی کہ اس وقت انجیر پر کوئی پھل نہیں۔ بااین ہمہ یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ شاذ و نادر معدوم کے حکم میں ہوتا ہے پس جس حالت میں ہمارے سید و مولےٰ محمد مصطفےٰ صلعم کے دس لاکھ کے قریب قول و فعل میں سراسر خدائی کا ہی جلوہ نظر آتا ہے اور ہر بات میں حرکات میں سکنات میں اقوال میں افعال میں روح القدس کے چمکتے ہوئے انوار نظر آتے ہیں تو پھر اگر ایک آدھ بات میں بشریت کی تحقیق کے لئے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تا لوگ شرک بلا میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

مولوی صاحب مندرجہ بالا بیان کو بغور پڑھ لینے کے بعد اسبات کو بھی اچھی طرح سے تحقیق کر لیویں کہ سارے قرآن مجید میں اسبات کا اشارہ تک بھی پایا نہیں جاتا کہ محمد رسول اللہ صلعم کو ما یوحی میں سے صرف قرآنی وحی کی اتباع کا حکم تھا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وانزل اللہ علیک الکتب والحکمۃ وعلمک ما لم تکن تعلم ۵/۱۴	اے محمد رسول اللہ صلعم نازل کی اللہ نے تجھ پر اپنی کتاب اور نازل کی تجھ پر اپنی حکمت اور تجھ کو ایسی باتیں بھی سکھائیں جو تو کتاب اور حکمت سمجھ نہیں سکتا تھا۔ اور پھر فرمایا
فاوحی الی عبدہ ما اوحی ۵۳/۱۰	پس وحی کیا ہم نے اپنے بندہ کی طرف جو کچھ وحی کیا تفصیل نہیں بتائی ہاں اتنا بتایا کہ قرآن مجید بھی اُسی وحی میں سے ایک اعلیٰ درجہ کی وحی ہے۔ اور پھر فرمایا اللہ تعالےٰ نے اپنی کامل کتاب میں کہ
ان اتبع الا ما یوحی الی ۴۶/۸	میں کسی چیز کی بھی سوائے اسکے جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے تابعداری نہیں کرتا۔
اتبع ما اوحی الیک من ربک ۶/۱۹	اے محمد رسول اللہ صلعم جو کچھ تیرے رب کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے تو اسی کی اتباع کر۔

م بشریت کی بھی بو آوے تو اس سے کیا نقصان بلکہ ضرور تھا کہ

واتبع مایوحی الیک ۱۱ اے محمد رسول اللہ صلعم جو کچھ تیری طرف وحی کیا جاتا ہے تو اسی کی اتباع کر۔

وان احکم بینھم بما انزل اللہ ۲۱ اور ان کے درمیان حکم کر اس چیز کے ساتھ جو کچھ کہ اللہ نے اُتارا۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون ۴۴ اور جو کوئی شخص حکم نہ کرے ساتھ اس چیز کے جو کچھ کہ اللہ نے نازل کیا پس وہی لوگ کافر ہیں۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مایوحی اور مآانزل کی اتباع کا حکم ہے نہ کہ صرف قرآنی وحی۔ ہاں قرآنی وحی ایک اعلےٰ اجلے اور ارفع وحی ہے اور دوسری وحی اس کے ماتحت کام کرتی ہے۔ اور میں اس سے پیشتر ثابت کر چکا ہوں کہ رسول اللہ صلعم اور کتاب اللہ دونوں مآانزل اللہ میں داخل ہیں اور دونوں چیزیں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہماری ہدایت کے لئے آئی ہیں۔ اور یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ دین کے کل احکام قرآن مجید میں درج ہیں۔ اب میں ایک آیت لکھکر رسالہ کو ختم کرتا ہوں اور خدا تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اپنے دین کے سچے مددوں اور معاونوں میں سے مجھے بناوے۔ اور اپنے فضل سے میری حفاظت کرے اور اس رسالہ کو بہتوں کی ہدایت کا موجب بناوے۔ آمین ثم آمین۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے۔

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا۔ اولئک ھم الکفرون حقا واعتدنا للکفرین عذابا مھینا ۱۵۴

جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کا اور اس کے رسولوں کا اور چاہتے ہیں کہ اللہ میں اور اسکے رسولوں میں تفرقہ کریں۔ یا کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں بعضوں پر اور انکار کرتے ہیں بعضوں کا۔ اور چاہتے ہیں کہ اس کے بین بین کوئی راہ نکال لیویں۔

ص ۔ کرامات صحابہ کی اور وصالی اور اولیاء کی کرامتوں سے

حقیقت میں وہی لوگ پکے کافر ہیں۔ اور کافروں کے لئے ہم نے بڑا سخت عذاب تیار کیا ہوا ہے۔

ایک خط

یکم اپریل ۱۹۰۷ء — محمد ظہیر الدین عفی عنہ

مندرجہ ذیل خط جو پادری تھومل صاحب ساکن اوٹھیاں تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کی خدمت بابرکت میں رجسٹری کرکے بھیجا گیا تھا اور جس کی رسید بھی میرے پاس موجود ہے فائدہ عام کے لئے درج کیا جاتا ہے۔

جناب پادری تھومل صاحب جی۔ بعد ادائے آداب کے التماس ہے۔ کہ اس خط میں بموجب ارشاد آپ کے مَیں اس بات کو بیان کرنا نہیں چاہتا کہ آپ کے خداوند کی والدہ مرحومہ نے فانی بچے جنے تھے اور یہ کہ آپ کے خداوند بیوی بھی رکھتے تھے اور نہ ہی اسبات کو مفصل طور پر لکھنا چاہتا ہوں کہ اپنے گناہوں کی معافی کے لئے ایک راستباز اولوالعزم نبی کو لعنتی بنانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس طرح سے تو ایک راستباز کو لعنتی بنانے سے ہم ایک اور کبیرہ گناہ کے مرتکب ہو جاویں گے۔ اور نہ ہی آپنے مجھے یہ لکھنے کی اجازت دی تھی کہ میں ۱=۱+۱+۱=۳=۲+۱ والے گورکھ دھندہ کو حل کروں۔ بلکہ آپ نے مجھے اتنا حکم دیا تھا کہ مَیں اس رجسٹرڈ خط میں جس کی قیمت بھی آپنے ہی مجھے دی تھی۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مہدویت اور مسیحیت کے دلائل کو کتاب مقدس سے لکھوں۔ سو پیشتر اس کے کہ مَیں ان دلائل کو لکھوں آپ کی توجہ کو تھوڑی دیر کے لئے افضل الرسل خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلعم کی ذات پاک کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ میرا ایمان ہے۔ کہ کوئی شخص احمد رسول اللہ صلعم پر ایمان نہیں لاسکتا جب تک کہ وہ محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان نہ لاوے اور کوئی شخص بھی محمد رسول اللہ صلعم پر نہیں نہیں بلکہ کُل انبیاء پر ہرگز ہرگز سچے دل سے ایمان نہیں لاسکتا جب تک کہ وہ احمد رسول اللہ صلعم پر ایمان نہیں لاتا۔ اور یہ محمد رسول اللہ صلعم وہی موعود نبی تھا جس کی نسبت حضرت موسےٰ نے استثنا ۱۸/۱۵ تا ۱۹/۱۷ میں فرمایا تھا۔

خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی طرف کان دھریو پھر ۱۸ و ۱۹ میں موسےٰ نے فرمایا تھا کہ خداوند نے مجھے کہا کہ انھوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا میں ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اس کے مُنہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہیگا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لیکے کہیگا نہ سُنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔ اور پھر اس کے ساتھ اعمال ۳ ۲۰ سے ۲۴ ملالیویں جہاں لکھا ہے اور وہ اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنے یسوع کو بھیجے ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے دنیا کے شروع سے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے۔ چنانچہ موسےٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کریگا جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا اور یہ ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سُنے گا وہ اُمت میں سے نیست و نابود کر دیا جائیگا بلکہ سموئیل سے لیکر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے باتیں کیں ان سب نے اُن دنوں کی خبر دی ہے۔

سو پادری صاحب واضح رہے کہ ہر ایک نبی آسمان سے ہی نازل ہوتا ہے اور یہ ایک استعارہ ہے۔ بموجب آیت مندرجہ بالا کے مسیح نے آسمان میں اس وقت تک رہنا ہے جب تک وہ نبی موعود صلعم موسےٰ جیسا دُنیا میں ظہور نہ کرلے۔ مگر اب تو آپ نے سُن لیا ہے کہ مسیح بھی آسمان سے نازل ہوگیا ہے۔ تو کیا ضرورتی تھا کہ اس سے پہلے وہ موعود نبی صلعم دُنیا میں آیا ہوا ہوتا جس کے آنے کا وعدہ موسےٰ اور دوسرے کل نبیوں نے کیا تھا؟ ضرور آنا چاہیئے تھا اور وہ وہی موعود نبی عربی محمد رسول اللہ صلعم ہے جس نے کل دنیا کے لئے نذیر اور بشیر ہونے کا دعوے کیا اور بڑے زور شور سے انکار کر کہ دیا۔ کہ میں وہ موعود نبی موسےٰ جیسا ہوں جس کے ظہور کی پیشگوئی کل نبی کرتے آئے۔

۱۔ پادری صاحب وہ ایک ہی ہے جو موسیٰ کی طرح بلکہ کئی گنا بڑھکر بادشاہ بنا اور ایک سلطنت کا بانی ہوا۔

۲۔ جس طرح موسےٰ کے سامنے اس کے دشمن ہلاک ہوئے اس سے بڑھ چڑھ کر محمد رسول اللہ صلعم کے دشمن بڑی ذلت اور خواری کے ساتھ اس کے سامنے ہلاک ہوئے۔

۳۔ جیسے موسےٰ ایک خاص کتاب کا مالک تھا اور صاحب شریعت تھا ویسے ہی محمد رسول اللہ صلعم ایک کامل اکمل اور مفصل کتاب لیکر دنیا میں آئے جس کے آگے دنیا کی سب کتابیں ہیچ ہیں۔

۴۔ جیسے موسےٰ کے بعد اُس کے خلیفے ہوتے رہے اور موسےٰ سے ۱۴۰۰ برس بعد آخری خلیفہ حضرت مسیح علیہ السلام آئے تھے ویسے ہی محمد رسول اللہ صلعم کے بعد اس کے خلیفے ہوئے اور آخری خلیفہ ٹھیک چودھویں صدی میں مسیح علیہ السلام نازل ہوا۔

اور پھر آپ اس بات کو اچھی طرح سے یاد رکھیں کہ محمد رسول اللہ صلعم نے بڑے زور سے دعوے کیا ہے کہ میں جو کچھ بھی کہتا ہوں اپنی خواہش سے نہیں کہتا بلکہ خدا تعالےٰ کی وحی پاک سے کہتا ہوں اور یہ کہ میری نمازیں میری قربانیں غرض میرا جینا اور مرنا سب خدا کے لئے ہے جو جہانوں کا پیدا کنندہ اور پرورش کرنے والا ہے۔ اور ان سب باتوں کا ذکر مفصل طور سے قرآن مجید میں پایا جاتا ہے اگر اللہ کریم نے توفیق دی تو دوسرے خط میں مفصل عرض کرونگا۔

اب اُس موعود نبی محمد رسول اللہ صلعم نے مسیح موعود کے لئے بہت سی نشانیاں بیان کی ہیں جو اجمالاً قرآن مجید میں اور تفصیلاً احادیث صحیحہ میں موجود ہیں۔ مگر میں اس وقت صرف کتاب مقدس پر ہی کفایت کروں گا۔

آپ جانتے ہیں کہ خالص توحید یعنے اللہ کریم اپنی ذات اور صفات میں واحد لا شریک ہے صرف مسلمانوں کے پاس ہی ہے۔ اور ان کا حال ہے تو یہ ہے کہ ان میں پیر پرستی قبر پرستی اور طرح طرح کے بدرسومات رائج ہوگئی ہیں۔ جو ہندوؤں سے اس وقت اسلام میں آئی تھیں جب وہ مسلمان ہوئے تھے اور مسلمان یہاں تک افلاس کی حالت

میں پہنچ گئے ہیں کہ ٹکر گدا دیکھو تو مسلمان۔ بھنگی چرسی قمار باز دیکھو تو مسلمان خدمتگار دیکھو تو مسلمان جھوٹی گواہیاں دیتے ہیں تو مسلمان جیل خانہ میں دیکھو تو مسلمان۔ فاحشہ عورتیں بازاروں میں پیشہ کر رہی ہیں تو مسلمان جوان کا حصہ تازہ کر رہے ہیں تو مسلمان خانہ جنگی کر رہے ہیں تو مسلمان۔ کامل اکمل اور مفصل کتاب کو پیٹھ دے رہے ہیں۔ تو مسلمان۔ غرض مسلمانوں میں وہ طاقت دولت شفقت رحمت فطنت جلادت ثابت اور لیاقت ہرگز ہرگز نہیں رہی اور جو کچھ ہے بھی تو وہ پوست ہی پوست ہے مغز نہیں رہا۔ اب مسلمانوں کا جب یہ حال ہے تو ہندوؤں کا کیا کہنا وہ بیچارے تو آگے ہی پتھر پوجنے والے ہیں شرک اور بت پرستی میں اول نمبر ہونے کا فخر انھیں کو حاصل ہے۔ ایک گندے سے گندہ آدمی بھی اگر مٹی کا بے ڈول ہیبت ناک شکل والا باوا ان کو بنا کر دیوے تو ان کا وہی کرشن جی مہاراج ہے۔

اب رہے آپ صاحبان سو اس کی بابت یہ عرض ہے کہ آپ نے تو حد ہی کر دی۔ مرد کا فرزند ہوتا تو بھی بھلا ایک بات تھی آپ نے تو عورت کے بچہ کو جو رونا چلاتا خون حیض کھاتا ناں کے شکم سے باہر آیا تھا اور آخر بقول آپکے بڑی نامرادی اور ذلت کے ساتھ صلیبی موت سے مارا گیا خدا بنا لیا اور اس حقیقی خدا پر آپ کا ایمان نہ رہا جس سے یسوع مسیح اس تنگی اور تکلیف کی حالت میں ایلی ایلی لما سبقتنی کہہ کر دعا مانگتا رہا تھا۔ اور آپ اس سچے اور دعاؤں کے سننے والے خدا کو بھول گئے جو زمین و آسمان چاند سورج ستارے وغیرہ کے پیدا کرنے والا ہے اور جس نے یسوع کی دعا کو قبول کر کے لعنتی موت سے زندہ بچا لیا تھا۔ اور انجیل کے رو سے آپ میں رتی بھر بھی ایمان نہ رہا۔ کیونکہ یسوع مسیح فرماتا ہے کہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا اور وہ چلا جائیگا اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہوگی انجیل متی ۱۷/۲۰

اب اگر ان سب باتوں کو غور سے دیکھا جاوے تو ایک خدا ترس کا دل بول اٹھے گا۔ کہ اگر کسی مزکی اور مصلح کے ظہور کا وعدہ ہے تو اس کے پورا ہونے کا بھی یہی وقت ہے

یہ بات تو کسی سے پوشیدہ نہیں کہ آپ لوگ مسیح کی دوبارہ آمد کے منتظر ہیں اور آیات کو آپ جانے دیویں وہی آیت پڑھیں جو میں اوپر لکھ آیا ہوں یعنے "اور وہ اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنے یسوع کو بھیجے" - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح دنیا میں آویگا یہ جو لکھا ہے "یعنے یسوع کو" یعنے کا لفظ اسبات پر دلالت کرتا ہے - کہ یہ کسی حواری کا یا یوں سمجھ لو کہ پطرس کا اپنا خیال اور اجتہاد تھا - اصلی الفاظ صرف اتنے ہیں کہ وہ "اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے بھیجے" اور یہ نہ صرف میرا خیال ہے بلکہ یہ بات انجیل سے بھی بایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے - کہ کسی کی دوبارہ آمد سے مراد اس کا مثیل ہوا کرتا ہے نہ کہ وہ خود - گو عبارت سے ہی یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ یہ کوئی دوسرا مسیح ہے اور بعض عبرانی کے عالموں سے یہ بھی سننے میں آیا ہے - کہ اس مسیح کے واسطے انجیلوں میں کوئی خاص امتیازی لفظ بھی ہے جیسے احادیث صحیحہ میں اس مسیح اور مسیح موعود کے حلیوں میں فرق ہے - مگر پھر بھی اتنا لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ملاکی نبی کی کتاب میں لکھا تھا ۳/۱ دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجونگا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کریگا اور پھر ۴/۵ میں لکھا ہے دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجونگا اور جب ایلیاہ کی نسبت یسوع مسیح سے پوچھا گیا کہ تجھ سے پہلے اس کا نازل ہونا ضروری تھا وہ کہاں ہے تو اُس نے جوابدیا "اور چاہو تو مانو ایلیاہ جو آنیوالا تھا یہی ہے جسکے سُننے کے کان ہوں وہ سنے انجیل متی ۱۱/۱۳ و ۱۴ اور فرمایا کہ ایلیاہ تو آچکا اور انھوں نے اس کو نہیں پہچانا - اس وقت شاگردوں نے سمجھا کہ اس نے ہم سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے - انجیل متی ۱۷/۱۲ اب اتنا تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ دوبارہ آنیوالے سے مراد وہ خود نہیں ہوتا بلکہ اُس کا مثیل ہوتا ہے اور یہ فیصلہ آپ کے خداوند کا ہی ہے نہ کہ کسی احمدی کا اور باوجود اس کے ہمارے پاس سینکڑوں دلائل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع مسیح صلیب پر مرا نہیں تھا بلکہ غشی کی حالت میں اُتار لیا گیا تھا اور آخر زخموں پر مرہم عیسےٰ کے لگانے سے تندرست

ہو کر بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کو ڈھونڈنے کیلئے کشمیر کی طرف آیا تھا اور یہاں اپنی طبعی موت سے موا تھا نہ کہ لعنتی موت سے اس کے چلے آنے کے بعد حواریوں نے اس خیال سے کہ کہیں یہودیوں کو خبر نہ ہو جاوے۔ اور وہ پھر دوبارہ پکڑ کر اچھی طرح سے کام تمام نہ کر دیں یہ اڑا دیا کہ یسوع آسمان پر اڑ گیا ہے۔ اور اسی خیال کو عیسائی لوگ جب مسلمان ہوئے تو اپنے ساتھ اسلام میں لیتے آئے افسوس کہ ایک دو آدمیوں کے جھوٹے گمان کا جھوٹ اضطراری تھا کئی ہزار آدمیوں کو گمراہ کیا ورنہ بات بہت صاف تھی اگر یسوع مسیح آسمان پر اڑ گیا تھا تو جاتا ہوا آواز مار دیتا کہ لو اب میں آسمان پر باپ کے پاس جاتا ہوں تا یہودی بھی ملزم ٹھہرتے۔

میرے خیال میں یہ ممکن ہے کہ ایک شخص ثابت کر دے کیونکہ چونکہ اکثر لوگ کشمیر کے فقیروں کی طرح بغیر کسی قوی دلیل اور قاطعہ برہان کے یہ رسمی طور پر مان لیتے ہیں کہ زمین پھرتی ہے اس لئے اس کو گردون کہنا چاہیئے اور جسکو پہلے گردوں کہا جاتا تھا اُس کو اب زمین کہنا چاہیئے۔ مگر یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ عیسے صلیب پر مر گیا تھا یا آسمان پر چڑھ گیا تھا۔ اگر مسیح کے آسمان پر جانیوالی کہانی الف لیلا میں درج ہو جاتی تو عجیب دل لگی تھی۔

اب اس بات کے بیان کرنے کے بعد کہ یسوع مسیح ایک اولوالعزم نبی تھا اور لعنتی موت سے نہیں بلکہ عزت کی موت سے فوت ہوا تھا اور کہ اس کی دوبارہ آمد سے مراد اس کے مثیل کی آمد ہے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ مسیح کی دوبارہ آمد کے نشان کیا کیا ہیں۔

قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں جتنے نشان تھے وہ تو سب پورے ہو گئے اور باقی جو ہیں وہ پورے ہو رہے ہیں۔ جن سے ان کتابوں کی سچائی میں بھی کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ اب میں انجیل سے دیکھتا ہوں کہ اس میں کیا کیا نشان لکھے ہیں۔

۱۔ مسیح کہتا ہے میرے جھوٹے مسیح میرے نام سے آوینگے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔

۲- قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کرے گی۔
۳- جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آویں گے۔ لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہی ہوں گی۔
۴- بہت جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور بہتوں کو گمراہ کریں گے اور بے دینی کے بڑھ جانے کے سبب بہتوں کی محبت ٹھنڈی پڑ جاوے گی۔
۵- مری پڑے گی اور آسمان پر بڑی بڑی دہشت ناک باتیں اور نشان ظاہر ہونگے۔
۶- اِن دنوں کی حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں پر افسوس ہے کیونکہ زمین میں مصیبت اور اس امت پر غضب ہوگا۔
۷- سورج اور چاند اور ستاروں میں نشان ظاہر ہوں گے سورج تاریک ہو جائے گا۔ چاند روشنی نہ دے گا۔ ستارے آسمان سے گریں گے۔ اس وقت زمین کے سارے قبیلے چھاتی پیٹینگے اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھینگے۔
اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی۔ کہ دُنیا کے شروع سے نہ اب تک ہوئی نہ کبھی ہوگی اور اگر وہ دن گھٹائے نہ جاتے تو کوئی بشر نہ بچتا مگر برگزیدوں کی خاطر وہ دن گھٹائے جائینگے۔
۸- جیسے بجلی پورب سے کوند کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا جہاں مردار ہے وہاں گدھ جمع ہو جائیں گے۔

دیکھو متی ۲۴ مرکس ۱۳ لوقا ۲۱
۳-۱۲-۱۹-۳۱ ۳-۱۳ ۱۱ و ۱۲ و ۲۳ و ۲۵

پادری صاحب انجیل میں تو یہی نشانات ہیں جن کو میں نے آٹھ حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔
اس بات کو مختصر طور پر لکھنے سے پیشتر کہ یہ سب نشانات پورے ہو رہے ہیں اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اول تو یہ وہی اصلی الفاظ نہیں ہیں جو یسوع کے منہ سے نکلے بلکہ عیسائی بھی اس بات کو مان گئے ہیں کہ قریباً سو برس بعد پہلی انجیل لکھی گئی

اور دوسری انجیلوں کا جو ۵۶ کے قریب ہیں۔ پتہ ہی نہیں کہ کتنے سو برس بعد
لکھی گئیں۔ اور پہلی انجیل غالباً برنباس کی انجیل ہوگی جسکو پڑھکر کئی عیسائی
مسلمان ہوگئے تھے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ بعض پیشگوئیاں استعارہ
کے رنگ میں ہوتی ہیں۔ مثلاً ستارے آسمان سے گریں گے۔ اب آپ جانتے ہیں
کہ ستارے زمین سے کئی کئی سو گنا بڑے ہیں یہاں تک کہ بعض سورج سے بھی بڑے
ہیں اگر وہ زمین پر گر پڑیں تو میں پوچھتا ہوں کہ ایک ستارے کے گرنے سے ہی زمین
تو پاش پاش اور ریزہ ریزہ ہو جاوے گی۔ پھر ابن آدم کہاں آویگا ایسا ہی بادلوں
وغیرہ سے مراد یہ ہے کہ مسیح موعود پہلے پہلے بادلوں میں رہے گا لوگ اچھی طرح سے
اس کی صداقت کی روشنی کو پہچان نہ سکینگے۔ اور بوجہ کمی بصارت روحانی کے اس کی
مخالفت کریں گے۔ آخر اللہ کریم کی طرف سے بڑے بڑے منذر نشانات ظاہر ہوں گے
تب زمین کے سارے فرقے چھاتی پیٹینگے کہ کاش اس موعود کو مان لیا ہوتا۔ اب میں
مختصر طور پر اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ کیا آپ دنیا کی تواریخ میں کوئی زمانہ
ایسا بھی دکھا سکتے ہیں جس میں اس قسم کے حوادث اور مصائب مجموعی طور پر انسان
نے دیکھے ہوں۔ اور قحطوں وباؤں اور زلزلوں کا ایک سلسلہ جاری ہو گیا ہو
کیا اگر برگزیدوں کی خاطر طاعون کے دن گھٹائے نہ جاتے تو کسی کے بچ رہنے کی
امید تھی۔ اور ابھی معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے بقول مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
مصیبتوں کا تو ابھی شروع ہے ابھی تو وہ بھونچال آنے والا ہے جب ہر دودھ
پانے والی مارے ڈر کے اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور حمل والیوں کے
حمل گر پڑینگے اور یہ سب آثار قرآن مجید میں بھی صاف طور پر لکھے ہوئے ہیں اور پھر
آپ جانتے ہیں کہ ۱۸۹۴ء ماہ رمضان میں سورج سیاہ ہو گیا تھا اور چاند روشنی دینے
سے رک گیا تھا۔ اور آسمان پر ایک بڑا نشان ظاہر ہوا تھا ایسا ہی پچھلے سالوں میں
ستارے بڑی کثرت سے ٹوٹتے تھے۔ اور ستارہ ذوالسنین جس کو عام لوگ
بودی والا ستارہ کہتے ہیں اور جو حضرت عیسےٰ کے زمانہ میں نکلا کرتا تھا اب بھی

نکلتا رہا ہے۔ اب دیکھنے والی بات یہ ہے کہ انجیل میں لکھا ہے اس وقت جھوٹے مسیح بھی ہوں گے۔ ممکن ہے کہ حضرت مرزا صاحب بھی جھوٹے مسیح ہوں۔ میں کہتا ہوں اگر مرزا صاحب سلام علیہ جھوٹے مسیح ہیں تو پھر بتلاؤ سچا مسیح کونسا ہے نشانات تو سب پورے ہو گئے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ نہ ہی تو آپ سچا مسیح دکھاتے ہیں اور نہ ہی وہ نشانات بتاتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب سلام علیہ جھوٹے مسیح ہیں آخر سچے اور جھوٹے میں کوئی مابہ الامتیاز بھی تو ہونا چاہیئے یہ تو نہیں ہو سکتا کہ جو معجزات اور نشانات سچے نبی دکھا سکتے ہیں۔ وہ جھوٹے بھی دکھا سکتے ہیں۔ افسوس کہ آپ لوگ گھر کی انجیل سے بھی واقف نہیں۔ کیا اس نے سچے اور جھوٹے میں امتیاز کرنے کے لئے کوئی معیار مقرر نہیں کیا؟ کیا انجیل میں مدعی نبوت کی صداقت کو پرکھنے کے لئے کوئی کسوٹی نہیں؟ کیا آپ نے استثنا ۱۸/۲۰ و ۲۲ میں لکھا ہوا نہیں دیکھا؟ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جسکے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جاوے۔ اسی بنا پر حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے لو تقول والا دعوے پیش کیا تھا اور پھر لکھا ہے اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں تو تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اس نے کہا واقع نہ ہو یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی بلکہ اس نبی نے گستاخی سے کہی ہے۔ تو اس سے مت ڈر۔

کیوں پادری صاحب سچے اور جھوٹے نبی میں آپ اب بھی تمیز کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ہاں ایک سوال آپ کا ہو سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب صلعم کی کون کون سی پیشگوئیاں سچی نکلیں۔ میں کہتا ہوں ایک نہیں دو نہیں سینکڑوں اور ہزاروں پیشگوئیاں سچی نکلیں۔ اور آجتک ایک بھی پیشگوئی ایسی نہیں ہوئی۔ جو پوری نہ ہوئی ہو۔

بھلا تبلاؤ تو سہی کہ وہ کاذب مدعی مسیحیت چراغ الدین جمونی اور وہ ڈوئی

امریکہ کا کاذب نبی کس کی پیشگوئیوں سے ہلاک ہوئے؟ بھلا تبلادو تو سہی کہ لیکھرام پشاوری آریہ قوم کا لیڈر کس کی پیشگوئی سے مقررہ تاریخ پر قتل ہوا۔ پادری صاحب ذرا سوچو تو سہی کہ کس کی پیشگوئی سے زلزلہ آیا کس کی قبل از وقت اطلاع سے طاعون پھوٹی افسوس کہ آپ لوگ اب انجیل سے بھی دست بردار ہونیوالے ہیں افسوس کہ سوچتے نہیں ہو کیا یہ نشان پورے نہیں ہوئے؟ ہاں اگر کچھ اعتراض ہے تو کرو۔ اگر زیادہ نشان درکار ہوں تو حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کا مطالعہ فرماویں۔

اور آخری نشان جو انجیل میں درج ہے یہ ہے کہ جیسے بجلی پورب سے کوندھکر پچھم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا جہاں مردار ہے وہاں گدھ جمع ہو جاوینگے یہ بھی دیکھو کس صفائی سے پورا ہو گیا کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پورب کی طرف سے یعنے مشرق سے اپنا دعوے شروع نہیں کیا اس میں صاف لکھا ہے کہ مسیح کسی مشرقی علاقہ میں نزول فرماویگا۔ اور اس کے دعوے کی اشاعت بجلی کی مانند مشرق سے مغرب کی طرف ہوگی اور کیا جیسے بجلی مشرق سے مغرب کو کوند کر جاتی ہے اسی طرح سے حضرت مسیح موعودؑ کا دعوے پورب سے پچھم کو کوند کر نہیں گیا۔ پادری صاحب اگر آپ سوچیں تو آپ کو معلوم ہو جاوے کہ بجلی یعنے تار برقی خود گئی اور ابن آدم کے دعوے کو ساتھ لیتی گئی۔

اللہ اللہ کیسا صاف نشان ہے۔ مگر اندھوں کو دکھائی نہیں دیتا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ تار برقی کس کے ذریعہ سے کام کرتی ہے۔ کیا بجلی اور تار برقی کی رفتار میں کچھ فرق ہے؟ کیا حضرت مسیح موعود کی خبر بجلی کی رفتار سے پورب سے کوند کر پچھم تک نہیں پہنچی۔ کیا ابن آدم کی خبر پہنچانے کے لئے بجلی اس کے ساتھ ہی نہیں آئی۔ پادری صاحب۔

۱۔ پہلے تو ابن آدم بارہ حواری اور وہ بھی ادھورے چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ ان میں سے بھی ایک نے تیس روپیہ لیکر گرفتار کروایا اور دوسرے نے لعنت بھیجی۔ مگر کیا ابن مریم مسیح تھوڑے سے عرصہ میں ۳ لاکھ سے زیادہ لشکر اپنے ساتھ لیکر آگے کی نسبت

بڑھ چڑھ کر جاہ و جلال سے نہیں آیا ؟ کیا اب اس کے حواری اس پر اپنی جانیں قربان نہیں کرتے ؟ کیا آپ سب زر و مال اس کے حکم سے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ؟ کیا سب جائیدادیں اُنھوں نے اس کے حوالے نہیں کر دیں۔

۲۔ پہلے تو ابن آدم یعنے یسوع مسیح محض بغاوت کے الزام میں ہتھکڑی لگا کر حوالات میں رکھا گیا تھا۔ اور چالان کے بعد بڑی بے عزتی اور ناتوانی کی حالت میں لمانچے کھاتا ہوا بڑی ناکامی کے ساتھ صلیب پر لٹکایا گیا تھا مگر کیا اب ابن آدم بغاوت اور قتل کے الزام لگانے والوں قتل کے منصوبہ کرنے والوں طرح طرح کی دشمنی کرنے والوں اور مفسدوں پر دن دوگنی اور رات چوگنی فتح حاصل نہیں کرتا ؟ کیا وہ قبل از وقت اپنی فتح اور عزت اور دشمن کی شکست اور ذلت کی پیشگوئی کر کے کامیاب نہیں ہوتا ؟

۳۔ پہلے تو ابن آدم جلاوطن ہو کر بھاگ گیا تھا ایک حواری نے بھی ساتھ نہیں دیا تھا۔ مگر کیا اب ابن آدم کے پاس اس کی بیسوں برس پہلے کی پیشگوئی کے مطابق کہ " خدا مجھے فرماتا ہے کہ تیرے پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ تو گمنام نہیں رہے گا۔ لاکھوں انسان تیری طرف رجوع کریں گے اور کئی لاکھ روپیہ تجھے آئے گا اور قریباً تمام دُنیا میں تو عزت کے ساتھ مشہور کیا جائے گا " کیا ہزارہا اور لکھو کھا لوگ اپنے اپنے وطن چھوڑ کر ہزاروں روپے تحفے اور تحائف لے کر نہیں آئے ؟ اور ہر وقت ابن آدم کے در پر گرے رہنے کو باعث فخر نہیں سمجھتے ؟

پادری صاحب عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے خدا تعالےٰ کے ہیبت ناک فرشتے گدھوں کی شکل میں آرہے ہیں اور مفسدوں اور بشریروں کا دجل انھیں مردار بنا رہا ہے اور بُہتے پتے پوسوں پر تباہی

آنے والی ہے ۔ چاہیئے کہ ابن آدم کے پیچھے ہو لیویں۔
اگر خدا تعالےٰ نے توفیق دی تو دوسرے خط
میں واضح طور پہ بیان کر دوں گا۔ مینے
اپنی سمجھ کے مطابق لکھ دیا ہے۔
اگر کوئی سخت لفظ ہو تو معاف
فرماویں۔ امید ہے
کہ آپ بھی اپنے
دلائل سے
اِس عاجز
کو مطلع
فرماوینگے۔
والسلام

خاکسار

جواب کا منتظر

محمد ظہیر الدین احمدی

ساکن اروپ۔ ۱۶/۶

نظم حضرت امام همام علیه الصلوٰة والسلام

اے سرو جان و دلم ہر ذرہ ام قربانِ تو
بر دلم بکشا ز رحمت ہر درِ عرفانِ تو

فلسفی کز عقل میجوید نزاد دیوانہ ہست
دور تر ہست از خرد ہا آں رہ پنہانِ تو

از حریم تو ازیناں ہیچکس آگاہ نہ شد
ہر کہ آگاہ شد شد از احسان بے پایانِ تو

عاشقانِ روئے خود را ہر دو عالم مے دہی
ہر دو عالم ہیچ پیش دیدۂ غلمانِ تو

یک نظر فرما کہ تا کوتہ شود جنگ و جدال
خلق محتاج است سوئے جذبۂ برہانِ تو

یک نشاں بنما کہ تا نورت درخشد در جہاں
تا شود ہر منکر ملت محامد خوانِ تو

گر زمین زیر و زبر گردد ندارم ہیچ غم
غم ہمیں دارم کہ گم گردد رخِ رخشانِ تو

گفتگو و بحث در دیں درد سر بسیار ہست
قصہ کوتہ کن بآیات عظیم الشانِ تو

از زلازل جنبشے دہ فطرت اغیار را
تا مگر آیند ترسان سوئے آں ایوانِ تو

چشمۂ رحمت رواں کن در لباس زلزلہ
تا بکے سوزد بغم ایں بندۂ گریانِ تو

بڑھ چڑھ کر جاہ و جلال سے نہیں آیا؟ کیا اب اس کے حواری اس پر اپنی جانیں قربان نہیں کرتے؟ کیا آپ سب زر و مال اس کے حکم سے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ کیا سب جائیدادیں انھوں نے اس کے حوالے نہیں کر دیں۔

۲۔ پہلے تو ابن آدم یعنے یسوع مسیح محض بغاوت کے الزام میں ہتھکڑی لگا کر حوالات میں رکھا گیا تھا۔ اور چالان کے بعد بڑی بے عزتی اور ناتوانی کی حالت میں لمانچے کھاتا ہوا بڑی ناکامی کے ساتھ صلیب پر لٹکایا گیا تھا مگر کیا اب ابن آدم بغاوت اور قتل کے الزام لگانے والوں قتل کے منصوبہ کرنے والوں طرح طرح کی دشمنی کرنے والوں اور مفسدوں پہ دن دوگنی اور رات چوگنی فتح حاصل نہیں کرتا؟ کیا وہ قبل از وقت اپنی فتح اور عزت اور دشمن کی شکست اور ذلت کی پیشگوئی کر کے کامیاب نہیں ہوتا؟

۳۔ پہلے تو ابن آدم جلاوطن ہو کر بھاگ گیا تھا ایک حواری نے بھی ساتھ نہیں دیا تھا۔ مگر کیا اب ابن آدم کے پاس اس کی بیسوں برس پہلے کی پیش گوئی کے مطابق کہ "خدا مجھے فرماتا ہے کہ تیرے پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ تو گمنام نہیں رہے گا۔ لاکھوں انسان تیری طرف رجوع کریں گے اور کئی لاکھ روپیہ تجھے آئے گا اور قریباً تمام دُنیا میں تو عزت کے ساتھ مشہور کیا جائے گا" کیا ہزارہا اور لاکھوں لوگ اپنے اپنے وطن چھوڑ کر ہزاروں روپے تحفے اور تحائف لے کر نہیں آئے؟ اور ہر وقت ابن آدم کے در پر گرے رہنے کو باعث فخر نہیں سمجھتے؟

پادری صاحب عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے خدا تعالےٰ کے ہیبت ناک فرشتے گدھوں کی شکل میں آ رہے ہیں اور مفسدوں اور شریروں کا دجل انھیں مردار بنا رہا ہے اور بہتے پانی پوسوں پر تباہی

آنے والی ہے - چاہئے کہ ابن آدم کے پیچھے ہو لیویں۔
اگر خدا تعالےٰ نے توفیق دی تو دوسرے خط
میں واضح طور پہ بیان کر دوں گا - مینے
اپنی سمجھ کے مطابق لکھ دیا ہے۔
اگر کوئی سخت لفظ ہو تو معاف
فرماویں - امید ہے
کہ آپ بھی اپنے
دلائل سے
اس عاجز
کو مطلع
فرماوینگے
والسلام

خاکسار

جواب کا منتظر

محمد ظہیر الدین احمدی

ساکن اروپ - ۱۶/۶

نظم حضرت امام همام علیه الصلوٰة والسلام

اے سر و جان و دلم ہر ذرہ ام قربانِ تو
بر دلم بکشا ز رحمت ہر درِ عرفانِ تو

فلسفی کز عقل میجوید ترا دیوانہ ہست
دور تر ہست از خرد ہا آں رہ پنہانِ تو

از حریم تو ازیناں ہیچکس آگاہ نہ شد
ہر کہ آگاہ شد شد از احسان بے پایانِ تو

عاشقانِ روئے خود را ہر دو عالم مے دہی
ہر دو عالم ہیچ پیش دیدۂ غلمانِ تو

یک نظر فرما کہ تا کوتہ شود جنگ و جدال
خلق محتاج است سوئے جذبۂ برہانِ تو

یک نشاں بنما کہ تا نورت درخشد در جہاں
تا شود ہر منکر ملت محامد خوانِ تو

گر زمین زیر و زبر گردد ندارم ہیچ غم
غم ہمیں دارم کہ گم گردد رخِ رخشانِ تو

گفتگو و بحث دریں در بسیار ہست
قصہ کوتہ کن بآیات عظیم الشانِ تو

از زلازل جنبشے دہ فطرتِ اغیار را
تا مگر آیند ترسان سوئے آں ایوانِ تو

چشمۂ رحمت رواں کن در لباس زلزلہ
تا بکے سوز و بغم ایں بندۂ گریانِ تو

دنیا و دیں میں اُسے دلشاد کیجیو
دارین کے ہموم سے آزاد کیجیو

مشکل کے وقت میں مدد غیب بھیجکر
امداد اسکی کیجیو اے شاہِ دادگر

اُس کے گناہ فضل سے یارب تو بخشدے
رکھیو ہمیشہ اپنی حفاظت میں تو اُسے

اے مُستعان اسکی امانت تو کر ادا
فضل و کرم سے اپنے نہ کیجیو اسے جدا

کمزوریوں کو اُسکی بدل دیجیو زور سے
یارب تو استقامت دیں اسکو بخشدے

کردے عطا تو دین کی دولت اُسے ثبات
ذرّہ اگر ہے وہ تو بنا اُس کو آفتاب

تاثیر اُسکی بات میں یارب وہ ڈالدے
جو امر حق کی طرح سے باطل کو ٹالدے

یا مسبب تو ہم کو راہ ضلالت سے رکھ جدا
اپنے کرم سے نورِ ہدایات کر عطا

دل سے ہمارے غیر کی الفت کو دے مٹا
منعم علیہ کی ہمیں رفتار پر چلا

چلتے رہیں ہمیشہ رہِ مستقیم ہم
ہر کجروی سے رکھیو ہمیں دور یکقلم

چکر الوی کیطرح نہ چکر میں ڈالیو
ہر ورطہ گناہ سے باہر نکالیو

مشکلکشائی کیجیو یا حل مشکلات
دلمیں نہ میرے گذرے کوئی بات واہیات

علم و ادب تو اپنی طرف سے سکھا مجھے
دنیا کے پیچ و خم سے الٰہی بچا مجھے

ہوں آستانے بحر محبت سنبھالیو
دنیائے دوں کی چاہ میں مجھکو نہ ڈالیو

دے دے زبان و حرف مجھے اے مرے خدا
جو معترض کے حق میں کریں کار صاعقہ

روح القدس سے کر میری امداد اے قدیر
شیطان و نفس کے نہ رہوں دام میں اسیر

جز تیرے اپنے دل کی بہوں کو بہلاؤں میں
یارب وہ ہوش دے کہ تجھے جس سے پاؤں میں

شیدائی اپنے حسن کا مولا بنا مجھے
بلبل کیطرح بخشدے اک چہچہا مجھے

رنگ صباح وصل کو ہجراں کی شام ہو
ساقی وہ مے پلا کہ یہ ہجر گوارا تمام ہو

ایسا ہی مجھکو اپنی محبت کا دے وہ جام
پیتے ہی جس کے ہجر کی تُرکی ہو سب تمام

یہ رو رو کہ یہ بحث ہے جھگڑا تمام ہو
وہ آفتاب نکلے کہ ظلمت کی شام ہو

یارب ہمارے سید و مولے پہ فضل کر
مقصود کے درخت میں اُسکی لگا ثمر

سارے جہاں کو اُسکی اطاعت قبول ہو
اس کو ذلیل کر جو گروہ جہول ہو

عالم میں بول بالا ہو اس شاہ دین کا
ہے مدعا دل یہی اس خوشہ چین کا

چکر الوہی کی ناؤ بھی چکر میں ہے پڑی
ہے اس کے غرق ہونیکی سر پر کھڑی گھڑی

دنیا میں مقصد اس کا حصول فروغ ہے
جو کچھ دکھا رہا ہے وہ بالکل دروغ ہے

دنیا دنا تھا تی گیا دین ہاتھ سے
جس سے نصیب ہیں انہی تو کو کر دے پہلے

بے تو جو مر گیا تو جہنم میں جائیگا
تخریب دین کر کے اذیت اٹھائیگا

سرکار دو جہاں پہ ایمان لائیے
نخوت سے اپنا گھر نہ جہنم بنائیے

سچ کہہ رہا ہوں میں یہ ہے دوستی کی بات
کچھ ہوش ہو تو سمجھو جواب بھی نیکذات

آخر کو یاد آئیگا کہنا اویس کا
مافات کی تلافی کی مہلت کا پھر پتا؟

اللہ مومنین کو رحمت دکھائے گا
ان دشمنانِ دین کے دلوں کو جلائیگا